ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول
لاہور
جنوری 2001ء
اشاعت کا
125
واں مہینہ
نئے سال پر انعامات
کا اور زبردست پیکج
40 سے زائد ممالک میں سب
سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین
لائی ہے عید...... خوشیاں مزید
نوائے وقت
ساتھ کیلنڈر 2001ء
کا تحفہ بھی ہے
ابوظہبی
دوبئی
یمن
نیپال
سکم
تنزانیہ
مصر
الجزائر
صومالیہ
فلپائن
ملائیشیا
سعودی عرب
قازقستان
بحرین
بھوٹان
شمالی کوریا
جاپان
امریکہ
لبنان
ترکی
جنوبی افریقہ
انڈیا
بنگلہ دیش
عراق
ایران
ترکمانستان
یوگنڈا
کینیا
تھائی لینڈ
ویتنام
افغانستان
آسٹریلیا
برونائی
انڈونیشیا
شام
مالدیپ
سری لنکا
ماریشس

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول
لاہور

پھول کی ادا سب سے جدا

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

جنوری 2001ء

میرا نام .... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہوری ہو۔
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

سب ایڈیٹر... منظور وحید
ڈیزائنر... عامر شکیل عامر
السٹریٹر... عمیر صفدر
انچارج پھول کلب... محمد اعظم یار
لے آؤٹ... شعیب قادر
انچارج پھول سٹڈی وکیل... مشتاق بٹ
انچارج کہانی گھر... ماریہ مجید
انچارج پھول ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ آمنہ اعظم

ماہنامہ پھول 4۔ شاہراہ فاطمہ جناح لاہور فون 54-6367551 فیکس 6367616

پاکستان اور آزاد کشمیر کے تمام تعلیمی اداروں کیلئے منظور شدہ
مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا
پاکستان میں بذریعہ ڈاک بدل اشتراک ماہنامہ پھول 300 روپے سالانہ 150 روپے ششماہی

عکاسی۔ گل نواز

پھول رنگ

"Stories"

"Exclusive"

"Columns"

http//www.phool.com.pk phool@phool.com.pk

اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو
پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے سے
وہ بے اعتدالوں کو پسند نہیں کرتا

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں
اے پروردگار، ہمیں دنیا میں عطا کر
اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

جو کوئی اپنے پروردگار کی ملاقات چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے

(110-18)

اے پیغمبر ﷺ کہہ دو کہ اگر تم لوگوں کو اپنے باپ، اولاد بھائی، بیویاں، خاندان، دولت جو تم نے کمائی ہے، تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو، مکان جسے پسند کرتے ہو اگر تمہیں یہ سب چیزیں اللہ سے اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے یاد رکھو اللہ فاسقوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔

(29-9)

اے پیغمبر ﷺ! کہہ دو کہ اگر تم لوگ واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کریگا۔

(31-3)

کیا ہم فرمانبرداروں کو گناہگاروں کے برابر کر دیں گے۔ تم کیسی بات ٹھہراتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو کہ سب کچھ تمہاری پسند کے مطابق ہو گا۔ کیا تم نے ہم سے قیامت کے دن تک قسمیں لے لی ہیں کہ تمہیں وہی ملے گا جو تم پسند کروگے، پوچھ ان سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے کیا ان کے شریک ہیں تو لے آئیں اپنے شریکوں کو اگر سچے ہیں۔

(41 تا 35-67)

کوئی بھی مصیبت بغیر حکم الٰہی کے نہیں آسکتی اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت بخش دیتا ہے۔

(11-64)

حیرت ہے آپ کو اس کی فکر ہی نہیں

آپ ذرا لاپروائی برتیں تو دیمک آپ کی قیمتی کتابوں کو برباد کر ڈالتی ہے، ذرا احتیاط نہ کریں تو گھن آپ کے غلے کے ذخیروں کو تباہ کر دیتا ہے۔ ذرا غفلت کریں تو بیماری آپ کی قوت خراب کر دیتی ہے۔ بے شک دیمک، گھن اور بیماری آپ کی دشمن ہیں اور آپ ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں، کہ آپ کی قیمتی کتابیں، آپ کی محنت سے حاصل کیا ہوا غلے کا ذخیرہ اور آپ کی اچھی صحت ان دشمنوں کے حملے سے محفوظ رہیں، آپ کو ان دشمنوں کی دشمنی کا اندازہ ہے، اور ان کے دشمنانہ حملوں کے نتائج آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ محسوس کیے ہیں۔ آپ کی دانائی اور دور اندیشی کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ ان دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور کوئی ایسی کوتاہی نہ کریں کہ کل آپ کو پچھتانا پڑے۔
مگر آپ کا بدترین دشمن تو وہ گھن ہے جس کا حملہ آپ کے دل پر ہوتا ہے اور وہ آپ کے خرمن ایمان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ حیرت ہے کہ اس گھن سے بچنے کی آپ کو نہ اتنی فکر ہے نہ آپ اس کی زد سے اپنی حفاظت میں اس قدر چاق و چوبند ہیں، اس کا حملہ نہایت خاموش اور غیر محسوس ہے اور جس گراں قدر چیز کو یہ دشمن اپنا نشانہ بناتا ہے اس کی قدر و عظمت کا آپ کو بھی احساس ہے، بلکہ آپ کا یقین ہے کہ آپ کے پاس اس سے زیادہ قیمتی کوئی دولت نہیں، لیکن اس کی حفاظت میں آپ سے غفلت اور کوتاہی اس لئے ہوتی ہے یا ہو رہی ہے کہ یہ دولت آپ کے سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ اور آپ محسوس نہیں کر پاتے کہ آپ کی سب سے زیادہ قیمتی دولت کو گھن لگ رہا ہے۔
اس گھن کا حملہ ہر دل پر ہوتا ہے، آپ کے دل پر بھی ہوتا ہے، ہوتا رہتا ہے تیغ نوائی معاف! کوئی دل ایسا نہیں ہے جس کی تاک میں یہ ہمہ وقت لگا نہ دیتا ہو، اس دشمن کی زد سے وہی بچ سکتا ہے جو اس کی فکر سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو اور جس پر خدا اپنا خصوصی کرم فرمائیے۔
آپ کا یہ بدترین دشمن جو گھن کی طرح آپ کے ایمان کو لگ جاتا ہے اور اندر ہی اندر اسے کھوکھلا کرتا رہتا ہے ''نفاق ہے۔
ناراض نہ ہوں خاکم بدہن......... میں ہرگز آپ کو منافق کہنے کی گستاخی نہیں کر رہا ہوں، خدا آپ کے ایمان کو سلامت رکھے میں خیر خواہی اور نصح کا حق ادا کرتے ہوئے دراصل آپ کو اس بدترین دشمن سے آگاہ کر رہا ہوں جو آپ کی ذرا سی غفلت اور اپنے احتساب میں ذرا سی بے توجہی سے آپ کے روشن دل میں پرورش پانے لگتا ہے اگر جھرجھری لے کر آپ اس کو کھرچ پھینکنے میں مومنانہ چابکدستی سے کام نہ لیں تو یہ پنپنے لگتا ہے اور روح ایمان کو مزے لے کر چاٹنے لگتا ہے اس کے شدید اور ایمان لیوا حملے سے خدا کے وہی بندے محفوظ رہتے ہیں جنہیں یہ اندیشہ ہر وقت بے چین کئے رہتا ہے۔ کہ ہم اس بدترین دشمن کی زد میں ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس اندیشہ سے بے چین رکھے۔ وہ غافل یقینا اس کی زد میں ہیں جو سر جھٹک کر اس طرح کی بات سننے سے کترا جاتے ہیں اور اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہمارے مضبوط ایمان کو بھلا نفاق کیوں کر آنکھ دکھا سکتا ہے۔ خدا کے رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے۔
''مومن اپنے گناہوں کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑی کے نیچے بیٹھا ہے اور برابر ڈر رہا ہے کہ کہیں یہ پہاڑی اس پر گر نہ جائے اس کے برخلاف بدکار اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے گویا اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی اور اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ اڑ گئی۔''

(شعور حیات مولانا محمد یوسف اصلاحی)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے چینی اس کے دل و دماغ میں یوں تھی جیسے اچانک بند ہو جانے والے کمرے میں چڑیا گھبرائی پھرتی ہو۔ یونیورسٹی کے داخلے بند ہونے والے تھے اور اسے اچانک بتایا گیا تھا کہ ڈومیسائل کے بغیر داخلہ نہیں ملے گا۔ ڈومیسائل بنانیوالوں نے برا سا منہ بنا کر کہا اپنے ابا کی جائیداد کا کوئی کاغذ یا ان کی رہائش کا کوئی ثبوت لاؤ پھر بات چلے گی' تب مہر لگے گی۔ غضنفر کے ابا کو دنیا سے رخصت ہوئے دس سال ہونے کو آئے' جائیداد ہوتی یا اپنا گھر ہوتا تو یوں کرائے کے گھروں میں تنگی کے دن بسر نہ ہوتے۔ ایک سو ایک سوال اور ایک سے ایک جواب ذہن کے پردے پر جل بجھ رہے تھے۔ اس کے پاس کئی رشتے ہیں مگر اکثر پیار کیلئے نہیں بس رشتوں کا بوجھ اتارنے کیلئے ہیں اور آہستہ آہستہ خود ہی بوجھ بن گئے ہیں۔ باتوں کا بوجھ ڈالتے ہیں' چھوٹے چھوٹے احسانوں سے بڑی بڑی دل آزاری کے مواقع پیدا کرتے ہیں' پھر احسان جتاتے ہیں۔ دل و دماغ پر بوجھ بڑھاتے ہیں۔

اللہ جانے کس نے کب اور کیوں کہا تھا

When one has a problem become an angel

عرفان ان لمحوں میں اسی فرشتے جیسا بن گیا جو خوشدلی اور پوری آمادگی سے مدد کیلئے ساتھ آ کھڑا ہوتا ہے جیسے اسے دنیا میں یہی کام سونپ کر تو بھیجا گیا ہو۔ عرفان عام زندگی میں خوب مسکراتا ہے بلکہ جی جان سے مسکراتا ہے مگر اسکی یہ خوبی اسکی مسکراہٹ کے پھیلاؤ سے بھی کہیں بڑی ہے کہ ادھر اسکی نگاہ کسی کی مشکل پر پڑی وہ اسی لمحے خدائی مددگار کا روپ دھار لیتا ہے۔ کسی کے ساتھ سیکرٹریٹ جانا ہو' تھانے سے کوئی کام کرانا ہو' پورا ما درزی کے پاس جانا ہو' ریگل چوک سے کچھ لانا ہو' وہ پہنچنے اور لانے میں دیر نہیں کرتا۔

کسی پہ مشکل آئے' ہم سارے عام طور پر اسے عقل سکھانے بیٹھ جاتے ہیں۔ خود کو چار ہاتھ دور رکھ کر مشکل سے لڑنے کے گر سکھانے لگتے ہیں۔

مگر یہ نعمت کب سب کے حصے میں آتی ہے کہ مشکل لمحوں میں کوئی اپنا آپ ہی پیش کر دے۔ اسکی عزت کرنے کو' اس سے محبت کرنے کو کیوں جی نہیں چاہے گا؟ میں نے اس ڈر سے کبھی عرفان الحق سے بات نہیں چھیڑی کہ کہیں اس خوبی کی تعریف ہی نہ کرنی پڑ جائے ورنہ جی تو بڑا چاہتا تھا کہ اس سے پوچھا جائے۔ ایک روز جانے کیا ہوا کہ میں نے اسے اپنے ایک قریبی عزیز کیلئے متفکر پایا۔ اسکی پریشانی بس ایسی ہی ہوتی ہے جیسے چلتے پانی میں کوئی شاپر سامنے آ جائے۔ میں نے پوچھ ہی لیا' یہ تو وہی صاحب ہیں ناں جنہوں نے تمہیں خوب ستایا تھا' یہاں وہاں خوب گھمایا تھا' ویسے ہی مسکراتا رہا جیسے مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر جمی بیٹھی تھی' بولا رشتے جڑتے بہت آسانی سے ہیں' انہیں توڑنے میں بہت مشکل ہوتی ہے' کوشش کرنی پڑی ہے۔ بے دید اور بے لحاظ ہونا پڑتا ہے' یادوں کو بھلانا پڑتا ہے' یہ مشکل کام ہے اور میری پہنچ سے باہر ہے۔

غضنفر کا کام اس کی پہنچ میں تھا وہ دوسرے دن ہی ہو گیا

بڑے بڑے دریا' بڑے بڑے پہاڑوں سے ہی نکلا کرتے ہیں۔ انسانوں کے بڑے ظرف اور بڑی برداشت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوتا ہوگا۔ اللہ جانے عرفان اور اس جیسے نوجوانوں نے کون سا پانی پیا اور کن کرنوں سے اپنے وجود کو سینچا ہے کہ خود ان پر مشکل آتی ہے تب بھی نہ دہائی دیتے ہیں نہ احتجاج کے نعرے لگاتے ہیں' ان کے ہونٹوں پر کبھی یہ نہیں آتا Why me?

بہت سال ہوئے جب بچپن ہم سے اور ہم بچپن سے کھیلتے سال کے سال گاؤں جایا کرتے تھے۔ ایک بار چھوٹی نہر کے کنارے سائیکل سے گر پڑے۔ خودرو جڑی بوٹیوں کے ساتھ لینڈرے کے ظالم قسم کے پودے آس پاس ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے یہاں وہاں اپنی موجودگی کے نشان خوب ثبت کرنے میں نہ دیر کی نہ کوتاہی' گھر آ کر ہم نے دادا میاں سے خوب شکوہ کیا۔۔ لینڈروں کی شکایت کی' انہیں برا بھلا کہا' میاں جی نے گلے سے لگاتے ہوئے کہا

"پت (بیٹے) لینڈرے سے نہیں لڑتے' بس دامن بچا کر گزر جاتے ہیں"

وہ کیوں میاں جی! ہمارا احتجاج کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ میرے ساتھ ہی ایسا ہی کیوں ہوا' میرا کیا قصور تھا؟ کوئی اور کیوں نہیں وہاں جا کر گرا۔ اب کے انہوں نے میری کمر پر زور سے ہاتھ مارا" کاکا بلی! مشکل کہیں خدا کی طرف سے آ جائے تو لڑنے تھوڑی بیٹھ جاتے ہیں۔ سر جھکا کر' دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔ گلہ کرنے والے بس پھر عمر بھر گلہ ہی کرتے رہ جاتے ہیں اور فرشتے انہیں ناشکروں کے رجسٹر میں ڈال دیتے ہیں۔ یاد رکھنا ناشکری سے بڑا عذاب اور اس سے بڑی سزا کوئی نہیں۔

وہ عمر بھر اپنے چھوٹے بڑوں کے شکر گزار رہے۔ جس درجے کی توفیق ہوئی مدد کرتے اور جس درجے کی توفیق نہ ہوتی اسکا اعلان نہ کرتے۔ ایک بار دو آدمی ابو کے پاس رقعہ لے کر آئے۔ لکھا تھا" پتر محمد انور!! یہ ہمارے مزارعوں کا لڑکا ہے' بڑا خدمتی اور نیک نیت' دس پاس کر لی ہیں' تم پورے ضلع کی تعلیم کے افسر ہو' اسے نوکری پر لگا دو' اللہ خوش ہوگا۔ کام نہ ہوا تو اللہ کی خوشی کیلئے مجھے خود آنا پڑے گا۔ ابو جی تیسرے ہی دن سارے کام چھوڑ کر گاؤں پہنچ گئے تھے۔ میاں جی کو بتانے کہ چھوٹا سا کام تھا' ہو گیا ہے وہ خود آنے کی زحمت نہ کریں' کام ہو گیا ہے۔ اللہ جی نے اپنی خوشی کا اظہار کر دیا ہے۔ نئے سال پہ نئی باتوں کی تلاش میں چلتے پھرتے ایک پریشانی مجھے بھی لاحق ہے کہ میرے جیسے کتنے ہی لوگ کتنی آسانی سے کتنے سارے مشورے بیجوں کی طرح کاغذی کھیتوں میں بونے اور بکھرنے لگتے ہیں۔ ان گنت مشورے جن کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ نامکمل علم جس میں پوری پختگی بھی نہیں ہوتی۔ ایسی مثالیں جن کے کردار وہ خود نہیں ہوتے۔ سوچتے ہیں سمجھاتے ہیں بتاتے ہیں

بہت ممکن ہے ایسی باتیں اور سوچیں کسی کتاب کی اچھی اور مضبوط جلد جیسی ہوتی ہوں جو کتاب کے کاغذوں کی طرح سچے جذبوں کو بھی مضبوط و محفوظ رکھتی ہوں مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کچھ کو یہ ناپسند ہوں اور پار سال کے کپڑوں کی طرح تنگ کرنے لگیں۔ اسی طرح کبھی کبھی سوچتا ہوں زندگی چھوٹی سی ہے پر یہ جینے کیلئے ہے' اچھے لوگوں سے پیار جتانے اور ان کی ہمت بڑھانے کیلئے ہے۔ پیار جتانے سے آدمی چھوٹا تو نہیں ہو جاتا بلکہ اسے اور لوگ مل جاتے ہیں۔ ساتھ چلنے لگتے ہیں' مالک کی رضا کیلئے اسکی مخلوق سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اللہ جی کی نگاہوں میں سرخروئی کی تمنا کو اپنی بینائی اور مسیحائی بنانے لگتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے میرا وجود بالکل کسی کورے گھڑے جیسا ہے' جس کو کمہار کی آوی سے اٹھا کر لائیں اور پہلی بار پانی ڈالیں تو ساں ساں کی آواز آتی ہے۔ جب جب اچھی بات' اچھی یاد کا پانی پڑتا ہے' خشک وجود ٹھنڈا ہونے لگتا ہے۔ خوشی سے ساں ساں کرنے لگتا ہے۔

اختر عباس۔۔۔ آپ کے ایڈیٹر بھیا۔۔۔ یکم جنوری 2001ء
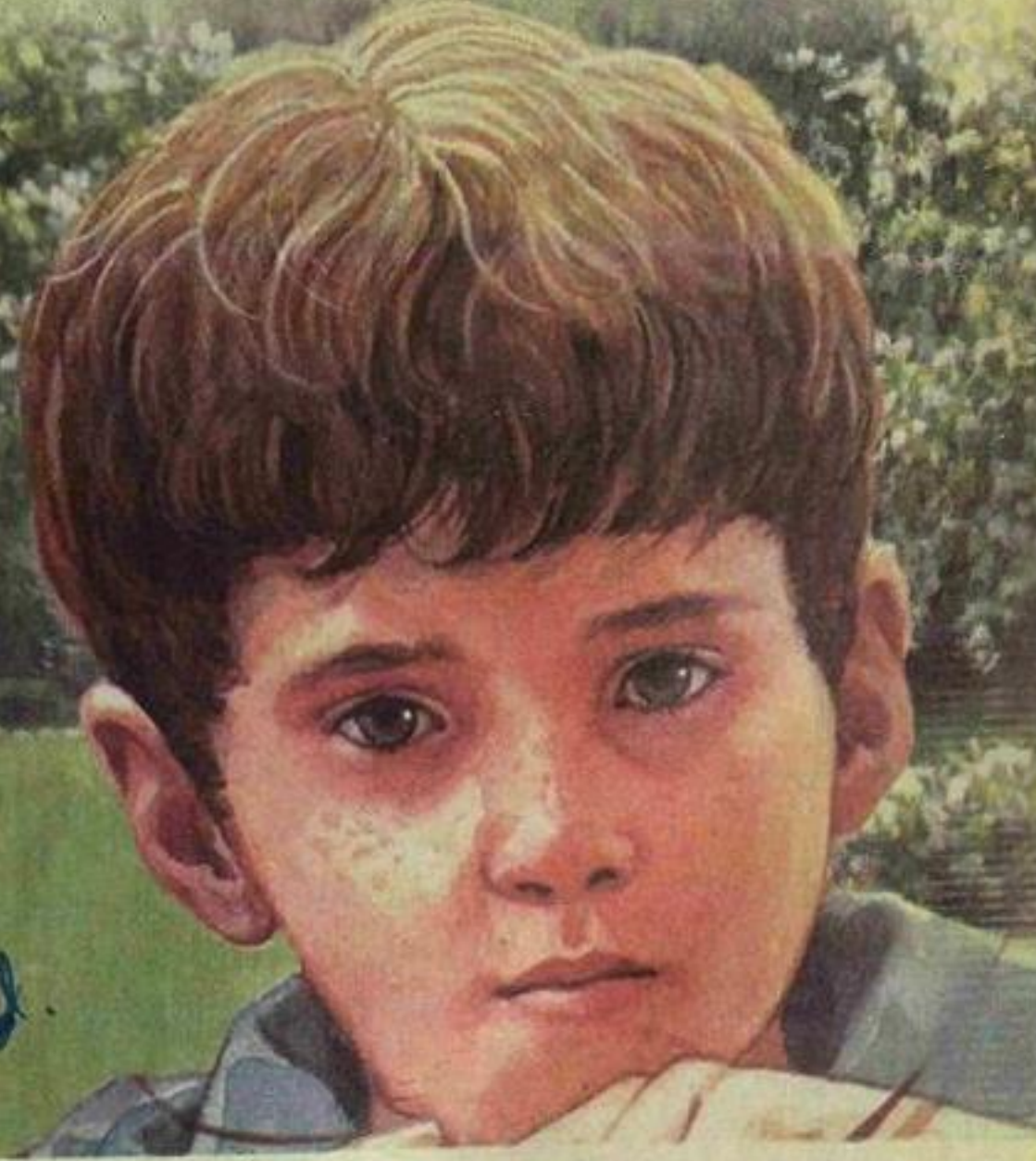
بہت اندھیری رات ہو تو بہت دور کے مدھم ٹمٹماتے ستارے بھی بہت روشن نظر آتے ہیں۔ اس بچے کیلئے نامہربان فضاؤں میں دوردیس بیٹھے دادا تک رسائی ایک ہی ذریعے سے ممکن تھی اور اس نے اسے استعمال کیا۔

آمنہ احتجاب

نو سالہ اچھو جو تین ماہ پہلے ایک جوتے بنانے والے کے ہاں لگا تھا۔ عید کی رات کو دیر تک جاگ رہا تھا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ کب اس کا مالک، مالکن اور دوسرا ساتھی باہر جائیں۔ ان کے باہر جاتے ہی اس نے مالک کی الماری سے سیاہی کی شیشی اور ایک زنگ آلود نب والا پین نکالا اور ایک چڑمڑ سے کاغذ کو اپنے سامنے پھیلا کر کچھ لفظ گھسیٹنے شروع کر دیے۔ پہلا ہی لفظ لکھنے کے بعد اس نے کئی بار خوفزدہ نظروں سے الماریوں کی طرف دیکھا جو جفت سازی کے اوزاروں سے اٹاث بھری پڑی تھیں پھر اس کی نظریں مالک کی تصویر پر جا ٹکیں اور اس نے ایک دلسوز آہ بھری

اچھو نے صفحہ سیدھا کر کے بنچ پر پھیلایا اور خود گھٹنے موڑ کر فرش پر بیٹھ گیا۔

"پیارے دادا میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ میری طرف سے آپ کو عید کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے آپ ہمیشہ اچھے رہیں۔ ماں باپ کے بعد صرف آپ ہیں جو میرے پاس باقی بچے ہیں"

اچھو نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں کھڑکی کے شیشے پر گاڑ دیں جس پر گیس لیمپ کے شعلے کا عکس لہرا رہا تھا۔ وہ تصور میں اپنے دادا کو وہاں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس کا ساٹھ سالہ دادا کسی وڈیرے کی جاگیر پر چوکیدار تھا۔ سارا دن وہ سرونٹ کوارٹر میں سوتا رہتا اور جب رات ہوتی تو ایک لمبے سے کوٹ میں خود کو لپیٹ کر جاگیر کے چکر لگانا شروع کر دیتا۔ کتوں کی ایک جوڑی بھی اس کے پیچھے اپنے سر جھکائے چلتی رہتی۔ اچھو نے پھر ایک آہ بھری اور اپنا پین سیاہی میں ڈبو کر دوبارہ لکھنا شروع کر دیا۔

کل مالک نے مجھے بہت مارا۔ اس نے بالوں سے پکڑ کر مجھے صحن میں گھسیٹا اور مارنا شروع کر دیا اسلئے کہ اس کے بچے کو جھولا جھلاتے ہوئے میری بدقسمتی سے آنکھ لگ

گئی تھی اور پھر پچھلے ہفتے مالکن نے مجھے انڈے لانے کیلئے کہا جس میں سے ایک انڈہ خراب نکل آیا تو وہ میرے منہ پہ مل دیا۔ باقی سارے ملازم بھی میرا بہت مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک بار انہوں نے مجھے مالک کے صحن میں سے سبزیاں توڑنے کیلئے کہا پھر اس کے بعد مالک نے میری ہر اس چیز سے پٹائی کی جو اس کے ہاتھ آئی گئی۔ یہاں پر کھانے کو بھی کچھ نہیں ملتا۔ سارے دن میں سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے اور رات کو پتلا سا شوربہ۔ ان لوگوں نے مجھے کبھی بھی سبزیاں اور چائے نہیں دی۔ سب کچھ یہ خود ہی ہڑپ کر جاتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے برآمدے میں سلاتے ہیں جہاں ہر آنے جانے والا مجھے ٹھوکر لگا کر چلا جاتا ہے اور پھر چاہے رات کا کوئی وقت ہو بچے کے رونے پر مجھے اسے جھولا جھلانا پڑتا ہے۔ پیارے دادا اللہ کے واسطے مجھے یہاں سے لے جاؤ۔ مجھے واپس گاؤں لے جاؤ۔ اب مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے یہاں سے نکال لو ورنہ میں مر جاؤں گا۔

اچھو نے اپنی سیاہ ہتھیلیوں سے اپنی آنکھوں کو ملا کر ہچکیاں لیتے ہوئے پھر لکھنا شروع کر دیا۔

"میں آپ کے سارے کام کروں گا۔ میں آپ کیلئے اللہ میاں سے دعا بھی کروں گا۔ وہ آپ کو ہمیشہ زندہ رکھے۔ اگر میں نے آپ کا کہنا نہ مانا تو آپ بیشک مجھے جو مرضی کہہ لینا۔ اگر وہاں میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے تو آپ منیجر سے کہیں کہ وہ مجھے اللہ کے واسطے رحم کھا کر بلا لے۔ میں ان سب کے بوٹ پالش کر دیا کروں گا۔ پیارے دادا اب مجھ سے بالکل برداشت نہیں ہوتا۔ اس طرح تو ایک دن میں مر جاؤں گا۔ میں نے سوچا تھا کہ میں گاؤں بھاگ جاؤں لیکن میرے پاس جوتے نہیں تھے اور مجھے سردی سے بھی خوف آتا تھا کیونکہ میرے پاس گرم کوٹ نہیں ہے۔ اگر آپ مجھے بلا لیں تو میں آپ کا ہر کام کروں گا۔ میں بڑا ہو کر آپ کو بہت سے کھانے کھلاؤں گا۔ یہ شہر بہت بڑا ہے۔ یہاں امیر لوگوں کے بڑے بڑے مکان ہیں لیکن یہ لوگ بھیڑ بکریاں نہیں پالتے۔ کتے رکھتے ہیں جو بہت خوفناک ہوتے ہیں۔ یہاں سارے کام مشینیں کرتی ہیں اور پتہ ہے یہاں دکانوں پر بندوقیں بھی ملتی ہیں۔ بالکل ویسی مالک کے پاس بھی ہے۔"

اچھو نے ایک سرد آہ بھری اور ایک بار پھر کھڑکی کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کو یاد آ رہا تھا کہ کیسے وہ اور اس کا دادا لکڑیاں کاٹنے جایا کرتے تھے۔ اس کا دادا اسے بہت سی نت نئی کہانیاں اور لطیفے سنایا کرتا تھا اور پھر جب اچانک کہیں سے کوئی خرگوش نکل آتا تو دادا چلانا شروع کر دیتا۔ "پکڑو، پکڑو جانے نہ پائے" اور اسی شور میں خرگوش تیر کی طرح نکل جاتا تھا۔

اسے یہ بھی یاد آ رہا تھا کہ جب اس کی ماں زندہ تھی تو عید پر اسے میٹھی سویاں کھلایا کرتی تھی لیکن اس کے مرنے کے بعد انہوں نے یتیم اچھو کو اس کے دادا سمیت دوسرے نوکروں کے ساتھ کر دیا اور پھر وہاں سے وہ شہر چلا آیا جوتے بنانے والے مالک کے پاس۔

"پیارے دادا میرے پاس آؤ" اچھو نے پھر لکھنا شروع کر دیا۔

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھ پر رحم کھا کر یہاں سے لے جاؤ۔ یہ لوگ ہمیشہ مجھے مارتے ہی رہتے ہیں اور میں اس قدر بھوکا ہوں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ میں ہر وقت روتا رہتا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں مالک نے فانہ میرے سر پر مارا۔ میں گر گیا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے میں کبھی دوبارہ نہیں اٹھوں گا۔ میری زندگی جانور کی زندگی سے بھی بری ہے۔ میری طرف سے فیقے کوچوان، ماجھو حلوائی اور اکو کو بھی عید کی مبارک دینا اور میرا گلی ڈنڈا کسی کو نہیں دینا۔ میں آپ کا پوتا ارشد ہوں۔ پیارے دادا جلدی آنا" اچھو نے جلدی سے صفحے کو دوبارہ تہہ لگائی اور اسے لفافے میں ڈال دیا جو وہ کل خرید کر لایا تھا۔ اس نے ایک لمحے کو سوچا اور پھر پین سیاہی میں ڈبو کر خط پر پتہ لکھنا شروع کر دیا۔

میرے دادا کو گاؤں میں ملے۔ پھر اس نے اپنا سر کھجایا اور کچھ سوچا اور ان الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ بابا کرم دین کو ملے۔ اچھو نے خوشی خوشی اپنی ٹوپی اٹھائی کیونکہ لکھتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنا پھٹا پرانا کوٹ پہننے کا تکلف کئے بغیر ہی گلی میں دوڑ لگا دی۔

جب کل قصاب کی دکان پر کھڑے ہوئے اس نے ایک آدمی سے پوچھا تھا تو اسے پتہ چلا کہ خطوں کو بکسوں میں ڈالتے ہیں اور پھر ان لیٹربکسوں سے خط مختلف جگہوں پر پہنچائے جاتے ہیں۔ اچھو نے نزدیکی لیٹربکس میں اپنا قیمتی خط پھینکا اور واپسی کیلئے دوڑ لگا دی۔

خوشگوار امیدوں نے اسے بڑی میٹھی نیند سلا دیا۔ خواب میں وہ خود کو چولہے کے پاس بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس کا دادا بھی قریب ہی بیٹھا تھا اور اس کا خط وہاں موجود نوکروں کو سنا رہا تھا۔ کتوں کی جوڑی بھی پاس ہی کھڑی دم ہلا رہی تھی۔

ہاٹ کافی

ایک شخص ایک ریسٹورنٹ میں داخل ہوا مینو میں لکھا ہوا پڑھا۔

ہاٹ کافی 10 روپے

کولڈ کافی 15 روپے

سستی دیکھ کر ہاٹ کافی منگوائی اور جلدی جلدی بڑے بڑے گھونٹ بھرنے لگا۔ منہ جلنے کے باعث چہرہ پسینے سے تر ہو گیا۔

ویٹر نے کہا "اتنی جلدی پینے کی کیا ضرورت تھی"۔

اس شخص نے جواب دیا "احمق کہیں کا اگر کافی ٹھنڈی ہو جاتی تو مجھے 15 روپے ادا کرنے پڑ جاتے۔

سائیکل

ماسٹر صاحب فیاض سے پوچھتے ہیں اگر تم سائیکل پر سوار کہیں جا رہے ہو اور راستے میں سائیکل کا چمٹا ٹوٹ جائے تو تم کیا کرو گے۔

فیاض۔ آپ مجھے پڑھائیں گے یا سائیکل سکھائیں گے۔

(رخسانہ شبیر احمدانی ڈیرہ غازی خان)

ادھورے لوگ

بال سے باریک فرق کی کہانی ادھورے اور مکمل لوگوں کے رویوں کی داستان غلامی جسم کی ہی نہیں روح اور رویے کی بھی ہوتی ہے جبر سے ملنے والی پسندیدہ شے بھی اندر سے کیسے توڑ پھوڑ مچاتی ہے۔ ادھوراپن بڑھاتی ہے۔

ماریہ مجید

مجھے صبح جلدی اٹھنا اچھا لگتا ہے۔ خاص طور پر نماز پڑھ کر لمبی لمبی دعائیں کرنا، مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجھے اگر ساڑھے چار اٹھنا ہے تو دادا ابو پانچ بجے بیزور سے ہلا کر اٹھاتے ہیں اور نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ یقین مانیے ایک دفعہ تو صبح کے ہونے اور اور نماز پڑھنے سے ہی (نعوذ باللہ) چڑ ہو جاتی ہے۔

حسن میرا جڑواں بھائی ہے۔ ہم بچپن سے لمحہ لمحہ ساتھ رہے ہیں اس لئے ایک دوسرے کی کمپنی میں بہت خوش رہتے ہیں۔ ہم صبح صبح نہر کنارے سیر کیلئے جایا کرتے تھے اور کبھی گلشن اقبال میں جاگنگ کرنے اور مچھلیوں کو ناشتہ کرانے جاتے تھے۔ ہم اس سب کو بہت انجوائے کرتے تھے۔ کچھ عرصے پہلے حسن کو کراٹے سیکھنے کا شوق ہوا۔ پاپا سے بہت اصرار کے بعد اجازت ملی۔ حسن شام 4 بجے کراٹے کلاس لینے چلا جاتا تھا۔ کچھ دنوں بعد پاپا نے بنا وجہ بتائے اسے صبح کی کلاسز لینے کیلئے کہا۔ چونکہ علی اجازت لینے کیلئے ضد کر چکا تھا سو اب اس معاملے پر ضد نہ کر سکا اور جو کام وہ شوق سے کرتا تھا اب اسے بے گار سمجھ کر کرنے لگا۔ یلو بیلٹ حاصل کر کے اس نے اپنا بلیک بیلٹ کا شوق پورا کیا اور کراٹے کلاسز لینا بند کر دیں۔

اب پاپا ہم دونوں کو ساتھ لے کر صبح کی سیر کرنے لگے۔ ہماری شوخیاں اور شرارتیں بند۔ میرے لئے دوپٹہ اوڑھنا لازمی اور علی کیلئے سر جھکا کر چلنا صبح کی سیر بلائے جان نہ بنتی تو اور کیا ہوتا...... کچھ دن ہی گزرے پھر ہم دونوں نے مختلف بہانے بنا کر صبح کی جبر ختم کر دی۔

ہماری ماما بہت دل سے اور بہت اچھا کھانا پکاتی ہیں۔ ایک دن پاپا نے بیس پچیس دوستوں کی دعوت ماما سے مشورہ لئے بنا کر دی اور انہیں ڈھیر ساری ڈشز گھر پر بنانے کا آرڈر دیا اور میں نے دیکھا وہی ماما جو انتہائی شوق سے کھانا پکاتی ہیں اور پکاتے ہوئے گنگناتی ہیں اب جھنجلا اور بڑبڑا کر برتن پٹخ رہی ہیں۔

ہماری ایک چھوٹی سی پریوں جیسی بہن ہے۔ ہم اسے پیار سے پروا کہتے ہیں اسے پڈنگ بہت پسند ہے۔ تینوں وقت پڈنگ کھلاؤ تو کھالے گی ایک دن ماما گھر پر نہیں تھیں میں نے اور حسن نے برگر کھائے اور پروا کیلئے پڈنگ بنائی۔ پروا نے پڈنگ کی ڈش پرے کر دی۔ مجھے غصہ آگیا میں نے چمچ بھر کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ ''نہیں کھاؤ گی تو زبردستی کھلاؤں گی اسی طرح''۔

''ہاں میں دونوں ہاتھ سے تمہارا منہ کھولوں گا اور تم چمچ اس کے منہ میں ٹھونس دینا''

حسن نے مزید دھمکایا۔ پروا کچھ سہم گئی اور خاموشی سے پڈنگ کھانے لگی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اور جیسے ہی اس نے آخری لقمہ لیا ساتھ ہی قے کر دی۔ اب میں غصہ کرنے کی بجائے حیرانگی سے

اس پڈنگ کی شوقین کو دیکھ رہی تھی۔ پروانے اس کے بعد بھی پڈنگ کی فرمائش نہ کی۔

ہمارے دادا ابو بہت مذہبی آدمی ہیں۔ حسن بھی کچھ ان کے رنگ میں رنگا جانے لگا ہے۔ بہت دنوں سے کہہ رہا تھا "ماما میری پینٹس اور شلواریں چھوٹی کردیں۔ ٹخنے سے اوپر شلوار پہننا سنت ہے"۔ ماما اسے جھاڑ دیتیں۔ میں بھی اس کا مذاق اڑاتی کہ بالکل اور بلاؤ لگو گے۔ مگر اس کا شوق اور ارادہ پکا تھا۔

ایک دن دادا ابو اجتماع میں حسن کو ساتھ لے گئے۔ حسن اسی دن واپس آ گیا اسکی ہیئت کذائی دیکھ کر مجھے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔ بڑی مشکل سے ہنسی روک کر میں نے اسے پھر غور سے دیکھا۔ اسکی شلوار کے پائنچے پنڈلیوں تک کٹے ہوئے تھے۔ پھر میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا حسن"

"ماما کہاں ہیں"۔ اس نے میری بات کا جواب نہ دیا۔

"اپنے کمرے میں"۔

حسن تیزی سے ماما کے کمرے میں گیا۔ میں کچھ خدشات سے ہولتا ہوا دل سنبھالتے ہوئے پیچھے آئی۔

حسن ماما سے لپٹا ہوا زور زور سے رو رہا تھا۔

"ہاں ماما میری تو اپنی خواہش تھی مگر ان وحشیوں نے قینچی پکڑ کر سب کے سامنے ماما اتنے سارے لوگوں کے سامنے بدتمیزی سے میری شلوار کے پائنچے کاٹ دیئے ماما میں نے بہت انسلٹ فیل کی۔ میں انہیں کچھ کہہ بھی نہ سکا اور سارا راستہ لوگوں کی نظروں سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتا رہا۔ حالانکہ ماما آپ جانتی ہیں مجھے کتنا شوق تھا" پھر اسکی نظر میرے اوپر پڑی وہ میری طرف آیا۔

"مریم! ہم دونوں کس قدر لڑائی کرتے تھے کہ کون بڑا ہے اور کس کو کس کی بات ماننی چاہئے۔ آج مان لو کہ میں بڑا ہوں۔ آج میں خود کو 100 سال کا بوڑھا محسوس کر رہا ہوں"۔

میں اسے کیا تسلی دیتی۔ میرا نٹ کھٹ ہنس مکھ بھائی ایکدم خاموش ہوگیا تھا۔ ہاں مگر اس حادثے نے عرصے سے الجھی سوچ کا وہ سرا میرے ہاتھ میں پکڑا دیا میں ایک عرصے سے جس کی تلاش میں تھی۔

آزادی اور جبر کا بال سے باریک فرق میری گرفت میں آ گیا ہے۔ کہ آزادی سے ملنے والی ناپسندیدہ شے بھی روح کو ایک درجہ اور لطیف کر دیتی ہے اسی لئے آزاد لوگ بڑے لوگ ہوتے ہیں اور جبر سے ملنے والی پسندیدہ شے بھی انسان کو روحانی طور پر مردہ کر دیتی ہے۔ اسی لئے جبر کو برداشت کرنے والے کبھی پورے لوگ نہیں بن پاتے۔ ذہنی، جذباتی اور جسمانی لحاظ سے یہ ادھورے ہوتے ہیں۔ ہمیں کسی ملک کے آزاد یا غلام ہونے کا فیصلہ اس میں غاصبوں کی موجودگی یا غیر موجودگی سے نہیں کرنا چاہئے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہاں جبر برداشت کرنے والے کتنے ہیں۔ مجبور ہوں تو جابر پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی جبر برداشت کرنے والا نہ ہوگا تو کوئی جبر کرنے والا بھی نہ ہوگا۔ مجھے اب آزاد لوگوں کی تلاش ہے جانے کیوں ہے پر ہے۔ ادھورے لوگ، مکمل اور پورے لوگوں کو دیکھنے کی خواہش تو کر سکتے ہیں۔

فیس ٹو فیس

انٹرویو سمیرا شفیق جڑانوالہ

پھول پینل، عامر شفیق، ناصر شفیق سدرہ

جب سے پھول میں فیس ٹو فیس کا سلسلہ شروع ہوا ہے تب سے ہمیں یہ شوق ہوا کہ کاش کوئی ہمارا بھی فیس ٹو فیس کریں آخر کو ہم بھی تو پھول کے پرانے قاری و لکھاری ہے۔ اس سلسلے میں بھائی سے بات ہوئی تو پہلے تو وہ نہ مانے لیکن پھر انہیں کچھ لالچ دیا پھر بات بنی۔ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ کو فیس ٹو فیس کی کیا ضرورت ہے۔ میں اپنی فیملی میں واحد لڑکی ہوں جو کسی رسالے کی باقاعدہ ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ لکھاری بھی ہوں میری تحریریں بھی وقتاً فوقتاً پھول میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ آپ کو لکھنے کا خیال کیسے آیا؟ آگے سے جواب یہ ملا کہ چونکہ میں پھول پڑھتی تھی دوسرے ساتھیوں کی تحریریں پھول میں دیکھ کر خیال آیا کہ ان کی جگہ میری تحریریں بھی تو پھول میں آ سکتی ہیں۔ اب تک آپ کی کتنی تحریریں پھول میں شائع ہو چکی ہیں تقریباً 35 تحریریں تو شائع ہو چکی ہیں۔ اپریل 2000ء تک جب پہلی تحریر پھول میں چھپی تو کیا تاثرات تھے؟ اس دن میں بہت خوش تھی بلکہ سارے گھر والے بہت خوش تھے اور میری تعریف کر رہے تھے۔ پھول کب پڑھنا شروع کیا۔ 1990ء سے اچھا یہ بتائیں پھول کی کونسی خوبی کی وجہ سے آپ اب تک اس کو پڑھ رہی ہیں؟ پھول کے منفرد سلسلے اس کی جدت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نیکی کرنے کے طریقے بہت پراثر انداز میں بتائے جاتے ہیں اس لئے میں نیکی کا کام کرنا پسند کرتی ہوں اور پھول مجھے نیکی کرنے پر ابھارتا ہے۔ (ثواب کمانے کا بہانہ مل گیا) چلئے یہ تو بتائیں کہ اگر فوجی حکومت کی وزیر ہوتی تو؟ پھول کو ہر سکول کیلئے لازمی قرار دے دیتی اور ساتھ ہی اپنی تحریریں پھول میں زبردستی چھپواتی ویسے آپ کو موسم کونسا اچھا لگتا ہے؟

> نیکی کے کام کرنا پسند کرتی ہوں اور پھول مجھے نیکی کرنے پہ بھی ابھارتا ہے

جب پھول کھلتے ہیں یعنی پھول تو ہر ماہ کھلتا ہے اس لئے ہر موسم اچھا لگتا ہے۔ پھول کا کون سا سلسلہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ میں پھول کے کسی سلسلے کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتی۔ پھول کا ہر سلسلہ مجھے پسند ہے۔ کیا پھول سے کبھی انعام بھی حاصل کیا ہے؟ ہاں 96ء مارچ میں کوئز کی دنیا میں انعام نکلا تھا ویسے مجھے انعام کا

کوئی لالچ نہیں۔ آپ کی کوئی خواہش؟ میری خواہش بقول شاعر

عمر اتنی تو عطا کر میرے فن کو مولا
میرا دشمن میرے مرنے کی خبر کو ترسے

آپ کو لکھنے کا خیال کیسے آیا؟ دراصل مجھے شروع ہی سے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق ہے اس شوق کو عروج تب حاصل ہوا جب پاپا جان نے نئی بکس لا کر دینی شروع کی اس دوران میرا پھول سے تعارف ہوا اور آج تک قائم ہے ان میگزین اور کتابوں کے پڑھتے ہوئے خیال آیا کہ میرا نام بھی کسی رسالے میں آئے بس پھر کیا تھا لکھنا شروع کر دیا۔ پھول کے علاوہ کس رسالے میں تحریریں چھپی۔ دراصل میں لڑکی ہوں (ہائے رے خوش فہمیاں) اس لئے کسی دوسرے میگزین کو پڑھنے کا ٹائم نہیں ملتا

سموسے روزے اور عید

تنویر حسین

انسانی پیٹ اور موٹر سائیکل کی ٹینکی میں کوئی زیادہ فرق نہیں بلکہ بعض پیٹ تو ٹینکی کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ موٹر سائیکل کی ٹینکی انسانی پیٹ سے اس لئے افضل ہے کہ اسے بھروا لیا جائے تو تین چار دن تک پٹرول پمپ کا رخ نہیں کرتی جبکہ انسانی پیٹ کو جب بھی بھرا ہے یہ ٹھیک تین چار گھنٹے بعد غذا کا طلب گار نظر آتا ہے۔ انسان گیارہ ماہ جتنے خشوع و خضوع سے اپنا پیٹ بھرتا ہے اتنے خشوع و خضوع سے نماز بھی نہیں پڑھتا۔ انسان نوافل چھوڑ دیتا ہے۔ سلاد نہیں چھوڑتا کبھی غور کریں کہ ہم دن میں کم از کم تین بار دسترخوان بچھاتے ہیں۔ پھر اس پر پلیٹیں چمچے جگ اور چنگیریں سجاتے ہیں۔ جہاد زندگانی میں' ہیں یہی مردوں کی شمشیریں' جب ماہ صیام آتا ہے تو پلیٹوں' جگوں' چمچوں اور چنگیروں کی دنیا سے انسان کسی حد تک باہر نکل آتا ہے۔ گیارہ ماہ انسان کہیں بھی چلا جائے' اس کا رزق خصوصاً چائے کی صورت میں وہاں پہنچ جاتا ہے۔

یہ رمضان شریف کی برکتیں ہیں کہ

وہ ایک "روزہ" جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار چمچوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

روزہ کیا ہے؟ واقعی مخفی عبادت ہے لیکن بعض حضرات جس طرح روزہ رکھتے ہیں (خصوصاً پیٹ میں) اور جس جاہ و جلال سے کھولتے ہیں' وہ مخفی نہیں رہتا۔ لاہور میں اگر افطار کا وقت پانچ بجے ہو تو دو بجے سے پانچ بجے تک روزہ دار اپنے اپنے کاموں سے گھر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان اوقات میں ہر گھنٹے بعد روزہ داروں کا ایک قافلہ کسی نہ کسی چوک پر ٹریفک جام کر دیتا ہے۔ ٹریفک پولیس کا کہنا ہے کہ ہم بڑے بڑے طرم خانوں کو نتھ ڈال دیتے ہیں لیکن روزہ داروں کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے۔ روزہ سے مراد اگرچہ رک جانا ہے لیکن روزہ دار کہاں رکتے ہیں۔ روزہ تقوے کی خاطر رکھا جاتا ہے لیکن افطار کے وقت لوگوں کو حلوائیوں کے پاس کھڑے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے' جیسے سموسے کے لئے رکھا گیا ہے۔ روزہ دار کے سامنے سب کچھ رکھا جائے لیکن اسے سموسہ نظر نہ آئے تو وہ دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔ ایک بیسویں گریڈ کے آفیسر نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں روزوں میں چھٹی لے کر سموسے نکالا کروں۔

روزوں کے مہینے کا مقصد یوں تو زیادہ کھانے سے باز رہنے کا ہے لیکن جتنی انواع و اقسام کے برتن اس مہینے میں بروئے کار لائے جاتے ہیں' اتنے شاید ہی کسی مہینے میں لائے جاتے ہوں۔ کھانوں کی گونا گوں تراکیب بھی اس مہینے میں آزمائی جاتی ہیں یہ

یقین آجاتا ہے کہ شیاطین رہا کر دیئے گئے

پیارے آلوؤں اور بینگنوں کی تو شامت ہی آجاتی ہے۔ وہ جائیں تو جائیں کدھر' وہ انسانی ترکیبوں پر صدقے واری ہو جاتے ہیں۔ سلیقہ شعار بیبیاں منڈیوں سے آلوؤں کی بوریاں منگواتی ہیں باورچی خانہ ترکیبوں کا آزمائش خانہ بن جاتا ہے۔

رمضان کا آخری عشرہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کا ہوتا ہے۔ جنہیں اللہ توفیق دیتا ہے' وہ اعتکاف میں بیٹھ جاتے ہیں اور جنہیں یہ توفیق نہیں ہوتی' وہ عید کی شاپنگ کرنے چل نکلتے ہیں۔

بازاروں میں کپڑے اور جوتے خوب چلتے ہیں۔

ہمارے ہاں رمضان کا چاند دیکھنے کی اتنی فکر نہیں ہوتی' جتنی فکر عید کے چاند کی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے ملک میں مردان اور پشاور میں عید ایک دن پہلے ہوجاتی ہے۔ پنجاب کے بچے عید والے دن روزہ رکھ کر پچھوں بچوں کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں کہتے ہیں کہ کاش پنجاب میں بھی چاند ایک روز قبل نظر آجایا کرے۔

ہمارے ہاں عید ڈھیر ساری خوشیاں لاتی ہے۔ جس طرح روزہ رکھنے سے دوسروں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے' اسی طرح عید کی خوشیوں میں دوسروں کی خوشیوں کا بھی احساس ہونا چاہئے۔ میٹھی عید کی سب سے زبردست ڈش ''سیویاں'' ہیں عید کے دن یہ گانا بھی اکثر سنائی دیتا ہے۔ ''چٹھی ذرا سیاں جی کے نام لکھ دے'' مطلب یہ کہ ''سیاں جی'' کو سویاں بہت پسند ہیں' اس لئے بذریعہ چٹھی انہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہوں' چھوٹی عید کی سویاں گھر آ کر کھائیں۔ سویاں کھاتے ہوئے ہمیں کوئی غیر ملکی دیکھ لے تو وہ پہلا سوال یہ کرے گا کہ آپ کوئی چیز کھا رہے ہیں یا اگل رہے ہیں۔ سویاں پلیٹوں کے حساب سے نہیں فٹوں کے حساب سے کھائی جاتی ہیں۔

ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم گاؤ تکیئے سے عید مل رہے ہیں

سارا سال مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد محدود ہوتی ہے لیکن سالانہ نمازی مسجدوں کی چھتوں اور سڑکوں پر نماز عید ادا کر کے خدا کے حضور سرخرو ہوتے ہیں۔

یوں تو عید کی نماز سب مسلمانوں پر واجب ہے لیکن سپاہی اور درزی اس نماز میں ذرا کم ہی شامل ہوتے ہیں۔ سپاہی بندوق تھامے مسجد کے باہر پہرہ دیتے ہیں اور درزی عید کی تکبیروں کے دوران سوئی کے ذریعے کاج بٹنوں پر اللہ اکبر اللہ اکبر کا ورد کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ عید چونکہ سال بعد آتی ہے اس لئے تکبیروں کے عین مطابق عمل کرنا ذرا مشکل ہوجاتا ہے۔

اللہ اکبر پر بعض لوگ سجدہ کرتے ہیں' بعض رکوع کرتے ہیں اور بعض کانوں تک ہاتھ اٹھالیتے ہیں۔ عید پڑھنے سے قبل ہی بعض لوگ اپنے شکار کو تاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد جس طرح لوگ بازو کھول کر جس جوش و جذبے اور جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا دفاع کرنے میں کمزور روزے دار خاصے بے بس دکھائی دیتے ہیں۔ وجہ محبت ہی کیوں نہ ہو' نتیجہ پسلیوں کے درد کی صورت ہی میں نکلتا ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں دو چار ایسے ہمسائے عنایت کر رکھے ہیں' جو گوشت پوست کے لحاظ سے پورے علاقے پر بھاری ہیں۔ اس لئے ہم خود سلام پھیر کر سیدھے ان کے سینے میں پناہ لیتے ہیں۔ ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے' جیسے ہم گاؤ تکیئے سے عید مل رہے ہیں۔ اس طرح کے دو تین نرم نرم لاہوری معانقوں کا مزا چکھ کر ہم مسجد سے نکل آتے ہیں۔ اردگرد ڈیکوں کی آواز بچوں کا شور و غل سن کر اور نوجوانوں کو فلمی دھنوں پر رقص کرتے دیکھ کر ہمیں یقین آجاتا ہے کہ شیاطین رہا کر دیئے گئے ہیں۔

سویاں پلیٹوں کے حساب سے نہیں فٹوں کے حساب سے کھائی جاتی ہیں

NO PROBLEM

اپنے مسئلے' اپنے حل......

O نماز کے دوران خیالات آتے ہیں......

...... عبدالستار بھٹی' وہاڑی

☆......زیادہ پریشانی کی بات نہیں' فطری بات ہے۔ آپ نماز کا ترجمہ یاد کرلیجئے اور جو جو لفظ ادا کرتے جائیں اس کا ترجمہ سامنے لاتے جایئے ذہن میں اپنے سامنے یہ تصویر کر لیا کیجئے کہ اللہ جی آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔ جتنی یکسوئی سے آپ ان کے آگے جھکیں گے' ویسے ہی محبت اور پیار سے وہ قبول کریں گے۔ خیال آتے ہیں آنے دیں۔ نماز مت چھوڑیں۔ اپنے آپ کم ہوجائیں گے۔

O فزکس اور کیمسٹری ٹف لگتے ہیں......

......محمد ارشد لودھراں

☆......اگر یہ آپ کو مشکل لگتے ہیں تو سب سے پہلے تو آپ یہ سوچنا چھوڑ دیجئے کہ یہ مشکل ہیں۔ پھر خود کو چیلنج کرکے محنت کیجئے۔ کوئی کتاب کبھی خود انسان سے مشکل نہیں ہوتی۔ خود کو ذہنی طور پر تیار کرلیجئے کہ آپ نے کرنی ہے۔ پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر مختلف گیمز اور کوئز کی صورت اسے یاد رکھیے۔ ہاں اگر آپ کا interest (دلچسپی) اس میں نہیں۔ طبیعت کے خلاف ہے تو فوراً تبدیل کرلیں۔ اور مضمون رکھ لیں۔

O ...... قلمی دوست نے خط لکھنا بند کر دیا، اسے سمجھایئے......

...... عبدالشکور ضلع مانسہرہ موگمن

☆......اے اچھے دوست! یوں دل توڑنا اچھا تو نہیں۔ دوستوں کا پیار تو ہوتا ہی مان اور قدر کرنے کیلئے ہے۔ کوئی غلط فہمی یا خفگی ہے تو فوراً بتا دو۔ دل میں رکھنا اچھا تو نہیں!

O ...... بڑی بہنوں کو باجی نہیں کہہ پاتی...... سعدیہ کلثوم بہاولنگر

☆......کوئی متبادل لفظ ڈھونڈ لیجئے۔ اکثر کام صرف اس لئے نہیں ہوتے کہ ہم خود یہ لیبل لگا لیتے ہیں

کہ ہم سے ہوگا نہیں۔ کرو ہو جائے گا ورنہ کان کھینچوں گی۔

O ...... SPECIAL COMPLIMENTS

...... شائستہ عطا' فیصل آباد

☆......آپ کے اتنے لذیذ اور پیارے "پیاز" کا بے حد شکریہ! اللہ جی آپ کا من سکھوں اور خوشیوں' روشنی اور خوبصورت پاکیزگی سے بھر دے! آمین

O ...... اپنے خلاف کارروائی کرنے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟

اشفاق چیمہ' سیالکوٹ

☆......وہی جو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے کیا ہے۔ ان سے حسن سلوک اور پیار سے ہی پیش آئیں اور ان کے حق میں دعا کریں لیکن اگر کوئی تیسرا آپ کے بارے میں ان کی غلط باتوں سے بدگمان ہو رہا ہے تو آپ اس پر واضح کر دیجئے اور خود اپنے کردار کو اتنا ثابت کرلیں کہ کوئی دوسرا بہک ہی نہ سکے۔

O ...... پڑھنے کو جی نہیں کرتا......

...... سمیعہ خادم دودھو چک

☆......سمیعہ ڈیئر! آپ پڑھائی کا سوچو ہی مت۔ اپنے کورس کو مختلف دلچسپ طریقوں سے حل کرو۔ مختلف کھیلوں کے ذریعے دوستوں کے ساتھ مل کر جیسے اگر آپ کو سائنس کا کام کرنا ہو تو آپ objestive اور Quiz بناؤ۔ ہر ایک دوست ایک الگ کتاب کی کھیلیں بنائے جیسے سائنس میں ایک ڈایا گرام ہو اور اسے واضح آپ کو کرنا ہو' آپ اسے ایک definifion (تعریف) دو اور ڈایا گرام اسے بنانی ہو۔ اس طرح اردو کے اسباق کو ترجمہ آپ انگریزی میں کرنا شروع کرو تو اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی کی اصلاح!

O ...... امی ابو میرے احساسات کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ پڑھے لکھے ہیں۔ مدثر نذیر فائق بہاولنگر

☆......یہ بہت بڑا المیہ ہے جو عام ہو چکا ہے۔ مگر مدثر اب آپ چھوٹے تو نہیں' بڑے ہوگئے ہو' بہادر بنو اپنے عمل اور باتوں میں وہ اثر پیدا کرو جو براہ راست ان کو تمہارا موقف سمجھادے۔ اگر ابو دوسروں کے سامنے ڈانٹتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ تم خوش قسمت ہو اگر تمہیں ڈانٹنے والا کوئی ہے ہاں اس طرح سے وہ زیادتی کر جاتے ہیں تو ان

باتوں کی پروا نہ کیا کرو۔ سمجھا کرو وہ اپنا catharsis کرتے ہیں۔ اپنے غصے کو باہر نکالتے ہیں۔ غور ہی نہ کرو اور اپنے مقصد کی طرف دھیان دو۔

O ...... امتحانات کی تیاری کیسے کروں؟ محمد حامد بن یوسف......

...... حافظ آباد

☆......امتحانات تو آتے ہی گزرنے کیلئے ہیں۔ بوجھ مت ڈالو۔ روزانہ کے چار گھنٹے فکس کر لو اور کتابیں بھی اپنے موڈ کے مطابق کتاب کی تیاری کرو۔ اگر اب بھی جی نہیں کرتا تو صرف نماز' قرآن پاک کی پابندی اختیار کرو اور رب زدنی علما کثرت سے پڑھا کرو۔ جب امتحانات کے دن ہوں گے تو صرف مختصر اور جامع کا اصول ذہن میں رکھ کے کتاب تھام لینا۔ خود ہی بیڑہ پار ہو جائیں گے۔ exams no problem

---

O ...... گھر سے تو کام کرنے کے ارادے سے آتا ہوں...... ٹیلر ماسٹر محمد مختار احمد

جمال' دیپالپور

☆......ماسٹر صاحب! اپنے کاریگروں کو پورے تین روز کی چھٹی دے کر آرڈرز خود تیار کریں۔ ڈریس ڈیزائننگ کا کوئی منفرد اور خوبصورت پلان بنائیں۔ اپنے کام میں عمدگی' نیا پن اور دلچسپی پیدا کریں اور پھر ریڈی میڈ ڈریسز کی طرف جائیں۔ روٹین سے بندہ اکتا ہی جاتا ہے۔

Variety is the spice of nature

اس کے علاوہ کچھ پڑھائی اور کھیل وغیرہ شروع کرو (درود پاک اور آیۃ الکرسی کو معمول بنا لو)

O ...... گھریلو ناخوشگواری کے باعث ہر سال امتحان نہیں دے پاتا...... اعظم محمود گوجرہ' ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆......اعظم صاحب آپ کا دل تو بڑا سا اور بہادر ہونا چاہئے۔ گھریلو حالات جیسے بھی ہیں یوں کرو گھر سے باہر کسی اکیڈمی یا پارک میں' کسی دوست کے ہاں' کسی لائبریری میں پڑھائی کا معمول بنا لو اور اپنا وقت مقرر کرلو اور جتنے گھنٹے گھر سے جاؤ اللہ کے سپرد کر جایا کرو۔ اس چک چک میں اپنی صلاحیتیں کیوں ضائع کر رہے ہو۔ بیوقوفی مت کرو۔ پیارے بھائی' محنت کرو' کامیابی خود آپ کے پاس بھاگ کے آجائے گی۔ میں واقعی آپ کی بہنا ہوں! اچھے بچے تو اداس نہیں ہوتے اور آپ تو پھر 28 سال کے بچے ہو۔

دادی اماں کی کہانی نے آدھے بچے بھگا دیئے

رپورٹ و اہتمام: محمد احسن اسماعیل۔۔ کمپیئرنگ: ثاقب اعجاز
تعاون: نیو مدینہ کیڈٹ سکول۔ مظفر گڑھ۔ معاونین: سیف الرحمن ہاشمی۔ نجم الحسن اسعدی۔ عمران اعجاز پھول کہانی گھر کا چوتھا پروگرام نیو مدینہ کیڈٹ سکول مظفر گڑھ میں ہوا۔ تلاوت کلام اللہ کی سعادت فیصل اکبر (سوم) نے حاصل کی۔ رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ کی شان میں لکھا ہے عقیدت فرمان نجمی شانی ہارونی نے بچھاور کیں۔ ان کے فوراً بعد کہانیوں کا سلسلہ چل پڑا اب سے پہلے سیف الرحمان ہاشمی نے اپنی کہانی (مجھے معاف کردو) سنائی اس کے بعد دیگر ساتھیوں نے احسن اسماعیل (خدا کی لاٹھی) ثاقب اعجاز (چوری سے توبہ) عمران اعجاز (رنگوں کی دنیا) ندیم عباس (یہ بادشاہت کیسی) اور اس کے بعد ہماری دادی اماں نے ہمیں بہت خوفناک کہانی سنائی۔ جس کی وجہ سے پروگرام کے آدھے بچے ڈر کر بھاگ گئے۔ محمد رمضان الحق نے مزاحیہ خبریں سنا کر سب کو فریش کر دیا۔ کہانی گھر کی صدارت سکول کی پرنسپل مس فاطمہ شیخ نے کی جبکہ مہمانان گرامی میں پروفیسر شعیب عتیق (ممتاز ماہر تعلیم) اور ہماری دادی اماں تھیں۔ نیو مدینہ سکول کے جماعت ہجم کے بچوں نے "ہم ایک ہیں" کے ملی نغمے پر خوبصورت ٹیبلو پیش کر کے شائقین سے داد وصول کی۔ پھر سکول کے بچے تیمم عباس نے عارف لوہار کی نقل کرتے ہوئے خوبصورت انداز میں گانا گایا۔ آخر میں پروفیسر شعیب عتیق نے کہا کہ پھول آج بچوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے جو کام کر رہا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ مس فاطمہ شیخ نے کہا کہ موجودہ صدی میں بچوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا جان جوکھوں کا کام ہے لیکن پھول یہ کام آسانی سے انجام دے رہا ہے۔

مصطفیٰ آباد میں کہانی گھر 10 منٹ پہلے ہی شروع ہو گیا

اہتمام و رپورٹ: ناصر حسین سندھو۔۔ مصطفیٰ آباد للیانی میں پھول کہانی گھر کے تمام ممبران شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز مقررہ وقت سے 10 منٹ پہلے ہی "حسین گارڈن" میں شروع ہوا۔ تلاوت: شہزاد ساگر۔ نعت: یاسر حسین حارث علی نے پڑھی۔ رضوان شاکر، شہزاد ساگر، قمر اقبال، محسن رضا کے درمیان مزاحیہ بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ ساجد ارسلان اور افضال نے سبق آموز کہانیاں سنائیں۔ پھول کہانی گھر کے اغراض و مقاصد ناصر حسین سندھو نے بیان کئے۔ پھول کہانی گھر کے عہدوں کیلئے نئے ساتھیوں کا چناؤ ہوا۔ صدر ناصر حسین سندھو، نائب صدر یاسر اسلم، جنرل سیکرٹری شہزاد ساگر، باقی ممبران قمر، رضوان، محسن، حارث، ساجد، ارسلان، افضال، احسن رضا تھے۔ آخر میں حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

دھریالہ جالپ کے کہانی گھر میں مہمان خصوصی 30 برس پیچھے چلے گئے

رپورٹ و اہتمام (محمد فاروق اعظم صدیقی) پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ سعادت عمر فاروق نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد مقابلہ نعت خوانی ہوا سب سے پہلے یاسر مسعود نے نعت پڑھی اس کے بعد دیگر سے وقاص رحیم، توقیر احمد، محمد حسنات، نجم افضال اور منصور احمد ساگر نے نعت پڑھی۔ منصور احمد شاکر نے خوبصورت آواز اور میٹھے الفاظ میں درس قرآن دیا۔ میں نے مہمان خصوصی اور شرکاء پروگرام کو پھول کہانی گھر دھریالہ جالپ کے قیام کے اغراض و مقاصد بتائے اور کہانی "آسان نیکیاں" سنا کر پروگرام کو آگے بڑھایا۔ بدر منیر، عمر فاروق، شاہد سلیم اور عمیر سلیم نے خوبصورت باتیں کہانیوں کی صورت میں سنائیں۔ نوید حسن نے پیاری آواز میں بہترین لطیفے سنائے۔ اس پروگرام کے مہمان خصوصی گورنمنٹ ہائی سکول دھریالہ جالپ کے سینئر ٹیچر محمد سلیم باجوہ تھے۔

انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں نے مجھے اس پروگرام میں بلا کر 30 سال پیچھے جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر انہوں نے بہت سی خوبصورت اور اچھی باتیں بچوں کو سنائیں۔

دشت تولگی میں پہلی بار "پھول" کہانی گھر

رپورٹ: (حمل امین بلوچ دشتی) تقریب کا آغاز منظور جنگ نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ پھر نعت رسول مقبول کاکا احمد نے سنائی۔ مستری دلدار دیلو نے بلوچی کہانی "مشین شری دروچ" سنائی۔ (ریٹائرڈ جج) پیر محمد کرتا نے اپنی بکری پر پیش آنے والا واقعہ "گیدڑ اور بکری" سنایا۔ جسے سن کر سامعین کی آنکھیں دکھ سے نم ہو گئیں۔ مٹھی عثمان نے برکت والا جن سنائی۔ خدا بخش نے بالوں کی جدید کٹنگ کے فارمولے بتائے۔ تاج محمد عرف تاجک نے کبری براتی بیت اور کرنگ کے دورے کی تفصیل سنائی۔ چچا اسحاق چکوری نے اپنے "وفادار گدھے" پر ایک نظم ترنم سے سنائی۔ رمضان ایمان نے اپنے پالتو گدھے، مرغیاں، بکری اور اونٹ کی تعریف کی۔ میران لالا نے ایکشن بھری آئٹم پیش کی۔ پروگرام کے آخر میں ناظم رسول بخش، داد محمد، چکند، یار محمد، مراد محمد، کریم داد، رحیم داد، جیا تان لوڈ، رحیم بخش، محمد بخش، گاجیان سرود، عبداللہ سرود، حسین ریش، بجا گی، کریم بخش، دلمراد داد اور غلام رسول گلوڑ نے کلام پیش کیا۔

چک دوبرجی میں شرکا زبردستی انعام لے گئے

پسرور چک دوبرجی (رپورٹ سیہ ناز) پروگرام کی صدارت امی نے کی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت کہانی گھر کی صدر نے ہی حاصل کی۔ نعت رسول مقبول صبا رحمن نے پڑھی۔ گلاب کے پھول نے زندگی بدلی۔ تہمینہ یاسمین نے سنائی۔ ثمینہ نے وطن کی مثال اور صائمہ سحر نے بابا ہوٹل سنائی۔ عابدہ اور نصرت نے جیوے جیوے اور سمیرا انجم نے جنون اور عشق سے ملتی ہے آزادی سنائی۔ شائلہ نے علم کی شان سنائی۔ چھوٹے بچوں نے محمد: دل دل پاکستان شازیہ نے میرے پیا نظم سنائی اور اتنی اچھی پرفارمنس دی کہ سب نے دوبارہ کی فرمائش کر دی۔ باجی ثمینہ نے بچوں کو ان کے فرائض سمجھائے۔ اور عبدالمنان نے تلاوت آخر میں کی اور زبردستی اپنے لئے انعام رکھوا لیا۔ پہلا انعام مشترکہ طور پر ثمینہ اور تہمینہ کو دوسرا سمیرا انجم کو اور تیسرا شازیہ کو اور چوتھا صائمہ اور عبدالمنان کو دیا گیا۔

ترنڈہ محمد پناہ میں "اقبال" کی یاد میں کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: شبیر احمد ملک، شہزاد قاسم۔ تعاون: خلیل کریانہ مرچنٹ
پروگرام کا آغاز حافظ عظیم بخش کی تلاوت سے ہوا۔ نعتیہ کلام عبید الرحمن فاروقی نے پیش کیا اور حاضرین سے داد سمیٹی۔ اس کے بعد عبدالہادی نے علامہ اقبالؒ کے چند بہترین اشعار پڑھے اور تشریح بھی کرتے رہے۔ پھول خلیل احمد نے اقبالؒ کی زندگی کے سنہری اصول بیان کئے۔ بعد میں مسعود اقبال نے تقریر علامہ اقبال کا خواب اور پاکستان کا مستقبل۔ سنائی اور حاضرین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کمپیئرنگ شبیر احمد شہزاد نے کی اور آخر میں صدر پھول کہانی گھر شبیر احمد ملک نے آنے والے سب معزز مہمانوں کو چائے پیش کی۔

سیت پور میں پہلا پھول کہانی گھر

رپورٹ: خواجہ فراست عباس اہتمام: معین اطہر۔۔ کہانی گھر کا آغاز علی افضل صدیقی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نعت رسول مقبول عابدہ ملک نے پیش کی۔ مہمان خصوصی ہماری نانی مس بی بی تھیں جنہوں نے اپنی زندگی کے چند خوبصورت واقعات پیش کئے۔ صدف قیصر نے مجرم کون سنائی۔ ماریہ باقر نے توتلی زبان میں نظم ہاتھی میرے ساتھی سنائی۔ عبدالمحسن صدیقی نے لطیفہ سنایا جسے سن کر سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ نازیہ بتول نے کہانی وطن کی خاطر سنائی۔ عروج فاطمہ نے نظم پیارا طوطا سنائی۔ علی حسین صدیقی نے ملی نغمہ سنا کر جان چھڑائی۔ فراست عباس اور نعمان رضا صدیقی نے خاکہ پیش کیا۔ جس سے سب محظوظ ہوئے۔ معین اطہر منہ بسورے ایک طرف کھڑے تھے۔ ہم نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے اچھل کود کر گانا سنایا۔ احمد قیس نے ملی نغمہ ہمارا وطن سنا کر خوب داد وصول کی۔ آخر میں بچوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ پھول کے شمارے بھی تقسیم کئے گئے۔

بارات کی بس میں کہانی گھر

اہتمام: ایم اے ناز۔ صدارت: شبیر احمد آصف۔۔۔ رپورٹ: اللہ جوایا طاہر۔
معاونین: نعمان خالد علوی، عبدالمالک جنید، محمد ندیم چوہدری، سعید احمد ناصر
وڑائچ برادرز کی بس برات۔ شادی کیلئے بک تھی خوش قسمتی سے سبھی ساتھی ایک ہی بس میں اکٹھے بیٹھ گئے بس منزل کی طرف رواں دواں تھی کچھ فاصلہ طے کیا تھا ماہدولت (اللہ جوایا طاہر) نے آئیڈیا دیا کہ شبیر بھائی بس میں پھول کہانی گھر قائم کیا جائے تو سبھی ساتھیوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔ بس کو رکوا کر دوسری بس سے کاشف منیر کے دادا میاں بشیر احمد کو اس بس میں لایا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا نعت رسول مقبول کے بعد اظہر حفیظ نے میں بھی اچھا انسان بنوں گا کے عنوان سے خوبصورت نظم سنائی شبیر احمد آصف نے آنسو اور منیر احمد ناز نے خیالی پلاؤ کے عنوان سے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں سنائی۔ منزل مقصود سے چند کلومیٹر پہلے پھول کہانی گھر کا پروگرام مکمل ہوا۔

الہ آباد کے کہانی گھر میں نانی اماں کی پراسرار کہانی

رپورٹ و اہتمام: نسیم الحق زاہدی۔ کمپیئرنگ: خالد جاوید خالد۔۔ بشکریہ خصوصی تعاون آرائیں بلڈنگ میٹریل سٹور الہ آباد اینڈ مون فوٹو سٹیٹ ہاؤس۔۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سعادت حافظ محمد ندیم ہاشمی نے حاصل کی نعت رسول مقبول کاشف اعجاز نے پڑھی سب سے نانی جان نے بچوں کو ایک پراسرار کہانی جادو کا چرخا سنائی بچوں نے اس کہانی کو کافی سراہا اس کے بعد بچوں نے "منشیات کی روک تھام کیسے ممکن ہے" کے عنوان کے تحت اپنی رائے کا اظہار کیا۔ مہمان خصوصی مقبول احمد بھٹی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ اور محمد طیب خلیق ایم اے اسلامیات تھے جس نئے آنے بچوں کو پھول سے متعارف کروایا گیا۔ شرکا میں عبدالخالق اخلاق، ہلو، عاطف اعجاز، کاشف، مرزا نواز، طاہر محمود، فرزانہ کوثر، واصیہ، سلمیٰ، فرح نسرین، نیلا بی بی تھے۔ اول دوم سوم آنے والے بچوں کو پھول کا نیا شمارہ بطور گفٹ دیا گیا اس طرح یہ ہنستا کہانی گھر اختتام پذیر ہوا۔

احمد پور شرقیہ کے کہانی گھر میں بادشاہوں کی کہانیاں

رپورٹ: سیدہ سحرش منور۔ اہتمام: سعدیہ شہزاد، سدرہ [illegible]۔۔ تلاوت: سعدیہ شہزاد نے کی۔ [illegible] نعت: شبینہ نے پڑھی۔ ماہدولت نے [illegible] سے پہلے کہانی شاہ [illegible] نے اقوال [illegible] سنائے۔ عمر [illegible] نے بادشاہ [illegible] سنائی۔ حمیرا مغل نے بادشاہ کا انصاف سنائی۔ کچھ [illegible] وہ کہانیاں باد[illegible] وغیرہ کے متعلق تھیں غزالہ نے مزے کے [illegible] سنائے۔ پھر نورین نے [illegible] سنایا۔ سمیرا نے سائنس کے کرشمے کہانی سنائی۔ نوشین نے چالاک [illegible] سنائی۔ مہمان خصوصی ہم نے اپنی بہت اچھی مس ارم کو بنایا۔ مس ارم نے کہانی گھر کو بہت پسند کیا۔

اتنی سی بات

آسیہ کنول ملتان

''گل زیب کو علم بھی تھا کہ میں نے آج تھرڈ پیریڈ اٹینڈ کرنا ہے'' کہہ کر گئی تھی ''بس ایک منٹ میں آئی'' اور اب ایک گھنٹہ ہونے کو ہے۔ اگر وارڈن نے روم چیک کر لیا تو شامت آجائے گی۔ سارا روم کباڑ خانے کا منظر پیش کر رہا ہے' میں نے جلدی سے اسکی بیڈ شیٹ درست کی' اس کے کپڑے ہینگ کئے' جوتے ریک میں رکھے' اپنی کتابیں اٹھاتے ہوئے میں سوچنے لگی...... گل کیسی لڑکی ہے......؟ ہر وقت دوسروں کے کاموں میں اپنے آپ کو ہلکان کرتی رہتی ہے۔ ساری دنیا کو سدھارنے کا ٹھیکہ اسی نے لیا ہوا ہے' کبھی کسی لڑکی کی منفی سوچ بدلنے میں کوشاں ہے تو کبھی رویوں کی اصلاح چاہتی ہے۔ کہتی ہے دیکھ لینا' عائشہ ملک! یہ جو تم نے خود پسندی کا خول چڑھا رکھا ہے نا...... میں اس کو توڑ کر رہوں گی۔ اگر اس نے کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں یہ روم ہی چھوڑ دوں گی۔ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ...... کوئی اور اچھی روم میٹ مل جائے گی۔ میں غصے سے بڑبڑانے لگی' گل سے دوستی کرنے کو جی تو چاہتا ہے لیکن ہر بار اسکی کچھ عادات وہم سے میرے سامنے آجاتی ہیں اور میں ماتھے پر شکنیں ڈال کر حتمی فیصلہ کر لیتی ہوں کہ گل سے دوستی ناممکن۔ اسے تو خدمت خلق سے ہی فرصت نہیں ملتی ہر کسی کے درد کا درماں تو گویا اسی کے پاس ہے مجال ہے کہ کبھی اکیلے میں اس سے بات ہو سکے' دو چار لڑکیاں آگے اور دو چار پیچھے اور درمیان میں یہ ملکہ بنی پھرتی ہے۔ میں گل کو سوچتی ہوئی ہوسٹل کا گیٹ عبور کر کے تھرڈ پیریڈ اٹینڈ کرنے کے لئے کمرہ نمبر 17 کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ گل کی کھنکتی ہوئی آواز میرے کانوں تک پہنچی' میں نے مڑ کر دیکھا' وہ ایک انجان لڑکی کا ہاتھ تھامے اور اپنے دوسرے ہاتھ سے اس پر آہستگی سے اعتماد اور عزم سے دباؤ ڈالتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔ (اس سے پہلے کہ میں اس کی خبر لیتی' صبح سے ہوسٹل سے غائب رہنے پر) گل میری جانب بڑھی اور میرے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہنے لگی اس سے ملو یہ ہے میری سب سے پیاری اور پرانی دوست صبا حیدر' جسے میں بالآخر یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گئی ہوں' کیا مطلب...... میں کچھ بھی نہیں......!!! میرے چہرے پر حیرانی اور پریشانی کا رنگ دیکھ کر مسکرا کر کہنے لگی' صبا میرے گاؤں میں رہتی ہے' صبا کے والدین بیٹیوں کو زیادہ پڑھانے کے حق میں نہیں تھے' میں نے بھی عزم کر رکھا تھا کہ اپنی ہونہار دوست کو ریگولر پڑھنے اور ہوسٹل میں رہنے کی اجازت اسکے والدین سے لیکر رہوں گی اور دیکھو میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی ہوں مجھے اس کے چہرے پر خوشی کی قوس قزح نہ بھائی' میں نے بڑے لاپروا انداز سے کہا اتنی چھوٹی سی بات پر ایسا جوش و خروش...... میں نے یہ کہہ کر رخ پھیر لیا' گل نے برا سا منہ بنا کر کہا کہ تمہاری بھی گاؤں میں کوئی دوست ہوتی تو تمہیں خبر ہوتی کہ بچپن کی دوست کتنی عزیز اور اس کی دوستی کتنی سچی اور پکی ہوتی ہے۔ گل کی اس بات پر مجھے ایک دھچکہ سا لگا۔

''دوست'' بچپن کی دوست...... گل کے ادا کئے ہوئے ان الفاظ نے میرے دماغ پر یورش کر دی' اچانک میرا دل جذبات اور ذہن خیالات سے بھر گیا' میری آنکھوں کے سامنے سے ایک دبیز پردہ ہٹتا چلا گیا اور سانولی رنگت تیل سے چپڑے کالے بال' پتلی ناک چمکتی ہوئی آنکھوں والی معصوم سی صورت ابھرتی چلی گئی ''میراں'' ''ہاں ہاں......!!!

''امیراں بی بی'' اس نام کے لبوں پر آتے ہی میری پیشانی پر سلوٹیں بڑھتی اور گہری ہوتی چلی گئیں میں اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی کلاس میں جانے کی بجائے گراؤنڈ کی طرف چل پڑی' گراؤنڈ کے ایک کونے میں رکھے ہوئے بنچ پر بیٹھ کر اردگرد سے بے نیاز ہو کر ماضی کے بند دریچوں کے پٹ کھولنے لگی'

عاشی! مجھے تیرا گھر بڑا اچھا لگتا ہے۔ اتنا صاف ستھرا...... مٹی سے لپا ہوا...... سوندھی سوندھی خوشبو لئے ہوئے...... چاروں طرف سے لہلہاتے کھیتوں کے درمیان......

لگتا ہے تیری اماں کو گھر کی صفائی ستھرائی کے سوا کوئی کام ہی نہیں' میراں نے اپنا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے کہا "پتہ نہیں میراں تو ہر چیز کو کس دل اور نگاہ سے دیکھتی ہے؟ میں نے تو کبھی ان میں خوبصورتی محسوس نہیں کی...... اچھا چل چھوڑ ان باتوں کو یہ بتا کہ کیا تیرے پنڈ میں لسی نہیں ملتی۔ میرے اس سوال پر میراں نے مجھے گھور کر دیکھا' جیسے اسے اس سوال کی ہرگز توقع نہ تھی کہنے لگی ملتی ہے ضرور ملتی ہے پر اسے لسی نہیں کہہ سکتے ہیں تو لگتا ہے پانی ہے۔ جس کا رنگ بدلا ہوا ہے جب ایک گھر میں لسی کے لئے پندرہ برتن آئیں گے تو پھر ایسی ہی لسی ملے گی۔ تیرا گھر دور ہے لسی تو گاڑھی ملتی ہے سارا دن بس اسی پر گزارہ ہوتا ہے۔ اور لسی کے بہانے روز تجھ سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے۔

میراں لسی کی گڑوی اٹھا کر جانے لگی' دو قدم چل کر پلٹ آئی اور میرے ذرا قریب آ کر راز دارانہ انداز میں کہنے لگی عاشی! میں دوپہر میں آؤں گی۔ سونا نہیں' اپنے ساتھ گڑیوں والا ڈبہ بھی لاؤں گی۔ باہر تالی کے نیچے کھاٹ ڈال دینا"

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم دونوں پانچویں کا امتحان دیکر فارغ تھیں ہم دونوں نے خوب محنت کی تھی اکٹھے بیٹھ کر پڑھتے تھے پیپرز ختم ہوئے تو ہم دونوں کو بوریت نے آن لیا میں تو میراں کے گھر نہیں جاتی تھی میراں خود ہی ہر دوسرے تیسرے روز مجھ سے ملنے آ جایا کرتی تھی' اس روز بھی وہ دوپہر کو آنے کا وعدہ کر گئی' میراں کو وعدے کرنے اور نبھانے کا بہت شوق تھا جبکہ میں شروع سے لیکر اب تک اس عادت کو نہیں اپنا سکی' حسب وعدہ میراں موسم گرما کی چلچلاتی اور آگ برساتی دوپہر میں کھالوں کو عبور کرتے ہوئے اونچی نیچی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر سے ہوتی ہوئی وقت مقرر پر آ دھمکی اور میں نے اس خیال سے کہ بھلا اتنی دوپہر میں میراں کیسے آ سکتی ہے؟ نہ باہر کھاٹ ڈالی اور نہ اس کا انتظار کیا میراں کو پسینے میں شرابور دیکھ کر میں نے مصنوعی خفگی سے کہا کہ اتنی شدید گرمی میں تو نے ضرور آنا تھا۔ تجھے کچھ ہو جاتا تو پھر...... میراں اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی۔ عاشی مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ تو نازک نخرے والی ہے' میں ں!!! تو نے کبھی میری اماں ابا کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا۔ نہیں میں نے نفی کی صورت میں گردن ہلائی۔ میں نے دیکھا ہے میراں نے کہا جب وہ کھیتوں میں کام کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ کھجور مالٹے اور آم کے درخت ہیں جن پر گرمی اور کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔ شدید گرمیوں میں ان کے سایوں میں ٹھنڈک ہوتی ہے تو شدید سردیوں میں گرماہٹ......!!! میں بھی اماں ابا جیسی ہی ہوں' یہ کہہ کر میراں نے میرا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور بولی۔ "دیکھ میرا سر گرمی میں کیسے تپ رہا ہے لیکن میرے اندر تو کہیں گرمی نہیں' ٹھنڈ ہی ٹھنڈ ہے سکون ہے...... خوشی ہے...... لگن ہے!!! یہ خوشی اور لگن ہی تو مجھے یہاں تک لے آتی ہے پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی باہر کا موسم ایسے جذبوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا!!!

پانچویں کلاس کا رزلٹ آیا تو میری فرسٹ پوزیشن آئی اور میراں کی سیکنڈ' ہم دونوں بہت زیادہ خوش تھے میراں کو آگے پڑھنے کا بہت شوق تھا گرلز ہائی سکول پنڈ سے کافی فاصلے پر تھا' میرے گھر کا ماحول خاصا تعلیمی تھا میرے دو بڑے بھائی پہلے ہی دوسرے شہر میں ہوسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے اس لئے چھٹی کلاس میں میرا ایڈمیشن ہونا یقینی تھا جبکہ میراں کو کچھ پریشانی تھی لیکن جلد ہی میراں نے اپنے والدین کو راضی کر لیا داخلے کھلنے میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا لیکن یونیفارم کے ساتھ سب لڑکیوں کو سکول میں آنے کی اجازت تھی تاکہ باہر سے آنے والی لڑکیوں کو سکول اور سیکشن سے کچھ واقفیت ہو جائے ہم دونوں نے داخلہ ہونے تک "ڈی سیکشن" میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا میراں نیا یونیفارم پہن کر آئی تو مجھ سے کہنے لگی میں کیسی لگ رہی ہوں۔ میں نے دبی دبی ہنسی کے ساتھ کہا پینڈو پروڈکشن' لگ رہی ہے...... میں نے انگلی سے اس کی حد سے زیادہ لمبی قمیض اور اس پر لگی دو جیبوں کی طرف اشارہ کیا تو میراں چمک کر بولی تو کیا جانے لمبی قمیض کا راز چند دنوں کی شرمندگی سے سہہ لوں گی اماں کہہ رہی تھی کہ قد بڑھ رہا ہے اور اگلے دو سال تو نے یہی وردی چلانی ہے۔ عاشی! توبہ ہے تجھے تو بس ہر بات پر دانت نکالنے ہی آتے ہیں میراں میری کسی بات کو دل پر نہیں لیتی تھی بس اس کی یہی بات مجھے بھاتی تھی۔ ایڈمیشن ہونے سے پہلے ہی سیکشن ڈی کی کئی سلجھی ہوئی شہری لڑکیاں میراں کی دوست بن گئیں میراں نے نئے ماحول اور نئی تبدیلیوں کو اتنی جلدی قبول کر لیا کہ میں تو حیران ہی رہ گئی۔ میراں میں اتنی جلدی نئی اور اچھی تبدیلی دیکھ کر مجھے جیلسی ہونے لگی اور حسد تو ایک ایسی بیماری ہے جس کا سوائے موت کے اور کوئی علاج نہیں۔ حسد کے ساتھ ساتھ شک کا خاردار پودا بھی میرے اندر اگنے لگا تھا ایک معمولی سے کسان کی بیٹی کی دوستی اتنی سلجھی ہوئی امیر لڑکیوں سے کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سوال نے مجھے بہت پریشان کر رکھا تھا ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد پیر کے روز جب ہم دونوں نے فارم جمع کروانے تھے صبح سویرے میراں بہت گھبرائی ہوئی آئی اور کہا "عاشی! میرا سرٹیفکیٹ...... کیا ہوا تمہارے سرٹیفکیٹ کو؟ میں نے پوچھا "عاشی! وہ...... وہ...... سرٹیفکیٹ یونیفارم کی جیب میں تھا۔ میراں بات کرتے کرتے رک گئی۔ پھر کیا ہوا؟ میں نے اس کا بازو ہلایا۔ کل رات جب میں سوئی ہوئی تھی تو اماں نے میری یونیفارم دھو دی اور سرٹیفکیٹ جیب میں......!!! میراں نے یہ کہہ کر جلدی سے اپنی مٹھی کھولی تو اس میں سرٹیفکیٹ کے چیتھڑے تھے' میراں نے امید بھری نظروں سے مجھے دیکھا "عاشی" استانی جی نیا سرٹیفکیٹ تو بنا دیں گی نا......؟

بس اس کمزور لمحے میں نے دوستی جیسے نازک اور خوبصورت بندھن کو خود غرضی اور حسد کی بھینٹ چڑھا دیا جلن اور حسد کے بھانبڑ جو کئی روز سے میرے اندر بھڑک رہے تھے انہوں نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور قول آخری ہے کہ جب شک دل کے دروازے میں داخل ہوتا ہے تو محبت دوسرے دروازے سے چپکے سے باہر نکل جاتی ہے میرے ساتھ بھی بالکل ایسے ہی ہوا میں نے میراں کے سوال کا جواب انتہائی ہوشیاری چالاکی اور خود اعتمادی سے یوں دیا کہ جب میں سرٹیفکیٹ لینے استانی جی کے پاس گئی تھی تو انہوں نے کہا تھا سرٹیفکیٹ سنبھال کر رکھنا گم گیا تو میں نیا ہرگز نہ بنا کر دوں گی۔ میں نے ابھی صرف اتنی سی بات ہی کہی تھی کہ میراں غمگین صورت بنا کر مزید کچھ کہے سنے بغیر چلی گئی۔

اگلے روز سکول میں میراں کو دیکھ کر مجھے بہت حیرانی ہوئی' میرے چہرے کے تاثرات پڑھ کر کہنے لگی۔ "عاشی! میرا بس آج آخری دن ہے میں پھر کبھی سکول نہیں آؤں گی اماں کہہ رہی تھی کہ ہم غریبوں کی قسمت میں آگے بڑھنا ترقی کرنا لکھا ہی نہیں' جو ذرا سا ہمت کر کے کوشش کر کے اپنے آپ کو حالات کو بدلنا بھی چاہے تو ابتدا ہی میں اس کو ایسی شدید ٹھوکر لگتی ہے کہ وہ منہ کے بل گر جاتا ہے اتنی شدید چوٹ سے رہی سہی ہمت بھی ختم ہو جاتی ہے اب نہ تو وہ خود اٹھ سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اس کو اٹھانے اور اس کے زخم پر مرہم رکھنے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ اس روز میراں بہت اداس تھی سکول کی ہر چیز کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی اور میں خاموش تماشائی بن کر اس کی ہر حرکت کو نوٹ کرتی رہی۔ میرا ایڈمیشن ہو گیا اور میں اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گئی میراں سے ملاقات کئے ہوئے دو ماہ گزر گئے تھے کہ اچانک ایک روز......

میری یادوں کی ٹرین چھک چھک کرتی ہوئی ٹیڑھے میڑھے راستوں سے ہوتی ہوئی ابھی اپنے سٹیشن تک نہ پہنچی تھی کہ عنبرین کی تیز آواز میرے کانوں میں

گونجی۔ محترمہ عائشہ! ”کن خیالوں میں گم ہو...... انگلش کی کلاس کس نے اٹینڈ کرنی تھی......؟ میں نے جلدی سے اپنے حواس پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا وہ......وہ...... بس......ایسے ہی موڈ نہیں تھا۔ اچھا تو اس لئے عائشہ صاحبہ صاف ستھرے ماحول اور خوشگوار فضا میں سوچوں کے سمندر میں غرق ہو کر موڈ فریش کررہی ہیں عنبرین نے ہنستے ہوئے کہا لگتا ہے اپنوں کی یاد ستارہی ہے تو اس ویک اینڈ پر گھر چلی جانا یقینا تمہارے گھروالے بھی تمہارے لئے بہت اداس ہوں گے میں نے یونہی خالی الذہن ہاں کی صورت میں گردن ہلادی۔

میں اس وقت تنہائی چاہتی تھی لیکن عنبرین مجھ سے چپک کر بیٹھ گئی۔ عنبرین کو ہر بات شیئر کرنے اور ہر مسئلہ ڈسکس کرنے کی عادت ہے بہت گہرائی میں سوچتی ہے ہرپل اس کی زبان پر شکر کی گردان رہتی ہے اللہ کا شکر ہے کہ میری ملاقات فلاں اچھے شخص سے ہو گئی جس سے میری سوچ بدل گئی انداز فکر بدل گیا اللہ کا شکر ہے کہ مجھے فلاں اچھی کتاب مل گئی ورنہ اس ٹاپک کے بارے میں اتنی انفارمیشن میں کیسے حاصل کرتی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے میری اتنی لائق سمجھدار اور ہمدرد لڑکی سے دوستی کرا دی۔ وغیرہ وغیرہ!!! اب جبکہ مجھے نہ تو کچھ سنائی اور بجھائی دے رہا ہے عنبرین نے پھر شکر کی گردان دہرائی' عاشی! اللہ کا شکر ہے جو میں نے آج انگلش کی کلاس لے لی۔ آج میں نے کولرج کی نظم "The Rime of the Ancient Mariner" کا پارٹ سیون پڑھایا تھا عاشی اس نظم کا اختتام ہمارے خیالات کے بالکل برعکس ہوا ہے۔ کولرج نے اس نظم کے اختتام پر ایک چھوٹی سی نصیحت آموز بات لکھی ہے جس نے ایک طویل اور پراسرار نظم کو خوبصورتی سے بھردیا ہے اس نے لکھا ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق سے محبت کرنی چاہئے خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو“

اب دیکھو نہ میرینر نے غصے میں آکر ایک معصوم پرندے کو حقیر جان کر قتل کر ڈالا اس معصوم پرندے کو مارنے کی وجہ سے میرینر کو اتنی طویل سزا بھگتنی پڑی اس نے پھر اللہ سے معافی مانگی اس غلطی کی وجہ سے ہلاکت کے قریب تھا تو اس کی نظر سمندر کے چھوٹے چھوٹے سانپوں پر پڑی تو بے اختیار اس کے منہ سے سانپوں کی تعریف میں دو چار جملے ادا ہو گئے اللہ کی شان دیکھو معافی دی بھی تو پرندے سے بھی حقیر سانپوں کی تعریف کرنے پر...... واہ“ کیا خوبصورت اختتام تھا۔

عنبرین کے جانے کے بعد وسل بجی اور میری یادوں کی ٹرین پھر سے دھواں چھوڑتی ہوئی چھک چھک کرکے چلنے لگی۔ اچانک ایک روز میراں میرے گھر آئی' حال احوال پوچھے بغیر ہی کہنے لگی عاشی تو نے جھوٹ کیوں بولا...... تو نے مجھے دھوکہ کیوں دیا...... میں نے تو تیری بات پر اعتبار کر لیا تھا پر تو نے مجھ سے کس بات کا انتقام لیا ہے۔ تجھے پتہ تھا کہ مجھے پڑھنے کا کتنا شوق ہے میں چاہتی تھی کہ میں پڑھ جاؤں گی تو اپنے بہن بھائیوں کو پنڈ کے بچوں کو اپنے گھر میں پڑھایا کروں گی۔ انہیں کھیتوں میں کام نہ کرنے دوں گی' انہیں تمیز سکھاؤں گی تہذیب سکھاؤں گی...... نئی راہیں دکھاؤں گی۔ تو نے تو میرے خوابوں خواہشوں کا گلا ہی گھونٹ دیا۔ عاشی! ”بول تو نے ایسا کیوں کیا......؟“ میراں نے میرا بازو ہلاتے ہوئے کہا۔ اپنی انسلٹ بھلا میں کب برداشت کرنے والی تھی۔ جتنی تیز اور تیکھی آواز میں ”میراں“ بولی تھی' میں نے بھی اپنا والیم تیز کرلیا اور گرج کر کہا مجھ پر الزام دھرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری اتنی سی بات (کہ استانی جی نے کہا تھا کہ سرٹیفکیٹ سنبھال کر رکھنا' میں نیا ہرگز نہ بنا کر دوں گی) سے کیا ہوگیا۔ میں نے اس دن غصے میں بس ایسے ہی کہہ دیا تھا' اللہ نے عقل دی ہے چلی گئی ہوتیں استانی جی کے پاس نیا سرٹیفکیٹ بنوانے......!!! میراں بڑے صبر وضبط کے ساتھ کھڑی تھی ایک دم اس کی آواز گھمبیر ہوگئی اور کہنے لگی' پہلے تو میں نے تیری بات پر اعتبار کرلیا' کچھ روز کے بعد اماں کے کہنے پر میں استانی جی کے پاس نیا سرٹیفکیٹ بنوانے گئی تو انہوں نے فورا بنادیا' جب سرٹیفکیٹ لے کر سکول گئی تو داخلے بند ہو چکے تھے ہمارے پاس نہ رشوت تھی' نہ سفارش' ابا داخلہ کیسے کرواتا؟ مایوسی سے ابا نے مجھ سے کہا کہ کرلی ضد پوری میں تو پہلے ہی تجھے آگے پڑھانے کے حق میں نہ تھا۔ بس تیری ماں اور عائشہ کی وجہ سے اجازت دے دی تھی۔ تیری قسمت نے ہی ساتھ نہیں دیا۔ بس اب گھرداری سیکھ اور گھر کو سنبھال' یہی بیٹیوں کو زیب دیتا ہے“۔ عاشی! تو کیسی دوست ہے کہ جھوٹ بول کر بھی شرمندہ نہیں کیا تجھے صرف اپنے آپ سے محبت ہے......؟ میراں کچھ دیر توقف کے بعد یوں گویا ہوئی' عاشی! اللہ تجھے اتنا خوش رکھے کہ میں تجھے کبھی یاد نہ آؤں اور ہاں کبھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو میری طرف کبھی پلٹ کر نہ آنا' کبھی نہیں...... یہ میراں کی آخری خواہش ہے ہوسکے تو اس خواہش کو پورا ہونے دینا' یہ کہہ کر میراں چلی گئی۔

سات سال بعد اگر آج صبح والا واقعہ پیش نہ آتا تو مجھے میراں کبھی یاد نہ آتی ان سات سالوں میں میری بھی کئی دوست بنیں لیکن ان میں سے کسی کا بھی ساتھ پائیدار ثابت نہیں ہوا کوئی بھی تو میراں جیسی مخلص نہ تھی' پرخلوص بے لوث چاہنے والی...... میں شاید لاشعوری طور پر ان سات سالوں میں میراں جیسی لڑکی تلاش کرتی رہی' جو میری ہر بات مانے میری رائے کو اہمیت دے میں اس کا مذاق اڑاؤں وہ تب بھی میرے گن گائے لیکن کوئی میراں جیسی پرخلوص اور سادہ طبیعت کی ہوتی تو تب نا......!!!

سات سال بعد آج صبح میراں مجھے یاد آئی ہے تو اس حالت میں کہ میرا سر احساس ندامت سے جھکا ہوا ہے آنکھیں نم آلود ہیں میرے ذہن کی سکرین پر میراں کی دھندلی سی تصویر اس طرح سے ابھری ہے کہ کبھی کبھی کھیتوں میں درانتی سے گھاس کاٹتے ہوئے اور کبھی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر سے ہوتی ہوئی اپنی زندگی کے دن پورے کررہی ہے جس کا نہ کوئی خواب ہے نہ خواہش...... دوسروں کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور ہے ابھی ابھی ہوا کے اس خوشگوار جھونکے میں میرے دل میں امید کی کرن پھوٹی ہے کہ میں میراں سے معافی مانگوں گی۔ اس سے کہوں گی کہ میں نے جھوٹ بولا تھا میں اس وقت یہ بات نہیں جانتی تھی کہ میری اتنی سی بات سے ایک مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ ایک زندگی تباہ ہو جائے گی اچانک ہی ہوا کے دوسرے جھونکے کے ساتھ سسکیوں بھری آواز آئی میری طرف کبھی پلٹ کر نہ آنا یہ میراں کی آخری خواہش ہے۔

اس پریشان کن صورت حال میں مجھے Mariner نظر آیا جو منتظر نگاہوں سے کشتی چلا رہا ہے کہ کب کوئی اس کی کشتی میں سوار ہو اور وہ اس کو اپنی کہانی سنائے اور آخر میں یہ کہے کہ اللہ اسی سے محبت کرتا ہے۔ اسی کو نوازتا ہے جو اس کی مخلوق کو عزیز رکھتا ہے اللہ کی تمام مخلوق سے محبت کرو خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو میری سوچ اس پوائنٹ پر آکر رک گئی ہے کہ میں بھی میرینر کی طرح سب کو اپنی کہانی سناؤں گی اور آخر میں یہ نصیحت کروں گی کہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات کیسے زندگی بنا بھی سکتی ہے اور تباہ بھی کرسکتی ہے۔ کون جانے مجھ سے میراں کی ذرا سی خواہش بھی پوری ہو گی یا میں اندر کے درد کی ماری اس کے پاس کسی روز بھاگی چلی جاؤں گی۔ ہاں اتنا ضرور سوچتی ہوں کہ Coleridge سے دوستی کر ہی لوں شاید میرے درد کا بھی کوئی درماں اس کے پاس ہو۔

میک اپ

بیوی اپنے شوہر کے ایکسیڈنٹ کی خبر سن کر رو رہی تھی۔ سب اس کو چپ کروا رہے تھے مگر وہ چپ نہ ہو رہی تھی۔ ایک عورت نے اسے یوں دلاسہ دیا۔ ”نہ رو بی بی! دیکھو تو تمہارا میک اپ خراب ہوا جارہا ہے“۔ یہ سن کر وہ فوراً چپ ہوگئی۔

(عمران الٰہی۔ گوجرنوالہ)

سرپرائز

قانتہ رابعہ

"بی بی جی ہڑبڑا کر اٹھیں رکشہ کی آواز کہیں بہت قریب سے آرہی تھی یا...... یا پھر وہ ابھی تک خواب دیکھ رہی تھیں؟

"ہم بھی کیا خواب دیکھا تھا بھلا...... بالکل واضح...... روز روشن کی طرح...... ان کا پتر مسعود آیا ہوا ہے۔ گورا رنگ بالکل انگریزوں جیسا' نہیں بلکہ انگریزوں کا رنگ تو پھیکا ہوتا ہے۔ بغیر نمک کے...... جیسا ابلا ہوا شلجم۔ ان کا مسعود پتر تو قندھاری انار کی طرح سرخ و سفید تھا اور صحت بھی اچھی ہو گئی تھی۔ انہوں نے اس کی پیشانی چومی...... پانچ سالہ پیاسی ممتا کا بند بہہ نکلا...... کیسا ٹوٹ کر وہ پیار کر رہی تھیں مگر......" رکشہ کی آواز مزید قریب آگئی (دل سے قریب!) دل نے گواہی دی ابھی مسعود پتر کو دیکھنے والا خواب سچا ثابت ہو گیا ہے اور مسعود آیا ہے۔ انہوں نے گہری نیند سوتے باؤجی کو اٹھا دیا۔ "اٹھیں مسعود کے ابا...... دیکھیں مسعود پتر آیا ہے"۔

باؤجی پہلے کسمسائے پھر رکشہ کے دروازے پر رکنے کی آواز سے چونکے جلدی سے چپل پہنی۔ رکشہ والے کی آواز واضح تھی پیسوں کا لین دین ہو رہا تھا شاید۔

انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی' رات کے سوا دو بجے ان کے دروازے پر کون آسکتا ہے؟ اتنے میں بیل ہوئی...... دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر نظریں چرا لیں...... اطلاعی گھنٹی میں آنے والے نئے کرایہ داروں کے دروازے پر بجی تھی...... "ابھی مسعود کے آنے کے خیال سے بی بی جی کی آنکھیں خوشی کے پانی سے گیلی تھیں امید ٹوٹنے پر' دل بجھنے پر' وہ پانی سیل رواں کی طرح بہہ نکلا۔ وہ دروازے کی دہلیز پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ باؤجی خود بھی دل گرفتہ تھے' لمحہ بھر میں پانچ سال سے جدا اکلوتے بیٹے سے ملنے کے تصور سے جسم کا رواں رواں رقص کر رہا تھا...... اب یہ حال تھا کہ جسم نے سر تا پا روگ لگا لیا۔

انہوں نے مصنوعی جوش سے تسلی دی "اوہ بھلی مانس' کس نے کہا تھا کہ رکشہ دیکھے بغیر دروازے پر پہنچ جا" بی بی جی پھٹ پڑیں۔ کیوں میں ماں ہوں' آج تک جھوٹی آس باندھی تھی رات خوب دعا مانگ کے لیٹی خواب میں دیکھا جیسا میرا شہزادہ میرا بیٹا مسعود آیا ہے' خوب لمبا چوڑا قد قامت ہے"۔

باؤجی ہنسے خوب ہنسے...... "واہ بھئی کمال عورت ہو تم بھی تم کوئی ولی اللہ ہو جو تمہارا خواب سچا ہوگا' خواب تو بس خواب ہوتا ہے۔ جیسے ذہن میں دن کے وقت بندہ سو ہزار چیز سوچتا ہے ایسے ہی رات کو بند آنکھوں سے وہ خواب میں بھی دیکھ لیتا ہے' چلو اٹھو اور سو جاؤ' رات کتنی گزر گئی ہے"۔

ننھی ننھی ہچکیوں سے بی بی جی کا خزاں رسیدہ وجود اب بھی لرز رہا تھا ان کے زمانے بھر کے ستم رسیدہ وجود نے اب ان کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ وہ زرد پتے کی طرح مرجھائیں اور اٹھنے کی کوشش میں گر گئیں۔ ان کی گفتگو میں اب ماتم کا سا انداز آگیا تھا۔ پانچ سال سے بیٹے کی جدائی کا زخم اب پھوڑا بن کر بہہ نکلا تھا۔ جدائی کے کرب کو سہتے سہتے ان کی آنکھوں کی بینائی کم ہو گئی۔ ان کے ہاتھوں میں رعشہ ہو گیا۔ ان کے دل کی دھک دھک اب "تھک تھک" میں بدل گئی تھی ان کی سوچوں کا مرکز

و محور اکلوتا بیٹا مسعود ہی تھا۔ ان کا ستائیس سالہ گبھرو جوان بیٹا...... جس نے بارہ جماعتیں پاس کیں۔ جس کی خاطر انہوں نے گاؤں میں چاندی جیسی لہلہاتی فصلیں سونے کی بالیوں جیسی گندم کی خوشبو سے منہ موڑا۔ پتہ نہیں وہ کیا دن تھا' اجڑا اجڑا سوگوار...... جس دن انہوں نے اپنے پڑوس کی عورتوں کی بات سن لی تھی۔ جو آپس میں پورے محلے کی عورتوں کی عادات کو موضوع بحث بنائے ہوئے تھیں۔ جب بی بی جی بالکل اچانک پڑوس میں گئیں تو محلے کی ایک عورت بی بی جی کا نام لے رہی تھی۔ ان کے قدم رک گئے نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے کان دھرے وہ کہہ رہی تھی کہ بی بی جی لاعلم ہیں کہ ان کا بیٹا روز کہاں جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ مزید انکشافات ہوتے وہ السلام علیکم کہہ کر اندر داخل ہو گئیں۔ ان کے دل کی خلش بالآخر لبوں تک آ گئی' ادھر ادھر سے بن سوئیاں لینے کی بجائے وہ سیدھی بیٹے کے پاس پہنچیں۔ "مسعود پتر' میں نے سنا تھا تو آج کل کالج کے سامنے بہت چکر لگاتا ہے' مسعود نہ گھبرایا نہ شرمایا بلکہ اس نے دھیمے لہجے میں کہا

"بی بی جی زمانہ جو بھی کہے مت کان دھریں' مجھے تو بس شائلہ کو دیکھنا ہوتا ہے اور بس'۔ سات پہاڑ اکٹھے ہو کر ان کے سر پر گرے...... کون شائلہ؟ پہلے تو تم نے ذکر نہیں کیا کبھی! شائلہ میری کلاس فیلو ہے' منظور چودھری کی بیٹی" "پر بیٹا...... بی بی نے کہا ہے کو یہ کبھی سوچا ہو گا۔ اوہو بی بی جی اب چپ بھی کریں' میں کون سا اسے بھگا کر لا رہا ہوں جب بھی اس قابل ہوا کہ اس کے باپ کے مقابلے کی مل بنا سکوں دولت کے ڈھیر اس کے قدموں میں بچھا دوں تو آپ ہی اس کا رشتہ لینے جائیں گی"۔ بس وہ دن اور آج کا دن' بی بی جی کو جیسے چپ سی لگ گئی۔ دس ملوں کے مالک منظور چودھری کی بیٹی کو بہو بنانے کا خواب دیکھا جا سکتا ہے حقیقت بنانے کے لئے بڑی کٹھن وادیاں تھیں...... پتھریلے راستے تھے اور بیٹے کی جھٹ پٹ امریکہ جانے کے زخم۔

وہ جو چار چھ مہینے کا کہہ کر گاؤں کی ساری زمینیں بیچ کر امریکہ گیا تو ایسا گیا...... کہ بس...... گیا ہی گیا۔ ہر صبح اس کے آنے کی نوید لاتی اور ہر شام اس آس کو توڑ ڈالتی ممتا کے نرم و نازک شیشوں جیسے خواب ٹوٹ جاتے۔ ان کی کرچیاں چنتے چنتے پہلے ہاتھ لہولہان ہوئے پھر وہ ساری ہی لہولہان ہو گئیں۔ جب بھی ان کے بیٹے کا امریکہ سے خط آتا' ڈھیروں سلام دعا کے بعد چلا آنے کی نوید ہوتی اور چودھری منظور کے گھر کی خیر خبر دریافت کی ہوتی۔ کئی دفعہ اس کا محلے کی نکڑ پر حاجی اکرم صاحب کے ہاں فون آیا تو بی بی جی بہت روئیں' بیٹا بس اب آجا' ایسے نہ ہو کہ میرے مردہ وجود کو کندھا دینا پڑے۔ وہ مزے مزے کی باتیں سنا کر ان کا دکھ چٹکیوں میں اڑا دیتا' ایک دفعہ بتانے لگا کہ ہماری جو مالکن ہے ناں جینی' بڑی نک چڑھی سی ہے ایک دن کہنے لگی تمہاری امی کی آنکھوں کا رنگ کیسا ہے؟ میں نے پوچھا کیوں؟

کہنے لگی' تم مرد ہو کر آنکھیں جھکا کے بات کرتے ہو وہ تو عورت ہیں اس لئے آنکھیں کھولتی ہی نہیں ہوں گی۔ اس لئے تمہیں اپنی ماں کی آنکھوں کا رنگ بھی پتہ نہیں معلوم ہو گا یا نہیں۔ بی بی جی کو ہنسی آ گئی...... باؤ جی نے ہنکارا بھرا' مسعود کی ماں اب اٹھو بھی ڈیوڑھی میں ڈیرہ لگانا ہے کیا؟ بی بی جی نے ایک دم سر جھٹکا...... یہ خیالوں خوابوں کی دنیا بھی اللہ نے عجیب بنائی ہے جب چاہو جدائی میں ملن کا رنگ بھر لو۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتیں اپنی چارپائی پر لیٹ گئیں مگر اس دفعہ عجیب بات ہوئی۔ انہوں نے باؤ جی کے سامنے دل کھول کے رکھ دیا۔ باؤ جی حیران پریشان "کیا کرموں ماری ماں ایسی ہی ہوتی ہے؟ بچے کی جدائی کے صدمہ سے نوالہ حلق سے نیچے نہیں لے جا سکتی۔ سردیوں میں لحاف سے الگ ہو جاتا کہ میرا بچہ کہیں سردی میں نہ مر رہا ہو'...... ان پانچ سالوں میں بی بی جی نے جیسے جیسے مسعود کی جدائی کا درد سہا انہوں نے سب دکھا دیا اور بے دم ہو گئیں۔ مسعود کے ابا آپ کو خدا کا واسطہ ہے آپ مجھے میرے بیٹے کے پاس بھجوا دیں اب تو شائلہ کی ماں خود خواہش ظاہر کر رہی ہے رشتہ طے کرنے کی' اب میرا دل کہتا ہے مسعود کبھی پاکستان نہیں آئے گا۔ آنا ہوتا تو بے بے جی کی وفات کا سن کر آجاتا وہ مرحوم بھائی طفیل کے بیٹے کی شادی پر آجاتا۔ بس آپ مجھے بھجوا دیں۔ دکان بیچ دیں' مکان بیچ دیں' میری دونوں چوڑیاں لے لیں جتنا جمع شدہ پیسہ ہے لے لیں مجھے آپ مسعود کے پاس بھجوا دیں ورنہ میں مر جاؤں گی۔

باؤ جی نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور کوشش کریں گے' بس اب تم سو جاؤ۔ بی بی جی نے دکھ کا سانس لیا جس کے نصیب سوئے ہوئے ہوں وہ کیسے سو سکتا ہے؟ پتہ نہیں میرے نصیب میں اب آخری سانس سے پہلے بیٹے کو جی بھر کے دیکھنا ہے یا نہیں...... پتہ نہیں...... باؤ جی نے شکر ادا کیا' مولا تیرا شکر ہے نیک بخت سو گئی صبح اٹھتے ہی اور اپنی نئی پگڑی باندھ کر جوتوں پر پالش کروا کے بے رنگ بے داغ سفید لٹھے کا سوٹ پہن کر نکلے۔ محلے کے کونسلر اتفاق سے گھر پر ہی تھے۔ 'باؤ جی امریکہ جانا ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہے...... 'کئی کئی ماہ لگ جاتے ہیں ویزہ لگوانے میں کئی طرح کے فارم بھرنا پڑتے ہیں' خرچہ بھی کھلا ہوتا ہے' آپ ہیں پرانے وقتوں کے دو گھنٹے قطار میں لگنا پڑا تو سانس ہی شرمندہ ہو کر باہر آنا بھول جائے"۔ باؤ جی نے حوصلہ نہ ہارا' دکان تو نہ بک سکی مگر مکان کا سودا پل جھپکتے میں ہو گیا۔ خاصی معقول قیمت تھی۔ "تمہیں صدمہ تو نہیں مکان بکنے کا' باؤ جی نے پوچھا؟ "صدمہ کس بات کا کیا مکان قبر میں ساتھ لے کر جانا ہے" اب مرتے وقت جان تو سکون سے نکلے گی کہ بیٹے کو دیکھ لیا ہے۔ ان تین مہینوں میں وہ صبح سویرے بی بی جی کو ساتھ لے کر نکل جاتے۔ کونسلر نے ووٹ لینے کا اور محلے داروں نے محلے داری کا حق ادا کر دیا جس حد تک جس سے ہوا تعاون کیا۔ وہ تھے بھی بڑے اچھے...... سب کے دکھ سکھ میں شریک ہونے والے...... تعاون تو ان کا حق بنتا تھا...... کچھ مولا کا احسان کہ محلے دار بھی قدر شناس دیئے۔ وہ عورتیں جن کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور صبح وہ کاموں کی زیادتی کی وجہ سے تنگ پڑتی تھیں بی بی جی آرام اور حوصلے سے وہ چھوٹے بچے گھر لے آتیں۔ ان کو سلاتیں' کھلاتیں لوری دیتیں اور پچیس سال پیچھے پہنچ جاتیں' یہاں تک کہ ان بچوں کی مائیں شکریئے کے کلمات کے ساتھ اپنے بچوں کو واپس لینے آتیں۔

وہ دن جمعہ کا تھا......! صبح سات بجے انہیں ہر صورت میں ائیرپورٹ پہنچنا تھا......! حاجی صاحب! منظور چودھری دونوں اپنی گاڑیوں کے ساتھ چھ بجے ہی آگئے تھے۔ محلے بھر کی عورتیں خدا حافظ کہنے کے لئے موجود تھیں۔ بچے' باؤ جی کی ٹانگوں سے چمٹے جا رہے تھے...... انہیں چیونگم' ٹافیاں' چاکلیٹ لانے کی یاد دہانی کرا رہے تھے۔ حاجی اکرم صاحب نے سارے کاغذات باؤ جی کو ائیرپورٹ جا کر تھمائے...... پاسپورٹ' ویزا ہر کاغذ بلکہ کاغذ کا پرزہ جو ضروری تھا ان کے سپرد کر دیا۔ ان کی ہدایات تب تک جاری رہیں جب تک منظور چودھری صاحب نے دخل اندازی کر کے یہ نہ بتا دیا کہ اب آپ کی فلائیٹ کی اناؤنسمنٹ ہو گئی ہے۔

یہ اناؤنسمنٹ تھی؟ باؤ جی نے سوچا' وہ تو ایسے میاؤں میاؤں قسم کی کوئی چیز سمجھ رہے تھے۔ میں فیکس کر دوں گا مسعود کو آپ بے فکر ہو کر اندر جایئے اور بی بی جی جہاز میں اخبار التانہ پکڑیں پہلے تصویر سیدھی کر لیں پھر پکڑیں' حاجی اکرم جو ان کو بیٹے کی طرح عزیز تھا ہنس کر بولا۔ "اوئے پتر اکرم' مسعود کو فون یا فیکس نہ کرنا...... باؤ جی نے رازداری سے کہا" "وہ کیوں دونوں حیران ہوئے؟" "تمہاری بی بی جی انہیں حیران بلکہ پریشان کرنا چاہتی ہے جیسے پانچ سال خود روتی ہے اب اسے بھی اچانک سامنے جا کر خوشی سے رلانا چاہتی ہے۔ مگر آپ مسعود کے اپارٹمنٹ تک کیسے پہنچیں گے' نک چڑھوں اور سر پھروں کے دیس میں؟ اواس کی فکر نہ کرو اللہ مالک ہے......! باؤ جی نے بے نیازی سے کہا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھا

پھر کندھے اچکائے۔ آپ کی مرضی باؤجی اب تک بھی تو سارا کچھ مولا کے آسرے پر ہی ہوا ہے......

اتو نسمت کی آخری میاؤں میاؤں بھی ہو چکی تھی اس لئے باؤجی کا ہاتھ تھامے اندر چلے گئے۔ سامان کی سکریننگ سے لے کر امریکہ کے شکاگو ائیرپورٹ اتر کر سامان ٹرالی میں رکھنے تک کا مرحلہ ایک غیبی فرشتے نے کیا۔ اس غیبی فرشتے کا نام جمال تھا' جمال احمد اعوان...... گوجرانوالہ کا نوجوان' وہ پہلے بھی کئی دفعہ امریکہ جا چکا تھا۔ ہیتھرو ائیرپورٹ پر دو گھنٹے کے قیام (STAY) کے عرصہ میں اس نے ان کے پاس آ کر تفصیلی انٹرویو لیا۔ باؤجی آپ مجھے بھی مسعود پتر سمجھیں' میرے دادا بھی بالکل آپ جیسے ہیں میں سمجھوں گا آپ میرے دادا ہیں۔ باؤجی کے کندھوں سے منوں بلکہ ٹنوں وزن اتر گیا...... وہ کتنا فکر مند ہو رہے تھے امریکہ پہنچنے' سامان لے کر نئے اجنبی ماحول میں اجنبی زبان بول کر' اپنے پیارے وجود کے ٹکڑے کو سرپرائز دینے کے متعلق۔ جہاز نے جب ٹیک آف کیا تو بی بی جی اور باؤجی دونوں سو گئے جب نیند پوری ہو گئی تو حیران تھے کہ کہاں ہیں...... اب انتظار کی اذیت ناک گھڑیاں تھیں۔ ایک منٹ میں دس دفعہ اپنی کلائی پر نظر ڈالتے۔ کل کا دن انہوں نے حاجی اکرم صاحب کے ہاں گزارا تھا بڑا بھرپور دن تھا۔ سامان ان کے گھر کے ایک کمرہ میں محفوظ کر دیا تھا اور ان کو استعمال کی پوری آزادی دے دی تھی۔ مکان کی فروخت کے کاغذات' قیمت کی وصولی کی رسید اسی سامان کے ایک صندوق میں رکھی دی تھی انہوں نے سوچا...... اب ان کے پانچ مرلہ گھر میں نئے مکین مقیم ہوں گے...... خدا جانے کیسے ثابت ہوں! کہیں پڑوسیوں کو تنگی نہ دیں' انہیں تھوڑا سا احساس ہوا کہ گھر بیچنے میں بہت جلدی کی کم از کم لوگ پرکھ لینے چاہئیں مکان کی قیمت تب پوری پڑتی ہے جب آپ کرائے دار یا جس کو فروخت کر رہے ہیں وہ اچھے ہوں......!!

اتنی ساری سوچیں دماغ میں آئیں اور گزر گئیں مگر امریکہ نہ آیا...... جمال پتر نے کئی دفعہ خیریت دریافت کی۔ وہ پہلو بدلتے...... جمائیاں لیتے...... اپنے دستی بیگ کو الٹ پلٹ کرتے...... بی بی جی کا حال اس سے بھی پتلا تھا' بالآخر جہاز کی سکرین پر مار دھاڑ والی فلم ہوئی۔ پہلے انگریزی میں پھر اردو میں پی آئی اے کی ائیر ہوسٹس نے اتنی اچھی مسافت طے کرنے پر شکریہ ادا کیا...... جہاز کی بتیاں جل اٹھیں...... لوگ بھاگ سیٹوں پر سے اٹھ رہے تھے' پھر بیٹھ رہے تھے بیلٹ باندھ لینے کی ازسرنو ہدایت کی گئی۔ بیٹے کی علی الصبح وہ شکاگو ائیرپورٹ پر تھے کاغذات چیک ہوئے جمال پتر نے تیزی سے ان کا سامان پکڑا......

ہاں تو بزرگو اب کیا حکم ہے؟" پتر اللہ بھلا کرے' ٹیکسی کروا دے...... یہ لو پیسے' انہوں نے جیب سے بٹوہ نکالا۔ جمال دل کھول کر ہنسا واہ بزرگو...... یہ کوئی لاہور کا ائیرپورٹ ہے یہ شکاگو ہے...... جانا کہاں ہے؟ آپ کا بیٹا لینے نہیں آیا......؟؟ باؤجی نے سرپرائز دینے کی روداد سنائی۔ جمال نے ماتھے پر ہاتھ مارا "اوئے بزرگو یہ امریکہ ہے یہاں سرپرائز دینا مخول ہے مخول......! یہاں تو ایشین لوگ آج ایک گھر میں اور کل دوسرے شہر میں ہوتے ہیں اگر کہیں نہ بھی ملیں تو حوالات میں ضرور ملتے ہیں اور بی بی جی آپ سامان کو مضبوطی سے پکڑ لیں یہاں کے لوگ سرپھرے ہوتے ہیں جی میں آئی تو بھی کوئی کالا آئے گا اور سامان لے کر چلا جائے گا......! بی بی جی نے خوفزدہ ہو کر سامان قریب کر لیا۔ باؤجی نے اپارٹمنٹ کا نمبر ٹیلی فون نمبر اور مسعود کا پوسٹل ایڈریس اسے تھما دیا۔ ایک سیکنڈ میں جمال نے بوتھ میں سکہ ڈالا ریسیور رکھ دیا...... ایک اور سکہ ڈالا' ہیلو کے بعد تھوڑی سی بات کی اور فون پٹخ دیا۔ باؤجی اور بی بی جی دونوں اس کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔ اب تیسری دفعہ سکہ ڈالا' ہیلو کے بعد کیا بات ہوئی دونوں نہیں سمجھ پائے' پہلے تو وہ امریکہ کو نک چڑھوں اور سرپھروں کا ملک سمجھتے تھے اب تو ان کے منہ بھی ٹیڑھے لگ رہے تھے۔ شاید انگریزی بول بول کر۔ جمال کے چہرے پر فون کرتے ہوئے چمک آئی' وہ اب لمبی بات کر رہا تھا...... باؤجی اور بی بی جی دونوں اگلے دل خوش کن لمحات میں پہنچ گئے...... اچانک ان کو سامنے دیکھ کر خوشی سے چھلانگیں لگائے گا یا چیخ مارے گا......! نہ وہ چیخ مارے گا اور نہ وہ چھلانگیں لگائے گا ان امریکیوں کی طرح (قریب سے ایک ہپی جوڑا گزر رہا تھا!) بلکہ وہ میرا پتر ہے وہ سامنے دیکھ کر بے قرار ہو کر گلے لگ جائے گا" باؤجی نے سینہ تان کر کہا ان کی خوشیاں بہت اونچی اڑ رہی تھیں جب جمال آیا" تین دفعہ فون کیا دو دفعہ تو اس گوری نے صاف انکار کر دیا کہ یہاں سود نہیں رہتا' پھر میں نے جب کہا ہی بی لونگز ٹو پاکستان' تو کہنے لگی مسٹر موڈی کا پوچھ رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں تو کہنے لگی اس کی پچھلے ماہ دو ہزار ڈالر کی لاٹری نکلی تھی اس نے اپنی مالکن کی بیٹی لنڈا سے شادی کر لی تھی اور کل رات وہ پاکستان گیا ہے...... اپنے اولڈ پیرنٹس سے ملنے اپنی وائف کو ساتھ لے کر سرپرائز دینے بلکہ وہ تو کہہ رہی تھی کہ اس وقت وہ لاہور میں اپنی ماں کی گود میں سر رکھے اتنے طویل سفر کی تھکن بھی اتار چکا ہو گا..." باؤجب اور بی بی جی نے ہڑبڑا کر ایک دوسرے کو دیکھا دونوں تک تک دیدم دم نہ کشیدم کی عملی تصویر بنے ہوئے تھے"۔

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول-4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1- یہ شہر بہت بڑا ہے۔
2- ہم خود یہ لیبل لگا لیتے ہیں۔
3- چاروں طرف لہلہاتے کھیتوں کے درمیان
4- درویش کے جنگل میں جا پہنچے
5- دوسرے تیسرے درجے پر بھلا کیا رہنا

یہ رہے صفحات کے نمبر

1........2........3........

4......5........

نام............... عمر...............

گھر کا پتہ...............

....

کوئز کی دنیا

(1) حضور اکرمؐ کے دادا کا نام بتایئے؟
I- ابو طالب II- عبدالمطلب III- ہاشم

(2) نیپال کے دارالحکومت کا نام کیا ہے؟
I- کولمبو II- دہلی III- کھٹمنڈو

(3) پاکستان کے پہلے دارالحکومت کا نام کیا تھا؟
I- لاہور II- پشاور III- کراچی

(4) بلوچستان کے صوبائی دارالحکومت کا نام بتایئے؟
I- کوئٹہ II- بدین III- لورالائی

(نوٹ) کوئز کی دنیا کے جوابات کوپن پر ہی دیں۔ علیحدہ کاغذات استعمال نہ کریں۔

ایک معصوم کشمیری کی کہانی

حالات نے اس کی شکل اور منزل ہی بدل ڈالی تھی۔ پھول کی ایک مقبول سلسلہ وار کہانی کہ جس کا بڑی بےتابی سے انتظار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اظہر اے انور کی کہانی۔ ان سے ہمت پھوٹتی اور قسمت بدلتی ہے۔

شکیلہ سات برس کی معصوم بھولی بھالی کشمیری لڑکی تھی۔ وہ اپنے والدین اور تین بھائیوں کے ساتھ سرینگر روڈ پر ایک پہاڑی پر بنے چندگھروں پر مشتمل آبادی میں رہتی تھی۔ افلاس ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ بھیڑ بکریوں کا ایک چھوٹا سا گلہ ان کی کفالت کرتا تھا یا ایک چھوٹا سا قطعہ اراضی انہیں سبزیاں اورگندم مہیا کرنے کا باعث تھا۔

ایک اندھیری رات بھارتی فوجیوں کے ایک گروہ نے ایک کمرے پر مشتمل ان کا گھر توڑ پھوڑ دیا اور ایک مجاہد کی امداد اور پناہ دینے کے جرم میں شتیلو کے والد اور بڑے 13 سالہ بھائی کوسخت تشدد کے بعد ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا۔ وہ دونوں شہادت کے ارفع مقام پر فائز ہو گئے تھے۔

والد اور بھائی کی گمشدگی نے چھوٹی سی شتیلو کو بےحد سمجھدار بنا دیا وہ اب اپنے دو چھوٹے بھائیوں کی دیکھ بھال کے علاوہ اپنی ماں کا بھی پورا ہاتھ بٹاتی تھی۔

دو سالوں کے بعد ایک دن نو سالہ شتیلو نے بکریاں چراتے ہوئے ایک خفیہ غار دریافت کیا۔ اس غار میں پھیلی خوبصورت اور مسحور کن خوشبو نے شتیلو کو مزید آگے بڑھنے پر اکسایا اور وہ ایک نوجوان باریش شہید کی میت دریافت کرکے حیران رہ گئی۔ شہید کا جسم بالکل تازہ اور نرم تھا۔ اس کے بستر اور برتنوں کو شتیلو پہچان گئی تھی۔ وہ تو اس کے اپنے گھر کے تھے۔ دوسال قبل شتیلو کے والد نے اسی مجاہد کو پناہ اور امداد دی تھی اور کسی مخبر نے بھارتی فوج کو خبر کر دی تھی اور وہ شہادت کے درجہ کو پا گئے تھے۔

دو سال بعد بھی شہید کی شان اور اس کی شاہی میزبانی نے شتیلو کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اسے اپنے اللہ اور اس کی راہ میں قربان ہونے اور قربانی دینے سے محبت ہوگئی۔ زندگی گزارنے کا قرینہ اور سلیقہ شاہی شہید کی شان نے اسے ایک پل میں سکھا دیا۔

پھر ایک دن مہربان اور رحیم اللہ نے شتیلو کے پالتو خچر کو اس کی جان بچانے کا ذریعہ بنا دیا وہ بےدھیانی سے بھارتی فوجیوں کی بچھائی گئی بارودی سرنگوں کی بھول بھلیوں میں کھو گئی تھی۔ ان بارودی سرنگوں کے پرے بھارتی فوجی تھے جو جنگل میں ایک خطرناک سنگین مشین پر متعین تھے جو پہاڑی مقامات پر انسانی وجود اور ان کی سمت کی نشاندہی کرتی تھی۔ کچھ سرفروش اس مشین کو تباہ کرنے کے کٹھن مشن پر تھے لیکن بارودی سرنگیں انہیں آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھیں۔ بارودی سرنگوں سے بچنے کی خداداد صلاحیت شتیلو کے خچر میں اتفاقاً دریافت ہوگئی تھی۔ وہ مجاہد اسی رات شتیلو کے گھر آئے اور اس نیک مشن میں اپنی اعانت کی درخواست کی۔

شتیلو تو اللہ کی راہ میں نکلنے کی پہلے سے ہی منتظر تھی۔ پھر اللہ نے اسے اور اس کے خچر کو سنگین مشین اور بھارتی فوجیوں کی تباہی کا سبب بنا دیا۔ علی الصبح مشن کی کامیابی کے بعد جب وہ مجاہد علی، اس کے ساتھی اور اپنے خچر کے ساتھ واپس گھر لوٹی تو باپ اور بھائی کے بعد زندگی کا دوسرا سب سے بڑا صدمہ اس کی راہ تک رہا تھا۔ سنگین مشین دیکھنے اور بارودی سرنگوں سے بچ نکلنے کے جرم میں بھارتیوں نے اس کا گھر ایک بار پھر تباہ کر دیا تھا اور اس کی والدہ اور دو چھوٹے بھائیوں کو بھی شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز کر دیا تھا۔

مجاہد علی نے صورتحال کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے 9 سالہ شتیلو کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ان کا مال و اسباب ایک مہربان ہمسائے کے سپرد کرکے، اسے وہاں سے نکال لائے۔ اب شتیلو کی منزل علی کا اپنا گھر تھی۔ علی کی والدہ بہت اللہ والی خاتون تھیں۔ ان کے میاں اور دو بیٹے اللہ کی راہ میں قربان ہو گئے تھے۔ تیسرا بیٹا علی اس راہ کا مسافر تھا۔ ان کے صبر اور استقامت کے بدلے اللہ نے انہیں ان خصوصیات سے بھی نواز دیا تھا جو صرف اللہ کے مقرب ترین بندوں کے حصے میں آتی ہیں۔

ماں جی کے لئے اللہ اور اللہ کے بندوں سے محبت کے سارے خوبصورت رنگ شکیلہ کی زندگی کو مہکا گئے اور نماز فہمی سے قرآن فہمی تک اور دلیری سے ذہانت تک ساری خوبیاں اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لئے سمو گئیں۔

اس کا پہلا تجربہ سچے اور پکے نشانے کا تھا۔ ہر نیک کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کی پیاری اور سنہری کلید اس نے اس تجربے سے ہی سیکھی تھی۔

پھر روحانی طور پر اس کی زندگی تبدیل ہوتی چلی گئی۔ ایک روشن خواب نے شتیلو کو اپنے سب شہید اہل خانہ اور غاروالے شاہی شہید سے ملوادیا اور اس کی گود میں بہت سے مہکتے سرخ گلاب بھر دیئے۔ اس خواب نے شتیلو کے دل کو ایمان اور یقین سے لبالب بھر دیا۔ ماں جی کی سادہ زبان میں بہت اثر انگیزی تھی۔ ان کی باتیں دل میں جا کے یوں نقش ہوتیں کہ پھر دل کا پھرنا اور بدلنا ناگزیر ہوجاتا اور بندہ اپنے رب کے رنگ میں رنگے جانے کی شدید آرزو اور عمل میں پورا رنگ جاتا۔ تقریباً دو سال کے بعد ایک رات بھارتی فوجیوں کے حملے کی پیشگی اطلاع کے بعد علی بھائی نے ہنگامی طور پر انہیں وہاں سے نکال لیا اور وہ ماں بیٹی کئی مشکل مراحل کی ہجرت کے بعد آزاد کشمیر کے ایک مہاجر کیمپ میں پہنچ گئیں۔ علی بھائی سرحد پار کرانے کے بعد مقبوضہ کشمیر ہی رہ گئے تھے۔

پناہ گزین کیمپ میں خود غرضی، لالچ اور نفسا نفسی کا عالم تھا۔ مظلوم یہاں ظالم بن بیٹھے تھے اپنے حقوق کی فریاد کرنے والے دوسروں کے حق غصب کئے ہوئے تھے اور اپنی اپنی محرومیوں اور مصائب کے بدلے گن گن کر دوسروں سے لئے جا رہے تھے۔

ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت کے کھلے برآمدے میں ان ماں بیٹی نے پہلی رات گزاری۔ ماں جی نے ان مشکل حالات میں بھی اپنے اللہ سے راضی رہنے اور اس کا شکر بجا لانے کا بہت مشکل سبق اپنے عمل سے دیا۔ پیٹ کی آگ سارے ایمان اور رشتوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ بات یہاں بالکل سچ ثابت ہو رہی تھی۔ مسلسل فاقوں کا دوسرا روز تھا۔ خنک رات اور تیز بھوک نے دونوں کو خوب ستایا ساتھ ہی شتیلو کو تیز بخار نے آ لیا پھر اگلی رات اللہ نے ایک نرم آواز والے مہربان شخص کو ان کی مشکلات کا مداوا بنا کر بھیج دیا۔

یہ راولپنڈی سے چل کر آنے والے رضوان صاحب تھے۔ رضوان صاحب کو اللہ نے ہر طرح سے خوب نوازا تھا اور وہ بھلا آدمی شتیلو اور ماں جی کو اپنے ساتھ لے جانے اور ہمیشہ آرام سے رکھنے کا خواہش مند تھا لیکن ماں جی شہادت کی منزل اور راستے کو چھوڑنے پر کسی طور آمادہ نہیں تھیں۔ رضوان صاحب کے حکم اور وسائل کی وجہ سے بے شمار مزدوروں نے کیمپ کے مرکز میں ایک قطعہ اراضی ہموار کرکے خیمہ اور عارضی غسل خانہ بنا کر انہیں فوری رہائش مہیا کر دی۔ اگلے چند روز میں باضابطہ ایک کمرہ، باتھ روم، کچن اور ساتھ ملحقہ کیمپ کی پہلی باضابطہ مسجد بھی تیار ہو گئی۔ بہت سا خشک راشن، سلے ان سلے کپڑے اور سلائی مشین بھی رضوان صاحب نے مہیا کروا دی اور کام مکمل ہونے پر ماں جی کی خدمت کے لئے منیر صاحب کو چھوڑ گئے۔ ماں جی نے منیر صاحب کے ذریعے سارا راشن اور کپڑے کیمپ کے مستحق ترین گھرانوں تک پہنچا دیئے۔ ماں جی نے فرصت پاتے ہی کیمپ میں یتیم اور مکمل بے آسرا اور بے سہارا بچے تلاش کئے کیونکہ اللہ کے پیارے رسول کا فرمان ہے کہ یتیم بچے کی پرورش کرنے والا قیامت کے روز یوں میرے ساتھ ہو گا جیسے ہاتھ کی ایک انگلی دوسری انگلی کے ساتھ ہوتی ہے۔

یوں کل 2 بچیاں اور 5 بچے ماں جی کے گوشہ شفقت میں بڑے پیار اور وقار سے داخل ہوئے جو بے سلوکی اور بے وقاری کی تیز دھوپ سے جھلسے ہوئے تھے۔ بچیاں ماں جی اور شتیلو کے ساتھ جبکہ بچے منیر صاحب کی زیر حفاظت اور نگرانی مسجد کے حجروں میں قیام پزیر ہو گئے۔

ماں جی ان دکھی بچوں کی خدمت میں جت گئیں وہ ان کا اپنے بچوں کی طرح ہی خیال رکھتیں اور ان کے لئے کھانا بھی خود ہی بناتیں۔

انہوں نے یتیم بچوں سے اللہ کے رسول کی محبت اور پیار کا بتا کر اور اپنے عمل سے ثابت کر کے زندگی کا ایک روشن رخ شتیلو کے لئے مزید عیاں کر دیا تھا۔ ماں جی کی آنکھوں، ہاتھوں اور لفظوں میں بہت ٹھنڈک، اثر اور برکت تھی۔ محبت اور اپنے آپ کو سدھارنے کا جذبہ بڑی تیزی سے دوسرے کے دل میں نمو اور جگہ پاتا تھا۔ شریر اور بے مہار یتیم بچے بہت جلدی ماں جی کی محبت بھری پھوار سے بھیگ گئے تھے اور یوں ایک انوکھی فیملی کا وجود عمل میں آ گیا تھا۔ شتیلو اب 13 برس کی ہو گئی تھی۔ ماں جی کی شخصیت کا عکس اب اس کی ذات میں بھی جھلملا رہا تھا۔ اس کے لہجے میں خاص مٹھاس اور رچاؤ دعوت دین میں اس کا مددگار بنتا جا رہا تھا۔ ماں جی کی طرح سب بچوں سے شتیلو کو بھی بہت لگاؤ تھا۔ دونوں بچیاں 6, 7 برس کی ہوں گی دو بچے 10, 11 برس کے تھے۔ ایک 8 برس کا، ایک 5 برس سے ذرا کم تھا۔ سارے بچے شتیلو کو آپی کہتے تھے۔ ماں جی نے عشا کی نماز کے بعد اپنے کشادہ کمرے میں ایک خوبصورت سی محفل سجانا شروع کردی تھی جہاں وہ مختلف حکایتوں، کہانیوں، آپ بیتی اور جگ بیتی سے بچوں کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا سامان کرتیں۔

انہوں نے حکایت کے روپ میں اپنی آپ بیتی بڑے دلکش اور موثر انداز سے سنانا شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ:

آزادی کی ہر تحریک جواں اور شاداب چہروں کی قربانی اور سروں کی فصل مانگتی ہے جس محکوم قوم کو سروں کی فصل پکانا اور کٹانا آ جاتا ہے وہی سرخرو اور کامران ٹھہرتی ہے۔ کشمیر کی تحریک آزادی کے اولین دنوں کے ایک شہید احمد کے خاندان کی کہانی سناتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ان کی اہلیہ معمولی پڑھی لکھی لیکن باہمت خاتون تھی۔ اس کے میاں تحریک آزادی کے اولین کمانڈروں اور معماروں سے تھے۔ ان کے بیٹے 6, 8 اور 12 برس کے تھے۔

میاں تحریک آزادی سے وابستہ ہوئے تو یہ چھوٹا سا خاندان بھی زیر عتاب آ گیا۔ اپنوں نے بھی منہ موڑ لیا اور نوبت دھیرے دھیرے فاقوں پر آ گئی تب بھی اس باہمت خاتون نے صبر و شکر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور باقی ماندہ جمع پونجی سے بچوں کو مٹھائی کے ڈبے بنانے کا ہنر سکھایا اور یوں جینے کا بھی ایک نیا ڈھنگ بتا دیا۔

چار پانچ برس اسی کشمکش میں گزرے۔ خوشحالی کا سفر دھیرے دھیرے خاندان کے مالی مسائل ختم کر چکا تو خاتون نے اس سفر میں مستحق اور بے سہارا دوسرے خاندانوں کو بھی شریک کر لیا یوں کئی گھرانوں نے اس برکت اور ہنر کے ذریعے اپنے مہرباں اللہ تک پہنچنے کا رستہ پایا۔ پھر بڑے بیٹے کو ایک مجاہد عالم کے سپرد کر دیا گیا۔ دینی اور حربی تعلیم نے اس فرزند کو کندن بنا دیا۔ دو برس کے بعد جب دوسرا بیٹا اس مدرسہ میں داخل ہوا تو پہلا بیٹا جہاد میں شامل ہو چکا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد تیسرا بیٹا بھی اس مدرسہ میں داخل ہوا تو دوسرا بیٹا بھی کندن بن کر جہاد کی تحریک کا حصہ بن گیا تھا۔ جب میاں کے علاوہ تینوں بیٹے بھی شہادت کے کٹھن راستے پر قدم رکھ چکے تو بے ریا عمل والی اس سادہ سی خاتون کے اپنے اللہ سے شکر گزاری اور محبت کا رویہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا پھر اللہ نے بھی اپنی رحمت سے اس خاتون کو ڈھانپ دیا اور اسے اپنے مقرب بندوں میں شامل کر لیا۔ خاتون کو اپنے میاں اور شیر دل فرمانبردار بیٹوں سے بہت پیار اور لگاؤ تھا لیکن اللہ کے مقابلے میں انہوں نے اپنے پیار اور پسند کو ہمیشہ دوسری ترجیح دی تھی اور وہ سارے اسباب مہیا کئے تھے جن سے جہاد کے افضل راستے پر انہیں رواں ہونے میں مدد اور سہولت مل سکے۔

باہمت خاتون کے میاں پہلے تو تحریک آزادی کو منظم کرنے اور اپنے مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل رہے پھر ایک ساتھی کی غداری سے وہ بھارتی فوجیوں کی قید میں چلے گئے۔ پھر بہت عرصے بعد دوران قید ہی اپنے میاں کی شہادت کی خبر ملی تو فطری غم کے ساتھ ساتھ اس قربانی کی قبولیت کے احساس نے شکر گزاری کا جذبہ بھی بدرجہ اتم کر دیا۔

بہت جلد خاتون کو یہ احساس ہو گیا کہ ان کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پانا شروع ہو گئی ہیں۔ ایک شام دعا مانگتے انہوں نے اللہ سے اپنے میاں کی قید و بند کے اور شہادت کے حالات جاننے کی دعا کی اور جاگتی آنکھوں سے انہوں نے اپنے میاں کی زندگی کا یہ ناقابل فراموش حصہ بھی دیکھا اور جان لیا۔ ان کے میاں احمد ایک پرکشش سرکاری ملازمت چھوڑ کر تحریک آزادی کے بے نام سپاہیوں میں شامل ہوئے تھے اور اپنی رہنما صلاحیتوں کی بدولت ایک جنگجو گوریلا لیڈر کے طور پر بہت نمایاں ہو گئے تھے، اپنی نرم اور مہربان طبیعت کی وجہ سے وہ مجاہدین میں ایک بھائی اور باپ کی طرح مقبول اور معروف تھے۔ ان کے ایک ساتھی کو حکومت نے خرید لیا اور نتیجتاً ایک ہدف کو تباہ کرنے سے پیشتر ہی احمد صاحب دشمن کی قید میں آ گئے۔ شدید اور بدترین تشدد بھی احمد صاحب کی زبان نہ کھلوا سکا۔ بھارتی فوجی ظلم کرتے کرتے تھک گئے لیکن وہ عظیم انسان ظلم سہتے سہتے بھی نہ تھکا۔ آخر بھارتی درندوں نے برقی آرے سے دھیرے دھیرے اس گوشت پوست کے فولاد کو کاٹ کاٹ کر اللہ کے پاس پہنچا دیا۔

ایک بار احمد صاحب کسی مشن پر جاتے ہوئے اپنے قیدی ساتھیوں سمیت دشمن کے حصار میں آ گئے۔ انہوں نے ہمت کو نہ چھوڑا اور جان کی بازی لگاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سمیت نزدیکی جنگل میں گھسنے میں کامیاب ہو گئے۔ دشمن ان کی گھات میں تھا اور ان کا مسلسل تعاقب کر رہا تھا۔ جو بندہ اپنے اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ بھی اپنی ساری مخلوقات سمیت اس کا ہو جاتا ہے۔ اس کا مظاہرہ احمد صاحب نے جنگل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جنگل بہت گھنا تھا اور رنگ رنگ کے درندوں سے اٹا پڑا تھا۔ مجاہدین نے اچانک پلٹ کر بھارتی فوجیوں کے ہراول دستے کو بھون ڈالا اور خود روپوش ہو گئے۔ دشمن کے کئی دستے ان کی تلاش میں جنگل میں آ گھسے تھے اور ان کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ تبھی تھکے ہارے اور بھوک سے نڈھال مجاہدین کو شیروں کے ایک جوڑے نے اپنے غار میں محفوظ بنا دیا پھر ایک ریچھ نے ان کے لئے تازہ شہد کا تحفہ چھوڑا تو آرام کے ساتھ ساتھ مجاہدین تازہ دم بھی ہو گئے۔ احمد صاحب اور ساتھی وہیں سجدہ شکر بجا لائے کہ جب بندہ اپنے رب کو یاد رکھتا ہے تو رب بھی بندے کو ہر دم یاد رکھتا ہے۔

ماں جی کی زیر ہدایت اور نرم خو منیر صاحب کی زیر نگرانی کیمپ کی مسجد آباد ہو گئی اور بچوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ ایک معلم کی خدمات مزید مستعار لی گئیں تاکہ تعلیم کے معاملے میں کوئی کوتاہی نہ رہ جائے۔ فجر کے بعد درس قرآن اور ناظرہ پھر دن نکلنے پر دنیاوی دینی تعلیم، عصر کے بعد دہرائی اور پھر کھیل کے لئے مناسب وقفہ۔ مغرب کے بعد کسی نہ کسی ہنر کی سکھلائی تاکہ افضل حلال کمائی کا مستقبل میں سامان ہو سکے۔ ان فیوض سے سارا کیمپ مستفید ہو رہا تھا۔ تینوں بڑے یتیم بچوں کی تعلیم اور فنون میں دلچسپی بہت زیادہ تھی۔ منیر صاحب کہتے تھے کہ تینوں اپنی مجموعی کارکردگی سے دن بدن بہتر سے بہتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ سب سے بڑا کمال تھا۔ سبز آنکھوں اور شرارتی چہرے والا یہ بچہ بہت منہ پھٹ اور گستاخ مشہور تھا لیکن ماں جی کے پاس آتے ہی اس کا لہجہ بھیگا رہتا۔ دو بدو حربی لڑائیوں نے اسے بہت سخت جان بنا دیا تھا۔ اسے پرندوں اور جانوروں سے بہت محبت ہوتی جا رہی تھی کیونکہ ماں جی کہا کرتی تھیں کہ مولا کی اس مخلوق سے محبت کرنا مولا سے محبت کرنے کا پہلا زینہ اور قرینہ ہے۔ پھر رحمان تھا، دلاور ان دونوں سے چھوٹا تھا۔ وہ بہت کم گو تھا شاید جانتا تھا کہ خاموشی کی زمین میں جنہم کا بیج بڑی تیزی اور صحت سے پروان چڑھتا ہے۔ دوسرے معلم عبداللہ صاحب ایک سابق فوجی تھے وہ ہر ہتھیار کے استعمال کے ماہر تھے۔ تھے تو دھان پان سے لیکن ان کے جسم میں بجلی بھری رہتی۔ سارے زیر تربیت بچوں کو وہ مکمل جنگی انداز کی تربیت دیتے تھے۔ سارے علمی اور حربی فنون کے دروازے کیمپ کے دوسرے بچوں کے لئے بھی کھلے تھے۔ بچوں کی دلچسپی بڑھی تو ہولے ہولے تعداد بھی بڑھی تو مسجد کا حجرہ اور صحن بچوں کے لئے کم پڑ گیا۔

رضوان صاحب نے اس موقع پر مسجد کی خوب توسیع کرا دی۔ دو بڑے کمرے بھی مزید بنوا دیئے۔ دو سابق فوجی بھی بطور معلم رکھے گئے۔ کل ساٹھ لڑکوں کے تین گروپ بنا کے معلموں کو سونپ دیئے گئے۔ چالیس کے قریب بچوں کو یہ معلم الگ سے تربیت دیتے تھے۔ مسجد کا ایک بڑا کمرہ بچیوں کی سلائی کڑھائی اور دوسرے ہنروں کی تربیت کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ ماہر کشمیری خواتین کی خدمات حاصل کی گئیں اور وہ سارے ہنر جو بچیوں کی آئندہ زندگی میں ان کے نفع کا باعث بن سکتے تھے، ان کو سکھلانے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بزرگ کشمیری افراد کی خدمات فرنیچر سازی، پالش سازی، جفت سازی اور قالین سازی کے لئے حاصل کی گئیں اور ان سب وسائل کے پیچھے اللہ کے نیک بندے رضوان صاحب ہی تھے۔ وہ کہتے ماں جی میں اللہ کی راہ میں ایک نکالتا ہوں تو وہ مجھے دس اور دے دیتا ہے۔ ماں جی آپ کی بدولت مولا نے میرے ہر کام میں خیر اور برکت ڈال دی ہے۔ رات کی محفل میں ماں جی کی دلنشیں باتیں جاری و ساری رہتیں وہ کہتیں اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے اور دوسروں کو آسانیاں مہیا کرنے کی بندے کو توفیق مل جائے تو جینے اور جیئے جانے میں واضح فرق آ جاتا ہے۔ آپ کی خواہش سچی ہو اور عزم سلامت ہو تو اللہ منزل پر پہنچنے کے سارے رستے کھول دیتا ہے۔ ساری کٹھنایاں دور کر دیتا ہے۔ جس طرح چائے کا رنگ گرم پانی میں ہی نکلتا ہے اس طرح آدمی کی آزمائش اللہ کے راستے پر نکلنے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ مجاہد کے لباس کی گرد بھی مولا کو بہت عزیز ہوتی ہے۔ کوئی انسان اللہ کی اپنے بندے سے محبت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے اس طرح سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ اللہ کو اپنے بندے سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ سے محبت کرنا سیکھیں اس سے ڈرنا اور خوف کھانا چھوڑ دیں۔ ڈر اور خوف محبت کا دشمن ہے۔ ان کی موجودگی میں محبت کا پودا کبھی پھل پھول نہیں سکتا۔ اللہ کو محبت کا مرکز بنائیں اور ماں کی طرح اس سے محبت کریں تو اللہ کی شفقت اور رحمت کا نیا روشن روپ آپ کے سامنے ہو گا۔ ماں جی نے مزید کہا جیسے ماں اپنے بچوں کی ہر غلطی معاف کر دیتی ہے بالکل ایسے ہی اپنے بندے کے نادم ہونے، پشیمان ہونے پر مولا بھی اس کی ہر غلطی معاف فرما دیتا ہے جو شخص کثرت سے استغفار کرتا رہتا ہے وہ مسلسل اللہ کو راضی کرتا رہتا ہے۔ اگر کسی مومن کی آنکھ سے ندامت اور اللہ کے خوف سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے تو اس شخص پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

ماں جی مستحق افراد کی چن چن کر امداد کیا کرتی تھیں۔ ایک روز معذور شخص بشیر صاحب کے لئے بہت سی امداد لے کر گئیں۔ شتیلو ساتھ تھی۔ بشیر جہاد کشمیر کے باہمت اور شیر دل غازی تھے۔ مختلف جھڑپوں اور لڑائیوں میں دشمن کو بے تحاشا نقصان پہنچایا تھا۔ ایسی ہی ایک جھڑپ میں وہ دونوں ٹانگوں اور ایک بازو سے محروم ہو گئے تھے۔ غربت اور افلاس نے اس گھر میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اس کی بیوی اس صورتحال پر شاید روزانہ ہی گرجتی برستی ہو گی۔ بشیر صاحب بہت صابر اور شاکر انسان تھے ان کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ ہمیشہ چمکتی رہتی تھی۔ پریشان حال بیوی کی نیک نیتی سے امداد بھی کی گئی اور اس کے رویئے سے متعلق کچھ خوبصورت باتیں بھی کیں کہ اللہ صبر کرنے والوں کو بہت پسند اور محبوب رکھتا ہے اور اسے معاف کرنا اور درگزر کرنا بہت پسند ہے۔ بشیر صاحب اسلحہ سازی اور نشانہ بازی کے بہت ماہر تھے۔ ماں جی نے ان سے درخواست کی کہ وہ بچوں میں بھی اس فن کو منتقل کریں اور انہیں حربی تربیت دیں۔ بشیر صاحب نے اس پر آمادگی ظاہر کر دی۔ بشیر صاحب کا تعلق ایک مفلوک الحال خاندان سے تھا۔ باپ بہت سخت اور غصیلا تھا۔ 8, 9 سال کی عمر میں ہی بار بار کے تشدد سے تنگ آ کر بشیر صاحب اپنے گھر سے فرار ہو گئے۔ سرینگر میں آ کر ایک باکمال استاد نذر سے اسلحہ سازی کے جملہ مراحل سیکھے اور بالآخر مجاہدین کے لئے "نذرب" نام کا جدید ترین پستول تیار کیا۔ پھر ایک روز جہاد پر جانے کے لئے مصمم ارادہ کر لیا اور اپنی والدہ کی اجازت کے طلبگار ہوئے۔ پانچ سال بعد اپنی والدہ سے ملے تو والدہ بے یقینی اور بے اعتباری نہ سہہ سکیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ اس ملاقات نے 5 برس کے زخم ہرے کر دیئے بشیر والدین کو وہاں سے نکال کر اپنے گھر لے آئے ماں سے جہاد کی اجازت پاتے ہی یہ مجاہد برق بن کر نکلا اور دنوں میں صف اول کا شہسوار بنا مجاہدین کو درپیش کئی مشکلات اور غداروں کا صفایا کیا خطرناک اور کٹھن کاموں سے محبت نے بشیر سے کئی ناقابل یقین معرکے انجام دلوائے بشیر نے اہم ذمہ داریوں کو اس طرح نبھایا کہ مجاہدین کے حوصلے دو چند ہو گئے ایسے ہی ایک مشن میں بشیر اور اس کا ایک ساتھی ایک نیلی آنکھوں والے درویش کے جنگل میں جا پہنچے

لائی ہے عید...... خوشیاں مزید

اہتمام: عائشہ صدیقہ عکاسی: گل نواز

آپ کو پتا ہے، ہم لوگوں نے دن دیہاڑے رمضان المبارک میں ایڈوانس عید منا ڈالی۔ یہ باغ جناح کا خوبصورت بارہ دری تھی جہاں ہم سب بچوں نے پہلے ایک دوسرے کو اپنے کپڑے دکھائے، چوڑیاں پہنائیں، مہندی بھی لگائی اور یوں عید منائی۔ ایک بچی تو کہنے لگی ''ہائے عید کے کپڑے ابھی پہن لئے عید پہ کیا پہنوں گی'' ہمارے ساتھ لٹکو ہوم سکول

چوڑیوں سے زیادہ حسین رنگ توان چہروں اور آنکھوں میں اتر آئے تھے
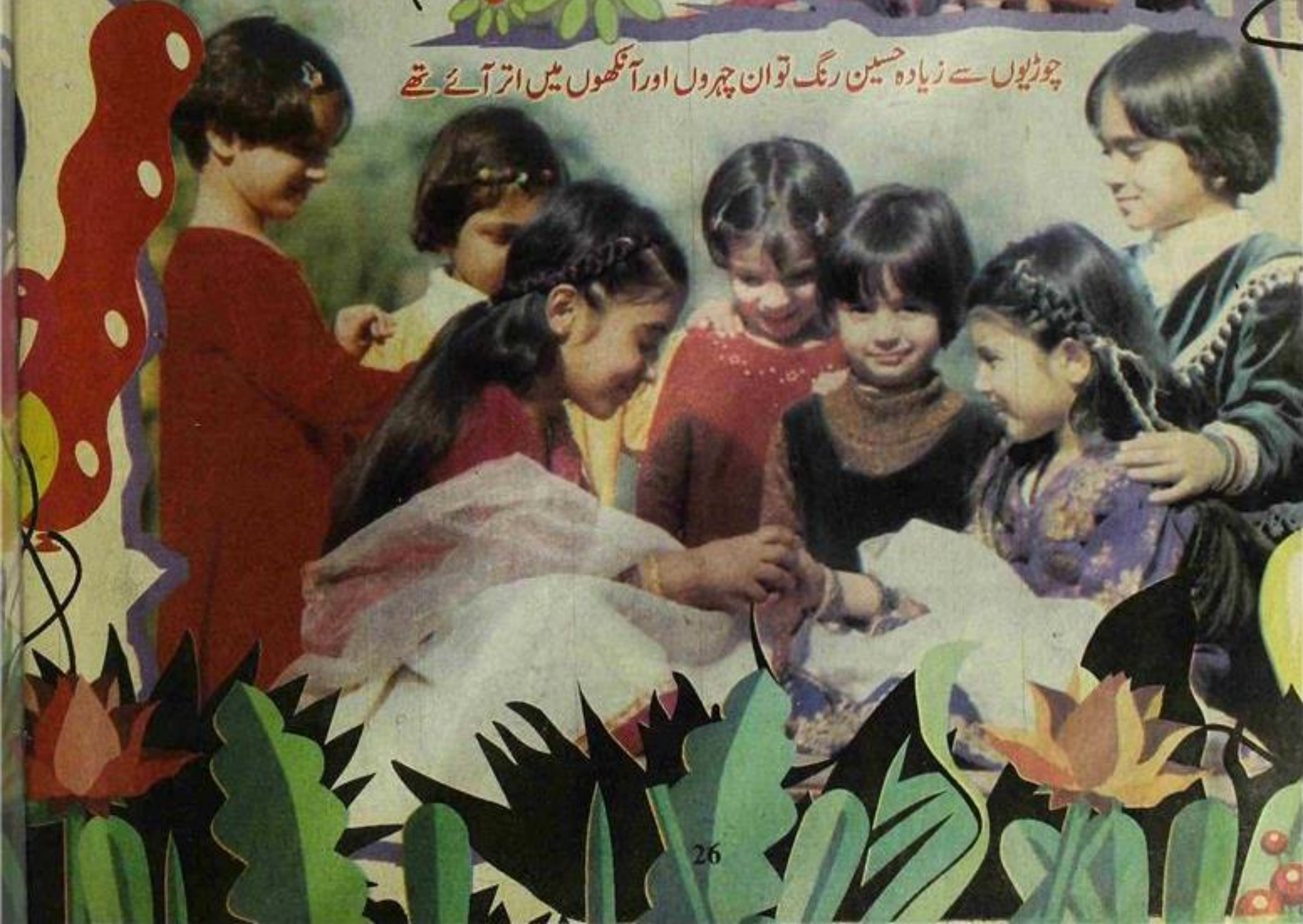
علامہ اقبال ٹاؤن کی ٹیچر مس ملیحہ بھی تھیں۔ جب عیدی دینے
والا فوٹو بننے لگا تو انہوں نے ایڈیٹر بھیا کے کہنے پر پرس سے
کئی نوٹ نکال کر مس عابدہ کو دیئے۔ تصویر بن گئی تو بھیا نے
کہا ”کیا خیال ہے پیسے بچوں کے پاس ہی نہ رہنے دیں“
مس مسکرا دیں۔ وہ شرارت سمجھ گئیں اس لئے فوراً پیسے
واپس جمع کر لئے۔ نئی چوڑیاں پہن کر سب کی آنکھیں یوں
چمک رہی تھیں جیسے ستارے
بچی نے کہا عید کے کپڑے تو پہلے پہن لے عید پہ کیا پہنوں گی؟
ماڈلز: (سعدیہ ہما حنا ایقہ اسد احمد ثنائیلہ میسرہ نزیہہ)
انہوں نے عیدی دیکر فوراً واپس لے لی
AAMER
27

ٹارگٹ

محمد عادل منہاج

قسط نمبر 4

جونہی آفیسر نے عمران کا سوٹ کیس اٹھایا اس کا دل دھک دھک کرنے لگا وہ جانتا تھا کہ سوٹ کیس کے دہرے کور کے درمیان ہیرے چھپے ہیں: اگر آفیسر کو شک ہوگیا تو......؟ مگر شاہد بالکل پرسکون تھا۔ یہ اس کا پہلا موقع تو تھا نہیں...... وہ تو کئی بار اسی طرح غیر قانونی چیزیں لے کر سفر کر چکا تھا: آفیسر نے نشان لگا کر سوٹ کیس عمران کے حوالے کیا تو اس کی جان میں جان آئی شاہد نے لاپرواہی سے اپنا سوٹ کیس کاؤنٹر پر رکھ دیا فارغ ہو کر دونوں آگے بڑھ گئے۔

یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں پرسکون نظر آؤ اس طرح تو تم خود دوسروں کو شک کا موقع دو گے' شاہد سختی سے بولا سوری یار...... پہلا موقع تھا نا...... اس لئے...... بس یونہی خیال آ گیا تھا کہ اگر پکڑے جاتے تو' عمران کہتے کہتے رک گیا یہاں وہی پکڑے جاتے ہیں جنھیں پکڑے جانے کا خوف ہو...... جو ڈرتے ہیں اسے سب ڈراتے ہیں کسی سے نہ ڈرو پھر سب تم سے ڈریں گے' شاہد سنجیدگی سے بولا عمران کا یہ پہلا ہوائی سفر تھا اسے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے ایک طرف اس کا بے داغ ماضی تھا اور دوسری طرف غیر یقینی اور مجرمانہ مستقبل وہ سوچ رہا تھا کہ یہ پاکستان سے ہانگ کانگ کا نہیں بلکہ نیکی سے بدی کا سفر ہے کیا اسے اب بھی واپس مڑنا نصیب ہوگا؟ ہانگ کانگ میں ان کا قیام ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں تھا شام کا وقت تھا جب ان کے کمرے کے دروازے پر کسی نے تین بار دستک دی' شاہد نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ایک چھوٹے قد کا آدمی اندر داخل ہوا...... ہیلو مسٹر شاہد......

ارے! یہ کون ہے۔ اس نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا' یہ عمران ہے ہمارا نیا ساتھی! اسے بھی اچھی طرح پہچان لیں ہوسکتا ہے آئندہ یہ کام اسی کے سپرد کر دیا جائے۔ اوہ' تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر عمران' اس نے ہاتھ آگے بڑھایا' تھینک یو' عمران کے منہ سے نکلا' یہ رہا آپ کا سامان' شاہد نے دونوں سوٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیئے۔ گڈ' کل تمہیں سوٹ کیس واپس مل جائیں گے...... اوکے' وہ بولا اور بیروں کی مدد سے اس نے سوٹ کیس نیچے اپنی گاڑی میں رکھوائے لو یار' بس اتنا سا کام تھا' اب آرام کرو' کل سارا دن گھومیں گے اور شام کو سوٹ کیس لے کر واپسی'

سکندر کمرے میں داخل ہوا سیٹھ جمال اسے دیکھتے ہی بے تابی سے بولا آؤ سکندر کیسا رہا' سکندر نے خاصی معلومات اکٹھی کرلی ہیں سر پیر بخش کی دواؤں کی فیکٹری پی بی کیمیکلز میں جعلی دوائیں بن رہی ہیں مگر یہ کام فیکٹری کے کسی خفیہ تہ خانے میں ہوتا ہے یہ جعلی دوائیں ہفتے میں ایک بار خاص خاص اسٹورز تک پہنچائی جاتی ہیں جہاں سے پھر یہ پورے ملک میں سپلائی ہوتی ہیں' سکندر نے تفصیل بتائی۔

اس خفیہ جگہ کا پتہ لگاؤ سکندر تاکہ فیکٹری پر چھاپہ پڑوایا جا سکے میں پیر بخش کو عبرتناک انجام سے دوچار کرنا چاہتا ہوں' سیٹھ جمال غصے سے بولا۔ 'چھاپہ پڑوانا اتنا آسان نہیں سر' آپ جانتے ہیں پیر بخش کی رسائی بھی اوپر تک ہے' اسے چھاپے کا قبل از وقت پتہ چل

علم اور عقل

حضرت کثیر بن مرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ داناؤں کے سامنے بے سروپا باتیں نہ کرو ورنہ وہ خفا ہو جائیں گے۔ کم عقل سے اونچی بات نہ کرو ورنہ وہ تمہاری تکذیب کرے گا۔ علم کے اہل کو علم سے محروم نہ رکھو' یہ معصیت ہے۔ نااہل سے علمی گفتگو نہ کرو ورنہ وہ تمہیں ہی جاہل کہے گا۔ علم ہو یا دولت تم پر دونوں کے کچھ حقوق ہیں۔ (سنن داری)

(مرسلہ: غزالہ صدیق۔ آزاد کشمیر)

جائے گا میں چاہتا ہوں کہ اس بار جب فیکٹری سے جعلی دواؤں کا ٹرک باہر نکلے اسے پکڑوا دیا جائے'

وہ کس طرح؟ سیٹھ جمال نے پوچھا۔

'خفیہ تہ خانے میں کام کرنے والے ایک بندے کو میں نے توڑ لیا ہے' وہ ہمیں خبر کردے گا کہ اس بار ہفتے کے کس دن ٹرک میں جعلی دوائیں ہوں گی بس وہی موقع ہوگا' سکندر بولا ویری گڈ...... یہ کام دکھایا ہے تم نے...... سیٹھ جمال خوش ہو کر بولا۔ مگر یہ چھاپہ پولیس کے ذریعے نہیں پڑوایا جائے گا کیونکہ پولیس میں پیر بخش کے ہمدرد موجود ہیں اس کے لئے ہمیں کسی انٹیلی جنس ایجنسی سے مدد لینا ہوگی' انٹیلی جنس ایجنسی ایسی بے وقوفی کبھی نہ کرنا تم جانتے نہیں کہ اس طرح ہم خود بھی...... وہ کہتے کہتے رک گیا آپ فکر نہ کریں سکندر اتنا بے وقوف نہیں ہم انہیں خفیہ طور پر اطلاع دیں گے خود سامنے نہیں آئیں گے ہوں مگر تم اطلاع کس کو دو گے؟ ہے ایک شخص بڑا مخلص اور محب وطن اتفاق سے اس کا نمبر مل گیا ہے' سکندر مسکرایا۔ فون کی گھنٹی بجی' ہیلو' ریسیور اٹھانے والا بولا۔ کرنل مراد مجھے آپ کو ایک اہم اطلاع دینی ہے' دوسری طرف سے آواز آئی۔ کون ہو تم مجھے کیسے جانتے ہو اور یہ نمبر تمہیں کس نے دیا ہے؟ وہ شخص تیز لہجے میں بولا۔ آم کھائیں کرنل صاحب آپ کو اس سے کیا میں کون ہوں سنئے آج شام پی بی کیمیکلز سے جعلی دواؤں سے بھرا ایک ٹرک نکلے گا اور مختلف اسٹورز پر دوائیں سپلائی کرے گا' آپ ٹرک پر چھاپہ مار کر جعلی دواؤں کے اس کاروبار کو روک سکتے ہیں جس کا سرغنہ پیر بخش ہے' تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟' آپ پھر پیڑ گننے لگے بس مجھے یہی اطلاع دینی تھی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ اطلاع سو فیصد درست ہے' ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا' کس کا فون تھا سر......؟ میز کے دوسری طرف بیٹھا جلال خان بولا۔

'گمنام کال کسی نے اطلاع دی ہے کہ آج شام پی بی کیمیکلز سے جعلی دواؤں کا ایک ٹرک نکلے گا' کرنل مراد نے بتایا۔ اوہ...... پیر بخش کی فیکٹری...... جلال خان بولا ہاں۔ مگر مجھے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ کسی کو میرا نام اور فون نمبر کیسے پتہ چلا؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا ہم میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں۔ یہ...... یہ تو بہت خطرناک بات ہے سر...... جلال خان بولا۔ ہاں' ہمیں اس کا پتہ چلانا ہوگا اس کال پر توجہ دینا بھی ضروری ہے۔ یہ بات غلط بھی تو ہو سکتی ہے۔

'ہاں دونوں ہی چانس ہیں مگر ہمیں اس ٹرک کو چیک کرنا ہوگا لیکن یہ کام اس وقت کرنا جب ٹرک فیکٹری سے کافی دور آ چکا ہو۔ اگر اس فیکٹری میں واقعی جعلی دوائیں بنتی ہیں تو وہ لوگ ملک و قوم کی صحت سے کھیل رہے ہیں۔ ان کو روکنا ضروری ہے۔ تم تیاری کرو...... اتنے نوٹ دیکھ کر عثمان علی چونک اٹھے' یہ...... یہ کیا؟ ان کے منہ سے نکلا' تنخواہ ہے ابا جان پہلی تنخواہ عمران بولا۔ مم' مگر اتنے پیسے وہ حیرت سے بولے۔

ہاں' آئندہ اس سے بھی زیادہ ملیں گے آپ کو خوشی نہیں ہوئی عمران نے پوچھا' خوشی تو بہت مگر تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کیسی نوکری ملی ہے؟ عثمان علی نے پوچھا' بس ابا جان یوں سمجھ لیں امپورٹ ایکسپورٹ کا کام ہے۔ ادھر کی چیزیں ادھر اور ادھر لانا ہوتی ہیں' عمران کا لہجہ کچھ تلخ سا ہو گیا اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی میں دیکھتا ہوں' عمران بولا اور دروازے کی طرف بڑھا السلام علیکم بھائی جان' یوسف علی اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔ آرے آؤ آؤ یوسف بہت موقع پر آئے دیکھو آج ہی عمران کی پہلی تنخواہ ملی ہے' عثمان علی خوش ہو کر بولے مبارک ہو بھائی جان آپ دعائیں رنگ لائیں' یوسف علی نے کہا نہیں بھئی یہ سب تو ہمارے چھوٹے ارشد کا کمال ہے اس کا آنا ہمارے لئے مبارک ثابت ہوا' ایسا نہ کہیں ابا جان...... یہ ارشد کے آنے کی برکت نہیں بلکہ میرے مقدر کی سیاہی ہے ارشد پر تو اس کا سایہ بھی نہ پڑے کاش کہ اس کا مقدر میرے جیسا نہ ہو' عمران دل ہی دل میں بولا ارے بھئی تم کھڑے کیا منہ تک رہے ہو' چچا کا منہ ہی میٹھا کرا دو' عثمان علی اسے گم صم دیکھ کر بولے۔ جی...... جی ہاں میں ابھی آیا' عمران چونکا اور کمرے سے نکل گیا۔ کیسا ہے ارشد بھئی اسے بھی لے آتے' عثمان بولے۔ ابھی تو جمیلہ ہی اسے نہیں چھوڑتی' یوسف علی ہنسے' ہاں بھئی اتنے عرصے بعد جو خوشی ملی ہے۔ بس بھائی جان لگتا ہے کہ اب پریشانیوں کا دور گیا مجھے بیٹا ملا اور عمران کو نوکری۔ بھئی غلط کہہ گئے بیٹا بھی مجھے ہی ملا ہے' عثمان ہنسے بالکل بالکل آپ ہی کا بیٹا ہے' یوسف علی نے بھی قہقہہ لگایا۔ السلام علیکم' اسی وقت عمرانہ چائے کی ٹرے لئے ہوئے اندر داخل ہوئی' جیتی رہو بیٹی کیسی ہو؟ یوسف علی نے پوچھا جی ٹھیک ہوں' وہ بولی' عمران کو نوکری ملتے ہی اس نے دوبارہ بی اے میں داخلہ لے لیا ہے' عثمان علی نے بتایا بہت خوب یہ تو اچھی بات ہے بھئی یہ عمران کدھر چلا گیا؟ جب سے نوکری ملی ہے گھر میں کم ہی نکلتا ہے' عثمان علی بولے اور ادھر عمران نہ جانے کیوں ان سب کو اتنا خوش دیکھ کر کچھ پریشان سے ہو گیا تھا اور بلاوجہ ہی ادھر سے ادھر سڑکیں ناپتا پھر رہا تھا۔ سکول میں سارے لڑکے گراؤنڈ میں کھیل رہے تھے ایسے میں دو لڑکے باتیں کرتے ہوئے کوریڈور میں جا رہے تھے۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا ظفر اس وقت سب لڑکے گراؤنڈ میں ہیں اور ٹیچر سٹاف روم میں' دیکھو شیرازی کسی نئی مصیبت میں نہ پھنسوا دینا' ظفر پریشان سا تھا۔

کچھ نہیں ہوگا یار بس لیب سے تھوڑا سا ایسڈ ہی تو لینا ہے پھر گھر پر تجربہ کرکے دیکھوں گا' شیرازی خوش ہو کر بولا تمہارے تجربوں سے میں بہت پریشان ہوں ہمیشہ گڑبڑ کرتے ہو' ظفر بولا' اس بار گڑبڑ نہیں ہوگی دیکھ لینا' دونوں لیب میں داخل ہو گئے۔ ایک طرف الماری میں بہت سی بوتلیں رکھی تھیں شیرازی نے ایک بوتل الماری سے نکال لی اور ایک چھوٹی سی بوتل اپنی جیب سے نکالی پھر وہ بڑی بوتل سے محلول اپنی چھوٹی بوتل میں ڈالنے لگا اسی وقت دروازہ چرچرایا ظفر گھبرا کر تیزی سے مڑا اور اس کا ہاتھ لگنے سے بوتل شیرازی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور چھناکے سے گر کر ٹوٹ گئی۔

(باقی آئندہ)

"کپڑوں میں ریکٹ چھپا کر کھیلنے جاتا تھا"

بیڈمنٹن کے قومی چیمپئن (ڈبلز) ہارون کلیم کی باتیں

قیصر صغیر

میں تو ہاکی اور کرکٹ کا کھلاڑی تھا' اتفاق سے بیڈ منٹن کھیلنے لگا اور نیشنل چیمپئن بھی بن گیا۔ ایک بار نہیں' چار مرتبہ (92-93-97-98) نیشنل گیمز میں چار گولڈ میڈل جیتنے کا اعزاز بھی مجھے حاصل ہے اور پاکستان کا کوئی ایسا ٹورنامنٹ نہیں جو میں نے نہ جیتا ہو۔ بلکہ ایک وقت میں تمام ٹورنامنٹ بھی جیت چکا ہوں۔ ان خیالات کا اظہار بیڈمنٹن کے نیشنل چیمپئن ہارون کلیم نے ایک خصوصی انٹرویو میں کیا۔ 6 فٹ 4انچ قد کے مالک ہارون کلیم پہلی نظر میں ہی اتھلیٹ لگتے ہیں۔ وہ کرکٹ کے کھلاڑی بھی بنتے تو اتنی ہی بلکہ شائد اس سے بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرتے۔ یہ ہم تکہ نہیں لگا رہے بلکہ ہارون ہائی سکول تک فاسٹ باؤلر تھے۔ ہارون 31 اگست 1966 کو نسبت روڈ لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔
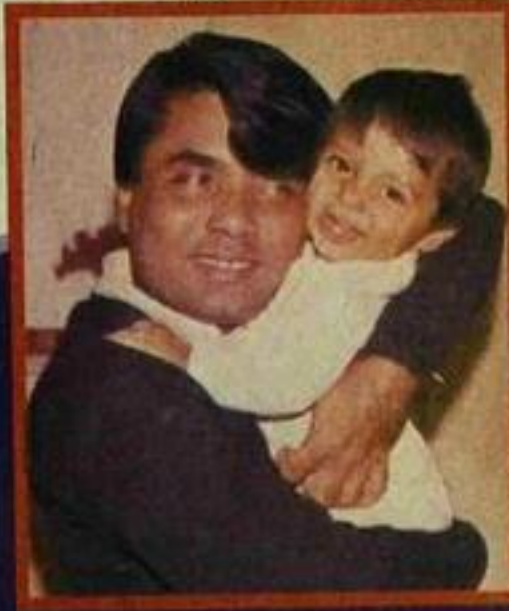
ارے ہم آپ کو ہارون کلیم کا ایک اور بلکہ اصل تعارف تو کرانا بھول ہی گئے۔ وہ یہ کہ ہارون معروف شاعر کلیم عثمانی مرحوم کے اکلوتے صاحب زادے ہیں۔ جن کا چند ماہ قبل انتقال ہوا ہے۔ کلیم عثمانی مرحوم نے بہت خوبصورت ملی نغمے (اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں' یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسبان اس کے اور یہ نور کا مسکن ہے ستاروں کی زمیں ہے' یہ ارض وطن خطہ فردوس فریں ہے) تخلیق کئے۔ کلیم عثمانی ہارون کو ہاکی کا کھلاڑی بنانا چاہتے تھے۔ مگر ان کی قسمت میں بیڈمنٹن کا کھیل لکھا تھا اور ایک دلچسپ اتفاق نے انہیں اس مقام تک پہنچا دیا۔ (ہارون کلیم ماضی کی یادوں کو یوں تازہ کرتے ہیں ایک دن بریک سے کچھ دیر پہلے میں کلاس ٹیچر سے اجازت لے کر پانی پینے گیا تو ہال میں دو تین لڑکے بیڈ منٹن کھیل رہے تھے۔ مجھے اشتیاق پیدا ہوا اور میں نے ٹوٹی کھڑکی سے جھانکا تو سپورٹس ٹیچر (جو بہت سخت طبیعت کے مالک تھے) نے مجھے اندر بلایا۔ میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں کہ آج خیر نہیں۔ میں نے جان بچانے کے لئے گھبراہٹ میں کہہ دیا میں ان لڑکوں کو ہرا سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر نہ جیتے تو۔ بہر حال میں اپنی بات پر قائم رہا۔ مقابلہ شروع ہوا' میں ننگے پاؤں کھیلا اور اپنے مقابل لڑکے کو شکست دے دی۔ وہ سکول کی ٹیم کا نمبرون کھلاڑی تھا۔ اس کامیابی کے بعد میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ ٹیچر نے مجھے کہا۔ "کل آپ ریکٹ خرید کرلائیں اور ٹیم میں شامل ہو جائیں" اور یوں اس طرح میری بیڈ منٹن کا آغاز ہوا حالانکہ میں نے کبھی ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ والد صاحب گو اس بات پر خوش نہ تھے لیکن میری چند کامیابیوں کے بعد انہوں نے مجھے سپورٹ کرنا شروع کردیا والدہ میری گیم کو آج بھی پسند نہیں کرتیں۔

شروع دنوں میں 'میں ہاکی کھیلتا تھا اور والد صاحب اس لئے بھرپور حوصلہ افزائی کرتے کہ وہ خود بھی ہاکی میں اپنے شہر کی نمائندگی اور اچھی سطح پر ہاکی کھیل چکے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ میں ہاکی کا کھلاڑی بنوں اس لئے میری ہاکی ذرا پرانی ہوتی تو نئی لادیتے۔ انہی دنوں میں 'میں اچھا کرکٹر (فاسٹ باؤلر) بھی تھا۔ اور اتنی تیز سنگز لیتا تھا کہ میرے تایا مجھے ہرن کہتے۔ جب میں نے بیڈمنٹن کا آغاز کیا تو والد صاحب کو اچھا نہ لگا۔ مجھے ان کا اتنا خوف ہوتا تھا کہ بیڈ منٹن کا ریکٹ اپنے کپڑوں میں چھپا کر لے جاتا

اساتذہ کا موڈ خراب ہوتا تو مجھے مرغا بنا دیتے

بڑی بہن نے ماں کی طرح خیال رکھا

بنیادی طور پر ہاکی کا کھلاڑی ہوں

پہلا ریکٹ 14 روپے میں خریدا

والدہ میری گیم کو آج بھی پسند نہیں کرتیں

دلچسپ اتفاقات نے اس مقام تک پہنچایا

احب کو اچھا نہ لگا۔ مجھے ان کا اتنا خوف ہوتا تھا کہ ڈمنٹن کا ریکٹ اپنے کپڑوں میں چھپا کر لے جاتا یا۔ مجھے اس مقام تک پہنچانے میں میرے کالج کے استاد رقصی ریاض نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگر وہ مجھ پر جہ نہ دیتے تو میں کبھی پروفیشنل پلیئر نہ بن پاتا۔ اچھی ڈمنٹن کھیلنے کا فائدہ یہ ہوا کہ میرا تمام اچھے کالجوں میں سپورٹس بیس پر داخلہ ہو گیا۔ میں نے ورنمنٹ کالج (ایف ایس سی) میں ایک ماہ پڑھا لیکن پل کے ایک جملے پر ناراض ہو کر کالج تبدیل کر کے سلامیہ کالج ریلوے روڈ میں چلا گیا۔ اسی دوران مجھے واپڈا میں جاب مل گئی۔ او دو ہزار روپے تنخواہ بھی لنے لگی۔ سیکنڈ ائر کے ایک طالب علم کے لئے یہ بہت ڑی رقم تھی۔ میں کھلے دل سے خرچ کرتا اور اپنی سالگرہ پر جب دوستوں کو مدعو کرتا تو خصوصی تاکید یہ وتی کہ کوئی تحفہ لے کر نہ آئے۔ میرے دوست مجھے شک بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ گریجویشن گورنمنٹ کالج لاہور اور ایم بی اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ آج کل الائیڈ بینک میں آفیسر ہوں۔ بڑا ہو کر گو میں زیادہ بااختیار ہو گیا ہوں۔ لیکن مجھے بچپن کا زمانہ ہی اچھا لگتا ہے۔ جب کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ میری بڑی بہن میری بہت اچھی دوست تھیں ور انہوں نے ماں کی طرح میرا خیال رکھا۔ زندگی میں سب سے پہلا تحفہ بھی مجھے یقین ہے انہوں نے ہی دیا ہو گا۔ دوسرے لوگوں میں میری کلاس فیلو نے مجھے رنگ بھرنے والی کاپی دی تھی جو یادگار تحفہ ہے۔ بچپن میں شرارتی ضرور تھا۔ لیکن سوبر قسم کا۔ اکثر شرارتوں کے دوران اپنے آپ کو ہی چوٹ لگا بیٹھتا تھا۔ اونچی جگہ سے چھلانگ لگاتا اور اپنی طاقت سے بڑا ہر کام کرنے کی کوشش کرتا۔ میرے بچپن کا زیادہ حصہ سمن آباد میں گزرا۔ (22 سال تک وہاں رہے)

پرائمری سکول تک اچھا طالب علم تھا لیکن ہائی سکول میں کھیل کھیل اور صرف کھیل کی وجہ سے بہت اچھے نمبر نہیں آئے۔ (بس فرسٹ ڈویژن لے سکا) ہمارے گھر کا ماحول پڑھنے لکھنے والا تھا۔ رسائل و جرائد بہت زیادہ تھے اور ان دنوں میں اردو ڈائجسٹ میرا پسندیدہ رسالہ تھا۔ اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز بھی بہت پڑھی۔ کھانے میں چاول پسندیدہ خوراک تھی۔ اور آج بھی ہے۔ چاول باسی بھی ہوں تو کھا لیتا ہوں۔ گرمیوں کی تپتی دوپہروں میں سوتا نہیں تھا۔ کوئی اچھی سی کتاب پڑھنے بیٹھ جاتا یا پھر الیکٹرانکس کی اشیاء کی خرابی دور کرنے کی کوشش کرتا۔ اردو پسندیدہ مضمون اور ریاضی سخت ناپسند تھا۔ کلاس میں زیادہ تر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ مجبوراً اتنی تیاری کر لیتا کہ پاس ہو جاؤں۔ کبھی سکول سے نام خارج نہیں ہوا بلکہ پرائمری سکول میں مجھے صفائی اور ڈسپلن سے رہنے پر ایوارڈ بھی ملا۔ گو کھیل پر

بقیہ صفحہ نمبر: 33 پر

سعدیہ فیض

آج جب میں کلاس روم میں داخل ہوئی تو اسے پھر اگلی قطار میں بیٹھا دیکھ کر غصے سے میرا چہرہ تن گیا۔ اگلی قطار میں بیٹھنے پر تو خیر در گزر ہو سکتا تھا۔ مگر اس کی یہ حرکت میرے نزدیک ہر گز قابل معافی نہیں تھی کہ وہ قمیض کے دامن کو الٹا کر کے اپنی ناک صاف کر رہی تھی۔ ہزار بار تمہیں سمجھایا ہے کہ ایسی جاہلانہ حرکتوں سے سکول میں پرہیز کیا کرو۔ مگر تم پتا نہیں کس ڈھیٹ مٹی سے بنی ہوئی ہو۔ ال میرڈ نہیں کی۔ میں نے آگے بڑھ کر چناخ سے ایک تھپڑ اسکے گال پر جڑ دیا۔ موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر گالوں سے بہتے ہوئے قمیض کے دامن میں جذب ہو گئے۔ حسب عادت اس نے اپنی صفائی میں کچھ نہ کہا سر جھکائے جھکائے بیگ اٹھایا اور ہاتھ کی الٹی ہتھیلی سے آنسو پونچھتی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی پچھلے ڈیسک پر جا کر بیٹھ گئی۔ آج پہلے پریڈ میں ہی کلاس کا ماحول مکدر ہو گیا تھا۔ چنانچہ سارا دن بور گزرا۔ اور میں سارا دن شہزادی کو ہی کوستی رہی کہ نہ وہ اگلے ڈیسک پر بیٹھتی اور نہ اسے دیکھ کر میرا موڈ خراب ہوتا۔ نجانے مجھے شہزادی سے اس قدر چڑ کیوں تھی۔ کالی سیاہ رنگت موٹے موٹے اور بھدے نین نقش ماتھے پر ہر دم میل کچیل سے بھرے بالوں کی جھولتی لٹوں والی شہزادی تو عاجزی کا پیکر اور سراپا قابل رحم تھی۔ مگر مجھے اس پر رحم نہیں آتا تھا صرف اور صرف غصہ ہی آتا تھا۔ اس کے برعکس کرن میری منظور نظر تھی۔ پھولے پھولے گالوں اور سرخ و سپید رنگت والی کرن جیسے سنی اور لمبے بال ہر دم دو پونیوں میں لہراتے رہتے تھے۔ وہ تھی ہی ایسی سورج کی کرن کی طرح شوخ البیلی ہنستی مسکراتی۔ بچو! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارے سکول میں فن فیئر ہو رہا ہے۔ جس میں فینسی ڈریس شو کا آئٹم بھی ہو گا۔ ایک دن میں نے رول کال کے بعد کلاس کو انفارم کیا۔ ساری کلاس اس انفارمیشن سے ایکسائٹیڈ تھی اور اپنا اپنا مدعا بیان کرنے کیلئے ہر کوئی پہل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس سے ایک بے ہنگم سا شور اٹھ کھڑا ہوا۔ بھئی اس طرح تو بات نہیں بنے گی۔ سب سے پہلے وہ لڑکیاں ہاتھ کھڑا کریں جو شہزادی کے گیٹ اپ میں آنا چاہیں۔ میں نے کلاس کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔ جواباً بہت سارے ہاتھ شہزادی بننے کیلئے کھڑا ہو گئے اور یہ دیکھ کر میرے ہموار ماتھے پر سلوٹیں ابھر آئیں کہ ان ہاتھوں میں شہزادی کا ہاتھ سب سے نمایاں تھا۔ میں جھٹ کرسی سے اٹھی اور اسے بازو سے پکڑ کر ساری کلاس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بچو کیا شہزادیاں ایسی ہوتی ہیں۔؟ میں نے حقارت سے بھرپور ایک نظر اسکے سراپے پر ڈالی۔ نہیں مس ساری کلاس بیک وقت بولی۔ تمہارے لئے تو چڑیل کا حلیہ مناسب رہے گا۔ کسی میک اپ کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔ میں نے طنز سے کہا تو اس کا جھکا ہوا سر مزید جھک گیا۔ مس مم...... میں شہزادی بن سکتی ہوں۔؟ کرن نے میرے رویئے سے ڈرتے ہوئے جھجکتے لہجے میں کہا تو میں نے اپنے مخصوص انداز میں اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا ہاں بھئی ہماری کرن تو ہے ہی شہزادی۔ شہزادی نے یہ سنکر تھوڑا سا گردن کو رخ دیا اس کی آنکھوں میں احساس محرومی پھر جھلک رہا تھا۔ پتا نہیں ماں باپ نے کیا سوچ کر اس کا نام شہزادی رکھا تھا۔ پتا ہے امی آج وہ ڈریس شو کیلئے شہزادی بننے کی خواہش کر رہی تھی۔ شائد بے چاری نے کبھی غور سے آئینہ نہیں دیکھا تبھی تو چلی تھی شہزادی بننے۔ تمسخر سے ہنسی تو امی کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ وہ میرے قریب آکر بیٹھ گئیں اور نرمی سے میرے ہاتھ دبا کر کہنے لگیں بیٹا اولاد چاہے جیسی بھی ہو والدین کو دنیا میں ان سے زیادہ خوبصورت کوئی نظر نہیں آتا۔ کیا بدصورتی کی وجہ سے مائیں بچوں سے پیار کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔؟ فرض کرو تم خوبصورت نہ ہوتیں تو کیا خیال ہے میری محبت کا آدھا حصہ تمہیں ملتا۔؟ بیٹا چہرے کوئی بازار میں نہیں بکتے کہ بدصورت چہرے لوگ کم قیمت میں خرید لیتے ہیں۔ یہ تو رب کی دین ہے اور ہمیشہ اس دین پر شکر گزار رہنا چاہیے۔ شہزادی کے متعلق جو بھی واقعہ ہوتا میں امی کو ضرور بتاتی اور جواباً مجھے امی کی ایسی ہی نصیحتیں سننا پڑتیں۔ سردیوں کی آمد آمد تھی۔ ہیڈ مسٹریس کی سختی سے ہدایت تھی کہ تمام سٹوڈنٹس مکمل یونیفارم میں آئیں۔ اسمبلی میں بھی اور کلاسز میں بھی بار بار یہ ہدایت دھرائی جاتی مگر کچھ طالبات پر تو جیسے اثر ہی نہ تھا ان میں سے ایک شہزادی بھی تھی۔ حسب سابق میرا سارا غصہ شہزادی پر ہی اترا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میڈم نے نامکمل یونیفارم پر فائن لگانا شروع کر دیا ہے۔ اب یا تو تم سویٹر پہن کر آیا کرو یا پھر فائن لے آنا کل سے۔ یہ اپنے پرانے جوتے بدلو۔ میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو اس کی آنکھیں چھلک پڑیں او بھرائی ہوئی آواز میں کہا مس نئے جوتے خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی یہ کہہ کر میں کلاس سے نکل گئی۔ حسب عادت میں پھر امی سے کہہ رہی تھی کہ امی وہ شہزادی ہے نا میری سٹوڈنٹ وہ پھٹے ہوئے جوتے پہن کر سکول آتی ہے۔ یہ غریبوں کو پڑھنے کا اتنا شوق کیوں ہوتا ہے۔؟ نہ گھر کے اخراجات پورے ہو پاتے ہیں نہ تعلیم کے اور پھر انہیں تعلیم چھوڑنی پڑتی ہے پھر کیا فائدہ اس ادھوری تعلیم کا۔؟ میں اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی جبکہ امی کے چہرے کے تاثرات بھی میرے الفاظ کے ساتھ تیزی سے بدل رہے تھے۔ انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا بیٹا۔ تمہارا مقام ایک استاد کا ہے اور استاد کی نگاہ میں ساری کلاس ایک جیسی ہوتی ہے۔ استاد کے نزدیک طالب علم وہی پسندیدہ اور اچھا ہوتا ہے جو ذہین تابعدار اور مودب ہو۔ اس کی شکل و صورت مالی حالت سب ثانوی چیزیں ہیں۔ استاد تو روحانی والدین ہوتے ہیں انہیں ایسی مادی سوچیں زیب نہیں دیتیں۔ تم ذاتیات میں الجھ کر اپنے مقام و مرتبے کو کم مت کرو۔ سب سٹوڈنٹس کو صرف ایک استاد کی نظر سے دیکھو۔ اگر کسی سے ہمدردی نہیں جتا سکتیں تو دلآزاری کا سبب بھی مت بنو۔ اماں آج تو آپ بہت سنجیدہ لگ رہی ہیں۔ میں نے چونک کر پوچھا تو اور کیا بیٹا میں تمہاری ان حرکتوں پر شاباش دوں۔ امی واقعی کافی سنجیدہ تھیں۔ اس دن کے بعد میں نے کبھی امی سے شہزادی کے متعلق ذکر نہیں کیا حالانکہ کئی اہم واقعات رونما ہوئے۔ امی اب اکثر بیمار رہنے لگتی تھیں۔ جس کی وجہ سے زیادہ تر میں چھٹی پر رہتی

تھی۔ ایک دن میں امی کے بیڈ کے پاس چیئر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی کہ امی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے قریب بلایا۔ میں امی کے سرہانے جا کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے نحیف و نزار آواز میں کہنا شروع کیا۔ بیٹا آج میں تمہیں ایک کہانی سناتی ہوں۔ ایک پرانی کہانی جس کا آغاز بہت سال پہلے ہوا تھا مگر اس کا انجام میں تمہیں آج سناؤں گی۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے تمہیں یہ کہانی نہ سنائی تو مجھ پر بہت بوجھ رہے گا اور شائد وقت اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔ امی دھیرے دھیرے کہہ رہی تھیں میں نے اپنی تدریس کا آغاز بطور ہیڈ مسٹرس ایک دیہاتی مڈل سکول سے کیا تھا۔ ہمارے سکول کا چوکیدار بہت غریب آدمی تھا۔ اکثر اس کے ساتھ اس کی چار سالہ بیٹی بھی آ جاتی تھی۔ اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ لیکن اسکے وسائل اتنے نہیں تھے بیٹی کی خواہش کو پورا کر سکے۔ میں نے تمہارے ابا رحمت صاحب سے مشورہ کیا اور چوکیدار بابا کی رضامندی سے اس کی بیٹی کو گھر لے آئے۔ کچھ عرصہ بعد چوکیدار اپنی بے بسی اور غربت کا رونا روتے ہوئے اپنی چھوٹی دو سالہ بیٹی کو بھی ہماری جھولی میں ڈال گیا۔ کچھ عرصہ بعد میری ٹرانسفر شہر ہو گئی۔ اس کے بعد ہم نے بھی چوکیدار سے رابطہ نہ رکھا۔ ہم نے دونوں بچیوں کو بھرپور پیار دیا انکی پرورش کی اعلیٰ تربیت کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو شائد کچھ اور منظور تھا۔ ایکدن ہم سب گاڑی میں پک نک کیلئے جا رہے تھے کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ رحمت صاحب اور تمہاری بڑی بہن موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ تمہاری اور میری زندگی اللہ کو منظور تھی سو آج کی یہ کہانی سننے اور سنانے کے لئے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہیں۔ امی اپنی دانست میں کہانی ختم کر چکی تھیں۔ مگر میرے لئے تو کہانی اب شروع ہوئی تھی۔ آگہی کا عذاب کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے یہ مجھے اس رات معلوم ہوا۔ بار بار شہزادی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ میں اسے کتنا حقیر جانتی تھی۔ مگر اس کی قدر و اہمیت تو مجھے تب ہی معلوم ہوئی وہ جیسی بھی تھی اپنے والدین کے آغوش محبت میں پل رہی تھی۔ صبح امی جان کی طبیعت مزید بگڑ گئی۔ اور دوا نے اپنا اثر کرنا چھوڑ دیا۔ میری ماتا مجھ سے دوبارہ چھن گئی۔ کئی دن تک تعزیت کیلئے لوگوں کا آنا جانا لگا رہا۔ اس دوران میں سکول کے حالات سے مکمل بے خبر رہی۔ جب میں نے دوبارہ سکول جوائن کیا تو یہ خبر میری منتظر تھی کہ شہزادی نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر حالات پہلے والے ہوتے تو یقیناً میں اس خبر پر خوش ہوتی مگر اب جذبات اور حالات بدل چکے تھے۔ امتحان دینے کیلئے شہزادی کا اتا پتا معلوم کرنا نہایت ضروری تھا۔ آخری امید کے طور پر رجسٹر داخلہ میں اس کا ایڈریس مل گیا۔ اگلے دن میں اسکے گھر موجود تھی جو کہ شہر کی ایک مضافاتی بستی میں تھا۔ مجھے اپنے گھر میں پا کر شہزادی کی آنکھیں حیرت سے اس قدر پھیل گئیں۔ جتنا کہ وہ پھیل سکتی تھیں۔ وہ بھاگ کر ایک عورت جو کہ اس کی ماں معلوم ہوتی تھی کہ پیچھے سر جھکائے کھڑی ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا ذرو نہیں شہزادی میں یہ معلوم کرنے آئی ہوں کہ تم نے سکول آنا کیوں چھوڑ دیا ہے۔؟ جواباً اس کی ماں بول اٹھی بی بی جی جب داخلہ ہی نہیں جائے گا تو امتحان کیسے دے گی۔ اور جب امتحان ہی نہیں دینا تو پھر پڑھنا کا ہے کو۔ اتنا مایوس نہیں ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا دیتا ہے۔ میں نے دلیل دی۔ ہاں جی اللہ تو سبب بنا دیتا ہے مگر یہ دکھیاری تو پیدا ہی قربانیوں کیلئے ہوئی ہے۔ اس کی تعلیم کیلئے جو پیسا بھی ملتا تھا وہ بہن بھائیوں کیلئے بچا لیتی۔ اب کے ساری سردیاں اس نے بغیر سویٹر کے گزر دیں۔ اور بچوں کو گرم کپڑے لے دیے۔ اب جو پیسے داخلے کیلئے بچا کر رکھے تھے وہ میری بیماری پر خرچ ہو گئے اور رقم کہاں سے آتی۔ اب تو کوئی ذریعہ وسیلہ بھی نہیں رہا اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے بیگم صاحبہ کو جو برے وقت میں ہمارے کام آتی تھی۔ انہی کے دم سے شہزادی اس مقام تک پہنچی۔ میں کرموں ماری تو انکے آخری دیدار کو بھی نہ جا سکی ایسی عظیم اور نیک خاتون کون تھیں۔ میں نے متاثر ہو کر پوچھا۔ سب بیگم رحمت کے نام سے جانتے ہیں وہ ہم جیسے بہت سے گھرانوں پر انکے بڑے احسان ہیں۔ وہ کوئی بڑی استانی تھی۔ وہ بول رہی تھی مگر میں کب سن رہی تھی۔ میرا سر نیچے جھک گیا...... نیچے...... بہت نیچے...... میں اپنے آپ کو پاتال کی گہرائیوں میں گرا محسوس کر رہی تھی۔ امی کا یہ نیا روپ مجھ پر آج کھلا تھا وہ واقعی عظیم تھیں۔ مگر میں تھی...... یوں بھلا میں انکی چاہت اور محبت کا قرض کیسے اتار سکوں گی۔ دوسرے دن سکول جانے کیلئے میرے ساتھ شہزادی بھی تھی۔ میں نے خود شہزادی کو کرن کے ساتھ بٹھایا۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں لگ رہا تھا۔ کرن بھی ایک طالبہ تھی اور شہزادی بھی۔ اور استاد کی نظر میں سارے شاگرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اچھا شاگرد وہی ہے جو ذہین اور مودب ہو۔ میرے کانوں میں امی کے الفاظ تمام تر سچائیوں کے ساتھ گونج رہے تھے۔ اب میں اس سچائی کو بھی تسلیم کر چکی ہوں۔

بقیہ: ہارون کلیم

توجہ زیادہ تھی لیکن چھٹی بالکل نہیں کرتا۔ اور نہ ہی والد صاحب اس کی اجازت دیتے تھے۔ میں نے ہر قسم کی شرارت کی ہے۔ خاص طور پر اپنے کلاس مانیٹر کو بہت تنگ کرتے تھے۔ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ ٹیچر کے سامنے کسی بات پر اسے پھنسوا دیں۔ ہمارے گروپ کو ""شرارتی"" اور دوسرے گروپ کو ""پڑھاکو"" کہا جاتا تھا۔ جس دن رزلٹ آنا ہوتا مجھ پر خوف سوار ہوتا تھا۔ کیونکہ پاس ہونے کے باوجود بھی ڈانٹ پڑتی تھی۔ گھر والے میرے ٹاپ کرنے کی امید رکھتے تھے۔ (معصومیت تھی ان کی) ہائی سکول میں ایک ٹیچر نے ٹیوشن پڑھنے پر بہت زیادہ مجبور کیا۔ لیکن میں نے بھی مار کھائی ٹیوشن ان کے پاس نہیں پڑھی۔ وہ مجھے کھلاڑی ہونے کی وجہ سے طنزیہ مسٹر بیڈمنٹن کہتے تھے۔ سکول جاتے وقت مجھے چار آنہ جیب خرچ ملتا تھا۔ جس میں کئی چیزیں آ جاتی تھیں۔ ہم بوتل بھی پیتے اور نان حلیم کے مزے بھی اڑاتے۔ چھٹیوں کا کام اکثر نامکمل رہ جاتا تھا۔ لیکن انگریزی کا ضرور مکمل کرتا تھا۔ گھر والوں سے بھی جھڑکیں پڑتی کہ سکول کا کام کیوں نہیں کرتے۔ مجھے تو صرف کھیل کا جنون تھا اور ہر وقت اس میں مصروف رہتا۔ چھٹیوں کے بعد سکول جانے کا موڈ بمشکل بنتا۔ اساتذہ کی دہشت سر پر سوار ہوتی تھی۔ اکثر مرتبہ استقبال برا ہی ہوتا۔ بہنوں سے کام میں مدد کا کہتا تو وہ صاف انکار کر دیتیں۔ قرآن پاک میں نے دس گیارہ سال کی عمر میں اپنی نانی سے ختم کر لیا تھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ مجھے گرمیوں کا موسم پسند ہے۔ خاص طور پر گرمی کی شام۔ جب میں نے گاڑی خریدی تو پھر ہلکی ہلکی بارش کا موسم اچھا لگنے لگا۔ لانگ ڈرائیو پر میں اپنے دوست (جو آج کل کینیڈا میں ہے) فہیم احمد خان کے ساتھ زیادہ انجوائے کرتا ہوں۔ ہماری بیگمات کہتی ہیں کہ آپ ہمیں کیوں ساتھ لے کر نہیں جاتے۔ لیکن ہم دونوں اکٹھے ہوں تو پھر کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم ریڑھیوں سے دہی بھلے اور پکوڑے کھاتے ہیں ایسی چیزیں بھی جو شائد اپنے بچوں کو کھانے سے منع کریں۔ اب اپنے بیٹے زین میں مجھے اپنا بچپن نظر آتا ہے۔

عید کا دن ہے

آصف تیموری

پھول سے بچو آؤ آؤ
عید کا دن ہے عید مناؤ
امی ابو کو تم پکڑو
اور عیدی پر تم پھر جھگڑو
کیونکہ بچو! عید کا دن ہے
خوشیوں والا پیارا دن ہے
ہر اک سے تم ہاتھ ملاؤ
غم کو خود سے دور بھگاؤ
گانے گاؤ، شور مچاؤ
دھوم سے عید کا جشن مناؤ
کیونکہ بچو! عید کا دن ہے
خوشیوں والا پیارا دن ہے
روٹھے ہوئے یاروں کو مناؤ
سب کو تم سینے سے لگاؤ
سارے مل کر عید مناؤ
خوشیوں کا تہوار سجاؤ
کیونکہ بچو! عید کا دن ہے
خوشیوں والا پیارا دن ہے

پیاس

منصور فائز

"لو بابا اک اور کہانی مکمل" وہ بڑبڑایا ویسے پتہ نہیں مجھے بابا سے اتنی محبت کیوں ہے کہ میں ہر کہانی میں ہی ان کا ذکر کرتا ہوں۔ ان سے محبت بھری باتیں کرتا ہوں ان کی محبت بھری باتیں سنتا ہوں حالانکہ اندر ایک صحرا سی ہے' پیاس ہی پیاس۔ وہ جو مدتوں سے لکھتا چلا آ رہا ہے۔ ہر کہانی میں محبت کا ذکر کرتا۔ ماں کی ممتا اور باپ کی باپتا کی مٹھاس کا ذکر کرتا۔ جس سے پڑھنے والوں کے اندر محبتوں کا سمندر جوش مارتا ممتا' باپتا جاگ اٹھتی۔ لیکن اس کے بارے میں کون جانتا تھا کہ وہ جو ہر کہانی میں محبت' مٹھاس کا ذکر کرتا ہے خود کتنا پیاسا ہے۔ سنا ہے اکثر لکھنے والا اپنی تحریر میں اپنی باتوں کا ذکر کرتا ہے جس کے لئے وہ تڑپتا ہے' ترستا ہے اور اپنی پیاس کو ذہن میں کردار کو مثبت رنگ دے کر پیش کرتا ہے کہ شاید پیاس میں کمی آئے۔ وہ جو ملک کا نامور لکھاری تھا جس کے لئے لوگوں کے دلوں میں خاص کر معصوم ذہنوں میں محبت تھی۔ جو اسے پڑھنا چاہتے تھے بار بار ہر بار۔

وہ لکھتا ہی اتنا ڈوب کر تھا کہ تھوڑی دیر کو تو بھر جاتا لیکن صحرا کے لئے تھوڑے سے قطرے کیا معنی۔ اس کی ہر تحریر ترجیحی بنیاد پر اشاعت پذیر ہوتی تھی ہر رسالہ اسے چھاپنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ وہ پیار کی باتیں کرتا تھا مٹھاس کی باتیں۔ اپنے عزیز رشتے داروں کو کردار بنا کر باتیں کرتا تھا اور ایسا مثبت رنگ دیتا تھا کہ پڑھنے والے کو سچ کا گماں ہوتا تھا۔ "پتہ نہیں میری پیاس کب بجھے گی"

وہ ہر کہانی کو پوسٹ کرتے ہوئے سوچتا پیاس بجھتی بھی کیسے' ندی تو بہت پہلے اس سے دور ہو گئی تھی اس کی ماں' اس کی پیدائش کے فوراً بعد۔ اور باپ کو کبھی اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ تھوڑا سا پیار اسے بھی دے شاید وہ انہی محرومیوں کو لے کر ایسی کہانی لکھتا تھا۔ وہ جو ہر بار اپنے باپ کی خود سے شدت کے ساتھ پیار کو کہانی کا موضوع بناتا تھا۔ ماں کو پیار کا چشمہ کہتا تھا۔ لوگ اسے پڑھتے تھے لبریز ہوتے تھے۔

آج کی ڈاک میں بہت سے خطوط تھے۔ ایک اسے ملک کے بہترین رسالے کے مدیر کا بھی ملا تھا۔

جناب فائز صاحب خوش رہیئے آپ کی کہانی کو یوسف کی طرف سے پہلا ایوارڈ دیا گیا ہے۔ نہ صرف یوسف کی طرف سے بلکہ ہر دوسری بچوں کی تنظیم نے آپ کی کہانی کو سراہا تھا اور اس کہانی پر اب تک مختلف تنظیموں کی طرف سے 13 ایوارڈز کا اعلان ہو گیا ہے مزید 7 کے اعلان کا امکان ہے۔ واہ آپ بھی کتنے خوش قسمت ہیں۔ اتنی محبت کرنے والا باپ ملا آپ کو جس کا آپ ہر کہانی میں ذکر کرتے ہیں آپ کو اپنے نصیب پر نازاں ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ کا باپ آپ سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ آپ کی ہر کہانی میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ اتنی محبت بہت کم ہی لوگوں کو ملتی ہے۔ جتنی کے آپ کے حصے میں آئی ہے۔ آپ کو عنقریب نیشنل ہوٹل میں ایوارڈ سے نوازا جائے گا۔ اس کی آنکھیں اک بار پھر بھیگ گئیں تھیں' کتنی عزت کتنی محبت مل رہی ہے اسے۔ نہ جانے ابھی اسے اور کتنے آنسو بہانے تھے کہ دروازے کے چرچرانے کی آواز آئی۔ سامنے ایک باریش آدمی نظر آیا۔ بابا! وہ بولا اس کا جی چاہا کہ ان سے لپٹ جائے اور کہے آئی لو یو بابا جی۔

لیکن اتنی ہمت ہی نہیں ہے۔ باپ کی آنکھوں میں نمی اس کے لئے باعث حیرت تھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے باپ اس کے قریب پہنچ گیا اس کے ہاتھ میں اک کاغذ تھا۔ کوئی تحریر جو بھیگ چکی تھی۔ ڈھلتی عمر کے بابا نے وہ کاغذ کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

اس نے کاغذ لیا اور پڑھنا شروع کیا چودھری منظور صاحب! اسلام عرض۔ آپ جس قدر محبت فائز صاحب سے کرتے ہیں ان کا ذکر ان کی تحریروں میں ملتا رہتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کے والد محترم سے بھی ملا جائے۔ جس کی محبت لکھنے والے کی ہر کہانی میں نظر آتی ہے۔

آپ کے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ آپ کے بیٹے کی کہانی کو جو کہ ایک باپ کے گرد گھومتی ہے 13 ایوارڈ ملے ہیں اور مزید ملنے کی توقع ہے۔ آپ کے بیٹے نے کہانی اتنی کمال کی لکھی ہے کہ ابھی بھی میری آنکھوں میں نمی ہے عنقریب ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ امید ہے آپ ضرور اس میں شرکت کریں گے۔

نجف زیدی سرپرست اعلیٰ "مسکان"

آنکھوں میں مزید نمی بھر گئی تھی۔ "بابا" ہلکی سی آواز میں وہ بولا لیکن دو بانہوں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا صبر کا صلہ مل گیا تھا۔ اس کے کانوں سے آواز ٹکرائی۔

"آئی لو یو بیٹا جی' آئی لو یو" اور دو قطرے اس کی پیشانی پر گرے۔ اندر موجود پیاس ختم ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ صحرا پہ برستی پھوار میں تیزی آ گئی تھی۔

پھول تارے

مدیحہ اکرم میرپور

ایک افریقی ماں کی سچی کہانی
وہ اپنے بچوں کو تارے کہنے پر مصر تھی اور انہی کی وجہ سے
اسے امتحان کا سامنا تھا

دور سے اونچی بھوری فصیل کو دیکھ کر گمان ہوتا تھا جیسے یہ کسی قلعہ کی حفاظت کا سامان ہے اور اندر لشکری ہتھیار سجائے طبل کا انتظام کر رہے ہوں گے مگر درحقیقت یہ فصیل ایک تعلیمی ادارے کی موجودگی کا نشان تھی جو نائیجیریا کی ریاست کانو کے دارالخلافہ "کانو" کے بیچوں بیچ بڑی شان سے ایستادہ تھی۔ اس کا نام "رومفا کالج" تھا۔ اس فصیل کے مرکزی دروازے سے شرقاً غرباً کالج کا ایڈمنسٹریشن تعلیمی بلاک اور کیفے ٹیریا نصف کرے کی شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کرے کی تکمیل اس سارے علاقے سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر بنی۔ رہائشی کالونی کرتی تھی جس میں پروفیسرز کے لئے گھر اور ملحقہ سرونٹ کوارٹرز تھے۔ انہی گھروں میں 16-B میرا گھر تھا۔ میرے والد اکرام احمد رومفا کالج میں فزکس کے پروفیسر تھے۔ 1960ء میں برطانیہ سے آزادی کے بعد اس ملک کو ہنرمندوں کی ضرورت تھی جو اپنے ہاتھوں سے ملک کی تعمیر کر سکیں۔ نو آزاد ریاست نے غیر ملکی ماہرین کو بھی اس تعمیر میں شریک کرنے کا ارادہ کیا تو حکومت پاکستان نے مختلف شعبہ جات میں اپنے افراد کو وہاں بھیجا۔ ان میں ابو جان بھی تھے۔ جو 79ء میں یہاں آئے جب میں چند ماہ کی تھی۔

کالونی کے سب گھروں کے ساتھ ایک باغیچہ تھا جو گھر کی عقبی سمت تک پھیلا ہوتا اس میں لکڑی کا ایک گیٹ لگا ہوتا۔ اس گیٹ کو کراس کریں تو اپنے گھر کا سرونٹ کوارٹر آ جاتا جہاں پر ملازمین اور انکا خاندان رہائش پذیر تھا۔ یہ سب غلام ابن غلام تھے۔ عجیب بات تھی کہ وہ اپنے اس خطاب پر شرمندہ نہ تھے۔ شاید مجبوری کے تحت شاید عادت سے۔ بہرحال ہماری خدمت پر ایک نائیجیرین خاتون خدیجہ کو مامور کیا گیا۔ تمام گھروں میں افریقی لوگ اور ان کے بچوں کا ملازم سمجھا جانا حیرت ناک نہ تھا البتہ خدیجہ کے حوالے سے ان کی حیرت بجا تھی۔

اس کی وجہ سب کی نظر میں معمولی نہ تھی اور وہ یہ تھی کہ خدیجہ جو ہماری "بی بی" تھی۔ اپنے تینوں بچوں کو کام پر نہ لگواتی۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ انہیں میونسپل کمیٹی کے سکول میں پڑھا بھی رہی تھی۔ اپنے شوہر مالم حاجی یعنی حاجی صاحب کی وفات کے بعد بی بی نے اپنا آپ ان بچوں کی تربیت میں گلا دیا۔ اپنے اردگرد سفید جلد والوں کی باتوں، طنزیہ فقروں، غصر اور جھنجلاہٹ نظر انداز کر کے وہ اپنے بچوں سالم، یما اور احمد کو بڑا آدمی بنا رہی تھی۔ اگر کبھی کسی مالم کا کوئی منہ چڑھا صاحبزادہ ان پر رعب جھاڑتا یا تنگ کرتا تو کمزوری سنجیدہ مزاج

بی بی کڑک کر ایسی خبر لیتی کہ پھر کوئی اس کے بچوں کو اپنا غلام سمجھنے کی جسارت نہ کرتا۔ بی بی اپنے بچوں کی عزت نفس کے لئے ڈٹ جاتی کیونکہ وہ اس کا مان تھے اس کی جان تھے۔ وہ کیا کرتی یہ اللہ کی امانت ہیں۔ اس کے آزاد پیدا کیے تو کوئی انہیں غلام کیسے بنا سکتا ہے۔ یہ تو میرے تارے ہیں۔ میری زندگی کے میری آنکھوں کے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ تارے کیا ہوئے؟ تو جناب یہ بچے بی بی کی آنکھ کے تارے تھے جیسے ہر ماں کی آنکھ کے تارے ہوتے ہیں ویسے ہی......

ایک دفعہ بی بی امی سے کہنے لگی کہ بچوں کی پڑھائی کے اخراجات پورے کرنے کے لئے اسے کچھ اور بھی کرنا ہوگا تو امی نے اسے اپنی ٹوٹی پھوٹی ہاؤسہ (نائجیریا کی بولی) میں کہا کہ وہ اپنے تاروں کو مقامی "فرینڈز سوسائٹی" کے یتیم خانے میں داخل کرا دے۔ بی بی ہکا بکا رہ گئی پھر بولی۔ "اپنے تاروں کو ان آنکھوں سے دور کر دوں مادام تاکہ میری آنکھیں بجھ جائیں۔ نہیں مادام نہیں" امی نے قائل کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ نو مادام نو کہتی رہی پھر چلی گئی۔ امی کو اس کا اپنے بچوں کے لئے تارا کہنا بڑا اچھا لگا۔ یہ ایک استعارہ تھا جو وہ ان کے لئے استعمال کرتی۔ پھول نہ کہتی کہ اس کے آنگن میں باغیچہ نہ تھا۔ چاند نہ کہتی کہ وہ اس کے لئے ایسا خوبصورت نہ تھا۔ اسے اپنے بچوں کو تارے کہنا ہی اچھا لگا کہ اس کے پاس آنکھیں تھیں جن میں وہ انہیں سجا سکتی۔ پھر جب بھی امی کہتیں کہ بی بی کیسے ہیں تمہارے تارے تو وہ مسکرا کر کہتی۔ الحمد اللہ مادام۔ ذرا وقت گزرا تو سب ہی ان بچوں کی شرافت اور ذہانت کے قائل ہو گئے مگر یہ وقت بی بی کے حوصلے کا امتحان ہوا اور ایک نئی کہانی کا آغاز......

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کالونی کے سکول ساتویں کلاس میں تھی۔ اب تو میں بھی ہاؤسہ اچھی بول لیا کرتی تھی۔ ہاں تو میں بی بی کے حوالے سے بات کر رہی تھی کہ کس طرح اس کی زندگی نے عجب موڑ لیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن اس کا بیٹا سالم سکول سے آ رہا تھا ان کا سکول کالج کی حدود سے باہر تھا۔ دوپہر کا وقت' نائجیریا کی گرمی اور سڑک سنسان۔ ایسے میں اسے اپنے آگے صرف ایک بچہ نظر آیا۔ یہ بچے مس تھا فلپائنی پروفیسر مسٹر لقمن کا اکلوتا بیٹا۔ ابھی وہ کالج کی فصیل تک پہنچنے والا ہی تھا کہ دائیں طرف سے ایک تیز رفتار کار نمودار ہوئی۔ اس سے پہلے کہ قیامت ٹوٹ پڑتی نے مس فٹ پاتھ پر تھا اور سالم سڑک پر مگر اب وہ سالم نہ تھا۔ کار دھول اڑاتی غائب ہو گئی۔ سالم کا جسم گھر لایا گیا۔ شور سننے پر میں اور امی پہنچے تو بی بی سالم کی چار پائی کے سرہانے خاموش بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد اس کے لبوں سے یا اللہ کے الفاظ نکلے۔ میں نے دیکھا بی بی کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی کیونکہ اس کی آنکھوں کا ایک تارا دور افق پر غروب ہو چکا تھا۔ اب بی بی بہت کم بولتی اور اگر بولتی بھی تو اپنے باقی دو بچوں کے متعلق ان کے مستقبل کی باتیں پر امید باتیں۔ جب اس کے تارے ضیا بار ہو کر زمانے کو روشنی دکھائیں گے۔

اگلے سال سالم سے چھوٹی یما نے رومفا کالج کی نائٹ کلاسز میں داخلہ لے لیا اور پڑھائی کے اخراجات پورے کرنے کے لئے کمیٹی کے سکول میں ٹیچنگ کر لی جہاں وہ بھی خود طالبہ تھی۔ اب حکومت کی مہربانی سے کالونی کے ملازمین بچوں کے لئے نائٹ کلاسز کا آغاز کیا گیا تو اسے بھی حصول علم کا سنہری موقع ملا تھا۔ انہی دنوں اکتوبر کی ایک صبح تیز بارش ہو رہی تھی۔ افریقہ کے ان گرم علاقوں میں بارش کا ہونا سب سے بڑی تفریح ہے۔ جب سکول ٹائم شروع ہوا تو بارش ختم ہو چکی تھی۔ مگر کمیٹی کا سکول جس نالے سے ذرا ہٹ کر تھا اس کی طغیانی بری بارش کا پتہ دے رہی تھی۔ 11 بجے بریک ہوئی تو بچے شور مچاتے کلاسوں اور پھر سکول کے افلاس زدہ دروازے سے بھی باہر نکل گئے۔ ذرا دیر بعد خبر پہنچی کہ داؤد ڈوب گیا ہے۔ نالے پر سب سے پہلے پہنچنے والی یما' داؤد کی کلاس ٹیچر تھی۔ وہ فوراً نالے کے کنارے پہنچی داؤد کا سر ابھرتا دیکھا تو پانی میں اتر کر داؤد کو پکڑ لیا۔ اس اثنا میں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ یما نے داؤد کو سکول کے مالی موسیٰ کو پکڑایا اور کنارے پر آنے ہی والی تھی کہ ایک تیز ریلا اسے بہا لے گیا۔ ایک نیا ہنگامہ برپا ہو گیا مگر یما کو بچانے کیلئے کچھ بھی نہ کیا جا سکا۔ چار گھنٹوں بعد بی بی کے گھر سالم کی جگہ یما تھی۔ بی بی کے آنسو گر رہے تھے مگر زبان پر اللہ کے الفاظ تھے۔ سوچ رہی ہو گی کہ آسمان کے تارے افق پر ڈوب جاتے ہیں دوبارہ ابھرنے کے لئے پھر سے چمکنے کے لئے مگر اس کا تارہ تو پانی میں ڈوب گیا تھا۔ ہمیشہ کے لئے بجھنے کے لئے شام ہو رہی تھی جب لوگ یما کو رب کے حضور لے جانے کے لئے چلے بی بی نے دروازے سے انہیں رخصت کیا اور اداسی سے آسمان کی طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ مغرب کی طرف ایک روشن ستارہ نکلا ہے۔ جہاں سورج جیسا سب سے بڑا ستارہ ڈوب جائے وہیں سے ایک ننھے ستارے کا نکلنا امید اور حوصلے کا کتنا بڑا سبق ہے نا۔

چند سال گزر گئے۔ میں اب کالونی کے کالج میں تھا۔ ابو نے حکومت کے آپشن دینے پر مزید 5 سال یہیں رہنے کو ترجیح دی۔ ہمیں بھی اس خاموش پر اسرار خطے سے اک انس ہو گیا تھا۔ اس دوران بی بی نے اپنی ملازمت جاری رکھی۔ 45 سال کی عمر میں بھی وہ بہت بوڑھی لگتی خزاں رسیدہ پیڑ کی طرح جس کے پھول جھڑ چکے ہوں۔ ہماری کالونی کے لوگ سالم اور یما کی قربانیوں کو یاد کرتے سب کی نظروں میں بی بی کے لئے عزت تھی۔ مگر اس سال کیا ہوا؟ وہی جیسا پچھلی دو بار ہو چکا تھا کہانی کے کردار اور بنت ذرا مختلف ہے باقی سب ویسا ہی ہے۔

ایک دن کالج سے واپسی پر احمد' بی بی کی امیدوں کا تجاہر کز' کا واسطہ چار ایسے سفید فام طالب علموں سے پڑا جو اپنی بہادری کے جوہر ایک اسی جیسے طالب علم پر دکھا رہے تھے یعنی ایک کالے پر...... کہ اس نے اپنی سائیکل ان کی سائیکلز سے آگے کرنے کی جسارت کی تھی۔ اسے پٹتا دیکھ کر احمد آگے بڑھا اور نتیجہ کیا نکلا ہو گا آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ چاقو کا ایک وار ہی

وجہ

زرعی یونیورسٹی کے گریجویٹ نے ایک کسان سے کہا "تمہارا کاشت کاری کا طریقہ بالکل بیکار ہے اسی لئے تمہیں اس درخت سے سیب حاصل نہیں ہوتے" کسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اس کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سیب کا نہیں خوبانی کا درخت ہے"

دھان پان سے احمد کے لئے کافی تھا...... ایک اطلاع کالونی میں آئی تو جیسے سب کے دل بند ہو گئے۔ امی تو بی بی کی حالت کا سوچ کر رونے لگیں۔ ہم وہاں پہنچے تو پچھلی دو بار دہرایا جانے والا سین تھا۔ آج بی بی کی آنکھیں اندھیری تھیں۔ وہ دور خلاؤں میں اپنے تارے کو تلاش کر رہی تھی۔ جو ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔ اب جب بھی میں باہر نکلتی تو بی بی کے کوارٹر کا چکر ضرور لگا آتی۔ وہ جلدی جلدی کام ختم کر کے چلی جاتی اور قرآن کھول کر پڑھنے لگ جاتی۔ مجھے اس کو اب تر و تازہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی۔ ایک دن میں گئی تو اس نے قرآن کو بند کر کے آنکھوں سے لگایا اور میرے سلام کا جواب دیا۔ میں سمجھ گئی کہ بی بی کی آنکھیں اس کے تارے کھو جانے کے بعد بھی کیوں روشن ہیں۔ اس نے قرآن کا نور اپنی آنکھوں سے دل میں جو اتار لیا تھا۔ اسی لئے اب وہ پر سکون اور قانع ہو گئی تھی۔ اس نے دل سے بچوں کو رب کی امانت سمجھ کر واپس کر دی تھی۔

ایک دن میرا قیمتی اور عزیز پین گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ کو میرے غم کا اندازہ نہیں...... یہ پین میرے نانا جان نے میری سالگرہ پر بھیجا تھا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ شام کو میں غم غلط کرنے باہر نکلی تو بی بی اپنے صحن میں بیٹھی نظر آئی۔ میں اس کے پاس چلی گئی۔ اسے بھی اپنی طرح غم میں ڈوبا دیکھ کر میں نے کہا "بی بی تم سالم' یما اور احمد کو یاد کر رہی ہو نا؟" "وہ مجھے کبھی بھولے ہی نہیں" اس نے برجستہ کہا۔ تمہاری امی نے انہیں تارے کہا کیوں تھا بی بی اسے معلوم تھا کہ تارے غروب ہو جاتے ہیں "ہاں نائی" وہ ہمیشہ نوی کو نائی کہا کرتی۔ غروب تو ہو جاتے ہیں مگر اپنی روشنی امید کا نشان بنا کر چھوڑ جاتے ہیں اور میرے تارے غروب کہاں ہوئے ہیں وہ دیکھو اوپر کیسے جگمگا رہے ہیں۔ میرا انتظار کر رہے ہیں۔" میں نے آسمان کی طرف نگاہ دوڑائی مغرب کی سمت تین روشن ستارے ابھرے کچھ دیر بعد بی بی بولی یاد رکھو نائی ستارے اندھیری رات میں امید کا نشان ہوتے ہیں تم۔ رات کی طرح نہ ہونا جو لوگوں کو اندھیرے اور تاریکی میں الجھا کر فتح محسوس کرتی ہے تم ان ستاروں کی طرح ہونا جو کہیں چھوٹے نظر آتے ہیں مگر لوگوں کو اس اندھیرے سے نکلنے میں مدد دیتے ہیں۔ بے پروا کیے بغیر کہ لوگ ان کی بے مائیگی پر کیسے ہنسا کرتے ہیں۔ تبھی تم بجھ جانے کے بعد بھی آسمان پر روشن رہو گے اور سب کو امید دلاتے رہو گے۔ میں نے دیکھا بی بی کی اپنی آنکھوں میں ستارے جھلملا رہے تھے۔

"کہہ دو میر و غالب سے ہم بھی شعر کہتے ہیں"

کوئی شعر نیا، کوئی بات نئی

سیدہ تمکین فاطمہ

پیارے پھول ساتھیو! السلام علیکم!
آپ کے اشعار سے سجا آپ کا کالم شروع کرنے سے پہلے ایک بات بتاتی چلوں کے جب آپ یہ لکھتے ہوں کے میں نے یہ شعر کئی مرتبہ بھیجا آپ نے شائع نہیں کیا' پلیز ضرور شائع کریں تو اے میرے عقلمند لوگو یہ بھی سوچ لیا کرو کہ نہ شائع کرنے کی بھی کوئی وجہ ہو گی اس لئے اب نیا شعر بھیجا جائے۔
مجھے یقین ہے پیارے پھولو اب آپ خیال رکھو گے۔

☆☆☆☆☆

ملتان کی قرۃ العین نے یہ نظم پھول کے نام لکھی ہے

میں تمہارے لئے اپنے دل کی تہوں سے دعا مانگتی ہوں
تم یوں ہی خوش رہو' مسکراتے رہو
ہر خوشی کا وہ پل
جو تمہارے وسیلے سے میرے دل پہ نازل ہوا ہے
تمہارے روز و شب پہ اس طرح پھیل جائے
کے تم اس کی خوشبوں سے مہکتے رہو
اور دن ڈوب جائے......

☆☆☆☆

ماڈل ٹاؤن لاہور سے عتیق الرحمان' جناب شعر بھیجنے کا یہی طریقہ ہے۔ الگ الگ صفحے پر اسی طریقے سے آپ دیگر سلسلوں میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔

اسے کاٹا گیا' پیسا گیا' گوندھا گیا لیکن
سبق گندم سے لینا پھر بھی دنیا بھول جاتی ہے
کسی بھوکے کے کام آنے سے پہلے غور سے دیکھو
دہکتی آگ پہ روٹی خوشی سے پھول جاتی ہے

☆☆☆☆

صبوحہ روف...... کراچی

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی جبیں پر
مرقوم تیرا نام ہے کچھ ہو کے رہے گا

☆☆☆☆

صائمہ فرح...... دودھو چک

پھیلا تو میری زیست کا عنوان بنا وہ شخص
سمٹا تو فقط اک نام میں تبدیل ہو گیا

☆☆☆☆

چوہدری خادم ناراض' سوھاوہ نے شفق خواجہ کا یہ شعر نذر قلم کیا ہے۔

گزر گئے وہ دن ان کا یاد کیا کرنا
یہ زندگی کے لئے روز روز کیا مرنا!!

☆☆☆☆

عمران شہزاد...... فیصل آباد

زندگی جس کا بڑا نام سنا کرتے تھے
ایک کمزور سی ہچکی کے سوا کچھ بھی نہیں

☆☆☆☆

سید کاشف' فیصل' سلطان عباس...... مظفر گڑھ

چند کلیاں نشاط کی چن کر۔۔۔ مدتوں محو یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی۔۔۔ تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

☆☆☆☆

فرزانہ طیب جوئیہ...... دیپالپور

ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کے لئے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

☆☆☆☆

ستارہ جاوید...... چوک اڈا گوندلانوالہ' گوجرانوالہ

دنیا سے تعلق ہے جب تک بھی نگار اپنا
افکار و حوادث سے چھٹکارہ نہ پائیں گے

☆☆☆☆

احسان محمود ٹیپو نے نارووال سے پرنسپل محمد اصغر خان نیگوی سکول شکر گڑھ' بھانجے ذیشان اصغر اور عزیز دوست عدنان اصغر کے نام پیغامات بھیجے ہیں۔

قدم قدم پہ ملے ہر اک نئی خوشی تم کو
اندھیری رات میں مل جائے روشنی تم کو
میری دعا ہے کہ کاش لگ جائے
میرے حیات کے لمحوں کی زندگی تم کو

☆☆☆☆

سمیع اللہ صابر' چونیاں کا انتخاب

دو کی بجائے چائے بنائی ہے ایک کپ
افسوس آج تو بھی فراموش ہو گیا

☆☆☆☆

شبیر احمد شہزاد' ترنڈہ ایم پناہ آپ ہی کی خوشی تو ہمیں عزیز ہے یقینا اپنا نام دیکھ کر آپ کے ذوق شوق اور خوشی میں اضافہ ہوا ہو گا۔

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

☆☆☆☆

نورین فاضل خان...... لیہ

کھلا کھلا ہو یہ جہاں' دھلا دھلا سماج ہو
تیری زمین پہ اے خدا محبتوں کا راج ہو

☆☆☆☆

سعیدہ قندیل' چوکی سے نوشی گیلانی کا شعر لکھتی ہیں۔

حقیقتوں کا تصور محال لگتا ہے
کسی کی یاد میں رہنا کمال لگتا ہے

☆☆☆☆

شائستہ خان...... فیصل آباد

روشن کریں گے خون سے ایسے چراغ ہم
' بجھ بھی گئے اگر تو اجالا نہ جائے گا

☆☆☆☆

سمیرا منور...... سیم بھوانہ

کوئی پھول چنتا ہے کس طرح' کوئی دھول ہوتا ہے کس طرح
یہ وقت وقت کی بات ہے' تجھے زندگی ہی بتائے گی

☆☆☆☆

مصباح عنبرین...... برنالہ آزاد کشمیر

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا
کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا

☆☆☆☆

مبینہ حفیظ...... خونی برج ملتان

جسم کے داغ چھپانا کوئی بڑی بات نہیں
روح کے زخم سلگتے ہیں پس پردہ

☆☆☆☆

محمد علی یوسفی...... لیہ

آنکھوں کی دہلیز پہ ساون ٹوٹ کے برسا رات گئے
یادوں کے گلدان میں جتنے پھول تھے ابھی کھلے ہیں

☆☆☆☆

شہلا اسلم خان' فوزیہ صدیق...... گوجرہ' ملتان

اک بھول نہ ہو جائیں
تیری ڈاچی کے مڑنے تک
ہم دھول نہ ہو جائیں

☆☆☆☆

ایم ثناء اللہ بھٹی...... اقبال نگر' ساہیوال

میں نین ملا بیٹھا
چھوٹی سی عمریا میں
کیسا روگ لگا بیٹھا

☆☆☆☆

رانا محبوب حسن...... تحصیل جتوئی

تو ہی میرا ہیرا ہے
دنیا کے سمندر میں
تیرا پیار جزیرہ ہے

☆☆☆☆

عفرہ جبیں...... گوجرانوالہ

اے خوش رہنے والے لوگو
خوشیوں کی سوغات سے ہم کو تھوڑا سا کچھ دان کرو گے

☆☆☆☆

حفصہ نصیر احمد...... کراچی

سب زرد چنار ہوئے
پھر دیکھا پرندوں نے
انسان شکار ہوئے

موقع دیں تو مینار پاکستان غائب کردونگا

نوجوان میجیشن عابد مشتاق کی دلچسپ باتیں

بھارت میں ایک جادوگر نے تاج محل کو غائب کردیا لاکھوں کا مجمع تاج محل نہ دیکھ سکا۔ ہم پاکستان میں ہی بیٹھے حیران ہو رہے تھے کہ جادوگر صاحب چند روپوں کی ٹکٹ میں آگرہ کا تاج محل غائب کرسکتے ہیں تو ایک ہی دفعہ ہاتھ ماریں اور IMF کی عمارت غائب کردیں۔ سات کیا سات سو پشتیں عیش کریں گی۔ اسی حیرانی میں پاکستان کے شہر لاہور سے ایک صدا سنائی دی۔ "موقع دیں تو مینار پاکستان غائب کرسکتا ہوں"

اور دعویٰ کرنے والے حضرت کوئی جھگی کروانے بزرگ نہیں بلکہ انیس بیس سال کے نوجوان عابد مشتاق ہیں۔ اب صرف حیرانی کی ہی نہیں پریشانی کی بھی باری تھی سو ہم نے ان سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ عابد مشتاق پہلے کامرس کالج میں تھرڈ ائیر کے طالب علم ہیں۔ چھٹی کلاس میں ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش کوئی جن ہوتا میرے پاس جو میری جگہ حساب کا پرچہ کر آتا اور جب کوئی مجھے مارنے لگے تو اسے بت بنادے۔ یہ خواہش انہیں اپنے ایک ہندو محلے دار کے پاس لے گئی جس کے لئے مشہور تھا کہ ان کے پاس جن ہیں۔ عابد میاں کی خواہش اتنی نیک نہ تھی سو "چتروین" صاحب نے بتایا کہ بیٹا! جن وغیرہ کسی کے پاس نہیں ہوتے۔ یہ تو صرف ایک فن ہے جو پریکٹس کے بعد کوئی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ ہاتھ کی صفائی اور عوام کی نفسیات کو سمجھنا بھی دو بنیادی اصول ہیں۔ یہ باتیں سن کر بھی عابد میاں کا شوق ختم نہیں ہوا۔ پھر یہ زمبابوے چلے آئے یہاں پر انہوں نے ڈیوڈ کو پرفیلڈ (دنیا کے مشہور ترین جادوگر) کے میجک کلب سے تربیت حاصل کی اور اب پاکستان میں میجک شوز کر رہے ہیں۔ کوکا کولا' KFC' میکڈونلڈز پی ٹی وی پر بجرے پھل اور ینگ ترنگ میں آج کل مظاہرہ کر رہے ہیں۔ پھول کے شو تین چار سال سے کر رہے ہیں اس کے علاوہ ان کا ایک کلب ہے۔ WOW کلب کے نام سے جس میں صرف سٹوڈنٹ کام کرتے ہیں اور پتلی تماشہ میوزک شو میجک شو اور کارٹون شو وغیرہ خود ہی ارینج کرکے خود ہی دکھاتے ہیں۔

یہ تو ہیں وہ چند باتیں جو عابد نے ہمارے ابتدائی سوالوں کے جواب میں بتائیں۔ باقی باتیں جو آپ پڑھیں گے وہ صرف ہماری حیرت کا جواب ہیں۔ عابد نے بتایا کہ تاج محل جو غائب ہوا اصل میں غائب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کے لئے ایک پورا ماحول Create کیا گیا تھا۔ کچھ شیشے وغیرہ لگا کر لائٹ کی کمی بیشی سے یہ کام ممکن کر دکھایا گیا تھا۔ جادو کچھ بھی نہیں ہوتا یہ صرف پریکٹس ہے اور ماحول ایسا بنا دیا جاتا ہے کہ عجیب و غریب چیزیں وقوع پذیر ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر میں اگر بڑی عمر کا ہو جاؤں دو چار چیلے اکٹھے کر لوں جو میری کرامات بیان کریں تو لوگ میرے کرتبوں کو میری کرامت اور بزرگی کا نتیجہ سمجھ لیں گے۔ عابد کو شکایت کہ پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں اس فن کو کالا جادو کہہ کر اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بہت فائدہ مند چیز تفریح کے علاوہ یہ ذہنی و جسمانی معذور بچوں میں اپنی معذوری کو ختم کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ بچے جادوگر کے کرتب دیکھتے ہیں اور جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ کرتب آپ بھی کرسکتے ہیں تو وہ اس شوق میں اپنے معذور اعضاء کو استعمال کرنے میں دوہری جسمانی اور ذہنی توانائی بروئے کار لاتے ہیں۔ عابد نے بتایا کہ مجھے 3000 کرتب آتے ہیں جو پاکستان میں ایک ریکارڈ ہے یہ کیمرا ٹرک نہیں ہیں میری پریکٹس اور ذہنی قوت ہے جسے میں استعمال کرتا ہوں اور میں کوئی خاص آدمی نہیں۔ کوئی بھی تربیت کے بعد یہ کرتب کرسکتا ہے۔ Presentation سٹائل جتنا اچھا ہوگا کرتب اتنا ہی حقیقی لگے گا۔ مجھے گورنر پنجاب نے بیسٹ میجک میجشن کا ایوارڈ بھی دیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں عابد نے بتایا کہ وہم کا کوئی علاج نہیں۔ بس اسی کا فائدہ ہم اٹھاتے ہیں جہاں سوچنے کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے میجک کی ابتداء ہوتی ہے۔ کوئی بھی کام اس وقت پھیل سکتا ہے جب اس کو سمجھنے اور اس کی تعریف کرنے والے موجود ہوں۔ پاکستان میں ابھی لوگ اس فن کو نہیں سمجھتے۔ میوزک اور کرتب کو اکٹھا کردیا جائے تو لوگ زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

عابد میاں نے ایک مزے کی بات یہ سنائی کہ ایک دفعہ یہ شو کرکے گھر واپس آئے تو فون کی بیل بجی اٹھایا تو کوئی خاتون ہیلو کہنے کے بعد "قل اعوذ برب الناس" پڑھنے لگیں۔ میں نے فون بند کردیا۔ (اس سے تو انہیں یقین ہوگیا ہوگا کہ آپ کالے جادوگر ہیں۔) اتنی ڈھیر ساری جادو کی باتوں کے بعد عابد کہنے لگے کہ ہمیں کمپلیکس کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ جس مقام پر ہم ہیں اس پر رہ کر بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ وہ زندگی تو بے کار ہے جس میں ایک چیز آئی تو ایک گئی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ بہت کچھ پانے کے لئے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے یعنی اپنی توجہ ایک شے پر رکھیں گے تو کچھ نہیں کھوئیں گے مگر جب زیادہ اطراف توجہ دیں گے اور لالچ کریں گے تو بہت کچھ کھونا تو پڑے گا ہی۔ ہماری حیرت تو اب خاصے سکون میں ہے آپ کیا کہتے ہیں۔
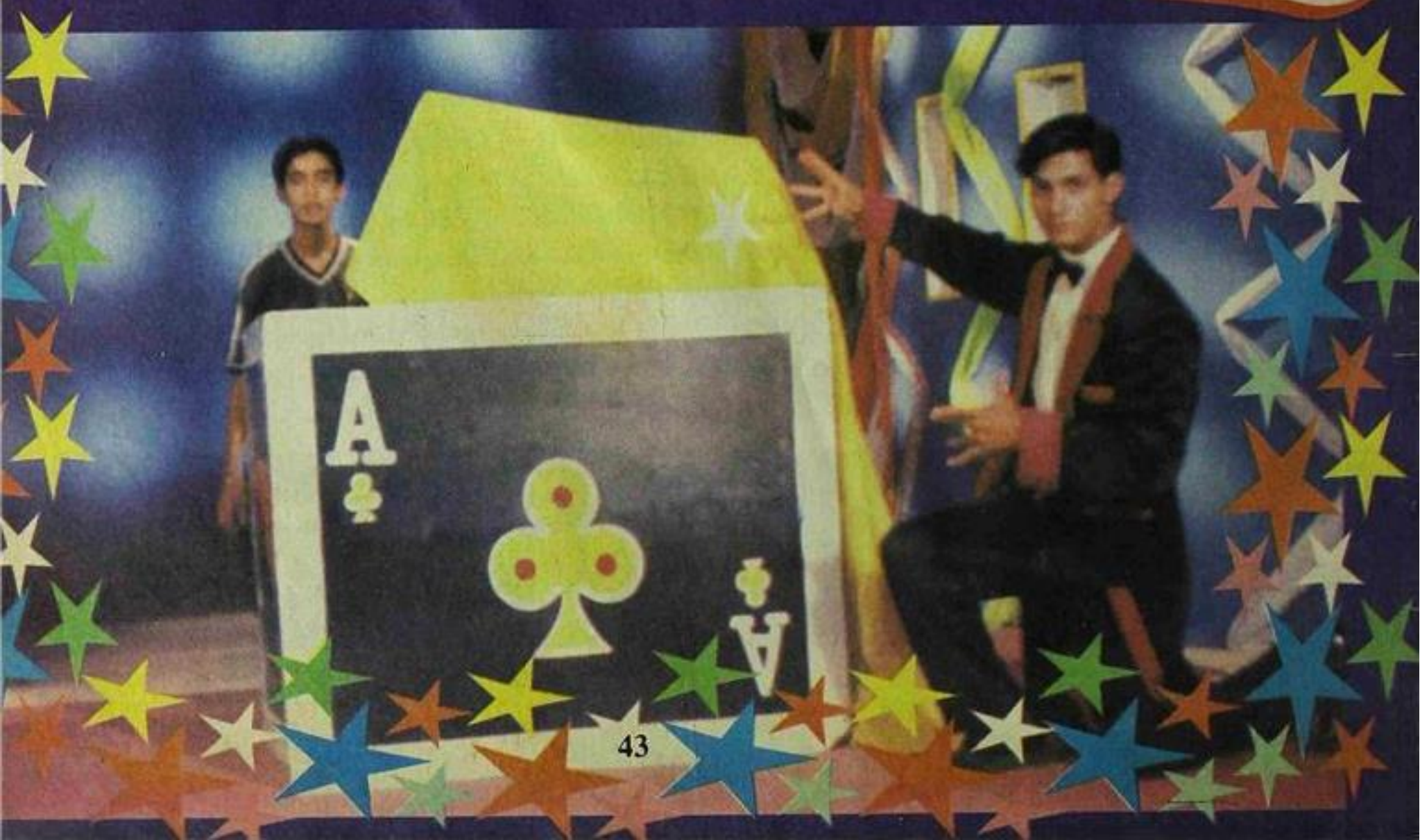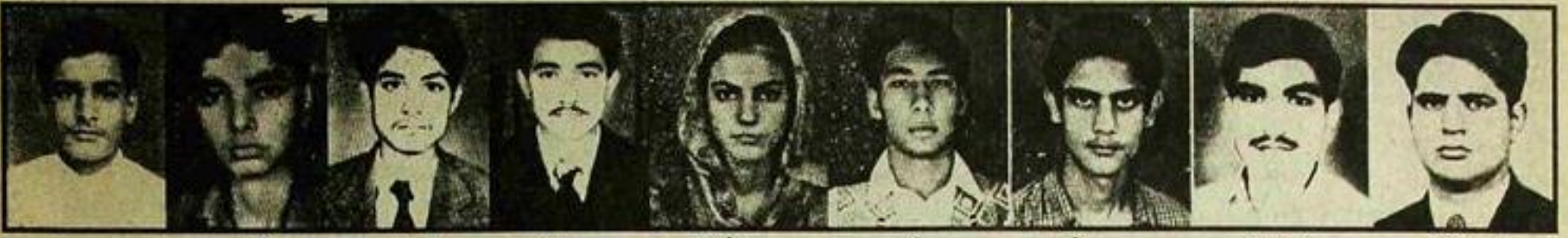
محمد ارشد بھٹی — محمد فاروق — سید اسامہ ضمیر — محمد رفیق ناز — صاعقہ اشتیاق — سیف الرحمٰن — محمد جاوید — عقیل احمد — سجاد احمد خان

سورج کی طرح نئی صبح تجھے منور کرے

مرتب:۔ منصور فائز

خالہ نصیباں کہا کرتی تھی کہ "پتر۔ کچھ نہ کچھ بانٹا کر۔ اس سے مولا خوش ہوتا ہے اور دیتا ہے۔ مال نہیں بانٹ سکتا تو کسی کو ایک خوشی ہی دے دیا کر۔ ایسے میں مولا تجھے خوش رکھے گا"۔ خالہ نصیباں کی اتنی پیاری بات دل میں چھپی بیٹھی ہے تو پھر کیوں ناں ساتھیو ہم بھی اک خوشی دان کر ہی دیں۔ دیکھیں تو کتنے چہروں پر خوشی کے چراغ جلتے ہیں۔ کتنی آنکھیں چمکتی ہیں آپ ساتھیوں کو نیا سال۔ نئی صدی مبارک۔ آپ کی اسی خوشی کو دوبالا کرنے کیلئے۔ پھول فورم میں آپ سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ 10 جنوری 2001ء بروز بدھ صبح 11 بجے۔ اچھی اچھی باتیں اور نئے خیال نئی سوچیں ساتھ لائیے گا۔

☆ محمد جاوید F/M111 بالا کوٹ۔ محمد انور pk1489 برتھ ڈے یکم جنوری 1988ء یہ دونوں ساتھی کہانیاں پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ شکر ہے لکھنے کا نہیں نہیں تو چھپنے تک بوڑھے ہو جاتے محمد وسیم یوسف صدیقی p/k1085 خانیوال۔ یکم جنوری 1981ء یہ مستقبل میں ایک اچھا ادیب بننا چاہتے ہیں۔ اور روزانہ 4 گھنٹے پڑھتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا اندازہ ہے چار گھنٹے پڑھنے سے بندہ سادہ ادیب نہیں بنتا اور اچھا ادیب تو پھر دور کی بات ہوئی۔

☆ محمد معروف چشتی p/o882 اوکاڑہ۔ یکم جنوری 1979۔ یہ بھی اچھا ادیب بننے کا سوچ رہے ہیں اور ساتھ میں پروفیسر بھی۔ ادیب بن جاؤ تو کافی ہے۔ کیونکہ آج کل ادیب پروفیسر کا لیبل تو ہر کوئی لگا لیتا ہے۔ بعد میں پتہ چلتا ہے۔ جادو کے کرتب دکھاتے ہیں۔

☆ شہباز احمد۔ p/s866 شیخوپورہ یکم جنوری 1977۔ ہمارے یہ ساتھی مستقبل میں سیاح بننے کا ارادہ رکھتے ہیں واہ بھئی کمال ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں اس جہاں میں۔

☆ عبدالحمید p/q1290 چونگی۔ یکم جنوری 1979۔ یہ شاعری کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ شوق تک ہی محدود رہے گا۔ ویسے بھی ٹماٹر اب خاصے مہنگے ہوتے جا رہے ہیں کوئی ڈھنگ کا سنجیدہ کام کر لیں تو اچھا ہے۔

☆ نینش عابد۔ pj/85 جڑانوالہ۔ برتھ ڈے یکم جنوری۔ یہ کاغذ اور ناخن کھانے کا شوق رکھتی ہیں۔ ماشا اللہ ایسے شوق نہ پالا کریں۔ کاغذ بیچنے والے شرمندہ ہوتے ہیں۔

☆ غلام فرید ppn10 پاک پتن شریف۔ یکم جنوری 1983۔ یہ ساتھی کمپیوٹر انجینئر بننا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے نئے وائرس بننا بند ہو گئے ہیں۔

☆ رانا بابر حیات p/b831 بہاولنگر۔ یکم جنوری 1978۔ جی ہاں یہ وہی بابر حیات ہیں جن کی کہانیاں پھول میں چھپتی رہتی ہیں۔ پھول اسٹڈی ونگ پاکستان کے جنرل سیکرٹری ہیں ویسے مستقبل میں ایک اچھا صحافی بننا چاہ رہے ہیں پچھلے دنوں تو پتہ چلا تھا کہ استاد بننے چلے ہیں مگر شاگرد ہی نہیں مانے۔ جز وقتی شاعر ہیں۔ ہاں اچھی کتابیں ہمہ وقتی پڑھتے ہیں۔

☆ جاوید ظفر چشتی p/b 266 بہاولنگر۔ یکم جنوری 1976۔ یہ مستقبل میں مکینیکل انجینئر بننے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اسی لئے روزانہ چھ گھنٹے پڑھتے ہیں۔ گویا انجینئر بن کر ہی دکھائیں گے۔

☆ صابر شہزاد وزدار۔ p/l291 لاہور۔ یکم جنوری 1982۔ یہ مستقبل میں وکیل بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے روزانہ دو تین۔ گھنٹے پڑھتے ہیں منصوبے بڑے ہیں عمل منشی بننے جیسا ہے۔ سنا ہے کبیر والا سے لاہور آ کر کاؤ بوت ہو گئے ہیں۔

☆ محمد صدیق۔ pb371 بہاولنگر۔ یکم جنوری 1985۔ کی وجہ سے یہ کراٹے کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ کرکٹ کا بھی اللہ کے بندے ک سے شروع ہونے والے کھیلوں کے علاوہ بھی کوئی کھیل اپنا لو۔ یا پھر کہیں ک۔ کی حرف تو نہیں۔

☆ عامر شہزاد صابری pb256 منڈی وار برٹن۔ یکم جنوری 1979۔ ان کے خیال میں پھول جنرل نالج میں اضافے کا باعث ہے۔ اللہ کے بندے کوئی نئی بات بھی بتاؤ۔

☆ ظہور احمد۔ f/m102۔ 2 جنوری 1990ء یہ ساتھی۔ معلم اور استاد بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ننھے میاں۔ تھوڑا سا پڑھو معلم بن جاؤ۔ دوسروں کو علم دو گے تو استاد کہلاؤ گے اور علم سے جان بچاؤ گے پڑھانے سے کتراؤ گے تو بھی استاد کہلاؤ گے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں بڑا استاد ہے۔

☆ وقار عظیم۔ pv422۔ 2 جنوری 1990۔ یہ ساتھی پائلٹ بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ گویا جہاز اڑانے کے ارادے ہیں۔ خیالات عمدہ اور ان کی پرواز بلند ہو تو ایسا بلند پرواز سب کو عزیز ہوتا ہے۔

☆ کشمالہ جمیل۔ s.g 514 گوجرانوالہ۔ 2 جنوری۔ یہ کہانیاں پڑھنے کا شوق رکھتی ہیں۔ اچھی بات ہے ویسے اگر آپ لکھنا بھی چاہیں تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پڑھنے میں ہمیشہ حساس اور Selective بنئے گا۔ الٹی سیدھی کتاب اور ڈائجسٹوں کی کہانیوں میں وقت ضائع مت کیجئے گا۔

☆ شمس فرید چشتی۔ p.k892 پاک پتن شریف۔ 2 جنوری 1977ء یہ سی ایس پی آفیسر بننا چاہتے ہیں۔ لیکن آج کل ٹیچنگ کر رہے ہیں۔ اور ہاں آپ کے جنرل نالج میں اضافہ کر دیں۔ یہ پھول سودی کلب کے سیکرٹری بھی ہیں۔ لیکن خاصے سست واقع ہوئے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد پروگرام میں ناغے ہونے لگے ہیں۔ لگتا ہے سیکرٹری کوئی نیا ہی آئے گا۔

☆ محمد فاروق p/b1266 منڈی بہاء الدین۔ برتھ ڈے 3 جنوری 1980۔ انہیں پھول سے متعارف کرنے کا صلہ عتیق الرحمٰن بھٹہ کا ہے۔ ماشا اللہ۔ کیسے اجلے لوگ ہیں اس دنیا میں ایک دوسرے کی نیکی بھی یاد رکھتے ہیں اور نام بھی۔

☆ سیف الرحمٰن۔ p/m1120۔ مظفر گڑھ۔ 3 جنوری 1980۔ یہ ریڈیو میں کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب پتہ نہیں پروڈیوسر بننا ہے۔ یا ایکٹر۔ جو بھی بنیں کمال کے بنیں۔ دوسرے تیسرے درجے پہ بھلا کیسا رہنا۔

سید قمر حسین — محمد افضل حمید — آصف محمود طاہر — ملک خرم شہزاد — محمد صدیق — وقار عظیم — شیخ غلام رسول — شیخ نوید — فراز احمد

WE BELIEVE IN VALUES

بشیر احمد — حافظ سیف الرحمن — محمد یاسر سلیم — ظہور احمد — ذوالقرنین — فریا احمد یوسفی — رانا بابر حیات — محمد سلیم — محمد وسیم

☆محمد سلیم وجاہت۔ p/j80 جھنگ۔ 3 جنوری 1982۔ یہ مستقبل میں اچھا انسان بنا چاہتے ہیں۔ واہ انسان کچھ بننا چاہے قدرت راہیں خود دکھا دیتی ہے۔

☆شیخ غلام رسول p/s1025 شیخوپورہ۔ چار جنوری 1984 ان کے خیال میں پھول رسالے کی تعریف کی ایک لائن میں نہیں ہو سکتی ہے۔ پھول بڑے شوق سے اور بڑے دنوں سے پڑھ رہے ہیں۔

☆عزت معیار بلوچ b/t67 تربت۔ ان کے مشاغل میں گوشۂ ادب شامل ہے ویسے یہ میڈیکل ڈاکٹر بنا چاہتے ہیں۔ اس لئے 13 گھنٹے روزانہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح پڑھتے رہیں گے تو پروفیسر ڈاکٹر بن جائیں گے۔

☆ملک خرم شہزاد p/s1096۔ شیخوپورہ۔ 5 جنوری 1983 یہ فوجی بنا چاہتے ہیں۔ بھئی شوق سے روکا کس نے ہے۔ اب تو جس جس نے چور دروازے سے ملک پہ حکمرانی کرنے کا خواب دیکھا ہوتا ہے سیدھا فوج میں جانے کا سوچتا ہے۔

☆رافعہ قربان۔ p/g518 گوجرانوالہ۔ 5 جنوری۔ یہ ڈاکٹر بنا چاہتی ہے اور تین گھنٹے پڑھتی ہے۔ اس سے زیادہ وقت تو نرسوں کو پڑھنا پڑتا ہے اس ٹائم ٹیبل میں ڈاکٹر بننا ذرا مشکل ہوتا ہے۔

☆شیخ نوید الحسن قادری p/l894 لاہور۔ ۔ 6 جنوری 1982ء یہ ایک اچھا نعت خواں بنا چاہتے ہیں۔ ماشاءاللہ اچھی بات ہے۔ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ حمد سنانے والے بھی خاصے ہونے چاہئیں۔

☆آصف محمود طاہر۔ p.q57 قصور۔ 7 جنوری 1980 یہ کمپیوٹر گیم کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں۔ مونچھیں تصویر سے باہر آ رہی ہیں۔ مگر بچوں والے شوق نہیں گئے۔

☆محمد ارشد بھٹی۔ p/s216 سرگودھا۔ 7 جنوری 1983 یہ موسیقی سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ شوق البتہ بدلنے والا ہے۔

بہتری کی گنجائش بھی ہے۔

☆عمارہ نعیم p/g533 گوجرانوالہ۔ 9 جنوری یہ مستقبل میں وکیل بنا چاہتی ہیں۔ روزانہ تین گھنٹے پڑھتی ہیں۔ تین گھنٹے میں کسی کو وکیل بنتے کم ہی دیکھا ہے۔

☆محمد جاوید p/l36 لاہور۔ 10 جنوری 1980ء یہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر بنا چاہتے ہیں۔ اچھا ہے۔ آسان بھی ہے۔ کڑوی دوائیں نہیں دو گے تو میٹھی دعائیں بھی ملیں گی۔

☆سید اسامہ نقوی۔ s/k02۔ کراچی۔ 10 جنوری 1983ء یہ مستقبل میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے بندے سیدھی طرح CA لکھ دو۔ خواہ مخواہ چارٹرڈ کو چارٹرڈ بنا دیا ہے۔

☆محمد رفیق ناز p/m220 ملتان۔ 12 جنوری 1982 پہلے کیا شاعر کم ہیں جو آپ بھی اس میدان میں اتر آئے ہو۔ میاں کوئی ڈھنگ کا کام سوچو اور کرو۔

☆محمد افضل۔ p/f691 فیصل آباد۔ 13 جنوری 1977ء یہ اردو کے لیکچرار بنا چاہتے ہیں۔ فائنل ائر کے سٹوڈنٹ ہیں۔ یعنی دو قدم کے فاصلے پر منزل ہماری دعا ہے کہ مثالی استاد بنیں۔

☆فریا احمد یوسفی p/t544 تربت۔ 13 جنوری 1992ء یہ ننھی سی ساتھی۔ استاد یا پھر پولیس جوائن کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بھئی ایک چیز سوچو۔ جہاں دوسروں کیلئے زیادہ مفید ہو سکیں۔

☆سید قمر حسین بخاری۔ p/m331 ملتان۔ 15 جنوری 1979۔ یہ قلمی دوستی کا شوق رکھتے ہیں۔ کمال بندے ہو۔ قلم سے دوستی بنائی نہیں اور قلمی دوستی کرنے چلے ہیں۔

☆محمد وسیم p/t190 ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ 15 جنوری 1995ء یہ ساتھی صرف پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ کھیلنے سے امی جی منع کرتی ہیں۔

☆بشیر احمد شاہد p.f45 فاروق آباد برتھ ڈے 15 جنوری 1982 ان کے خیال میں پھول دینی اور تعلیمی رسالہ ہے۔ ویسے یہ پروفیسر بنا چاہتے ہیں۔ اللہ کرے پڑھنے والے بھی راضی ہو جائیں۔

☆حافظ سیف الرحمن p/o198 اوکاڑہ۔ برتھ ڈے 16 جنوری 1984۔ یہ بزنس کے ارادے رکھتے ہیں۔ کسی نے مشورہ دیا تھا۔ گنے کا رس بیچا کرو۔ تاکہ کل کو شوگر کی فیکٹری لگانے کا امکان ہو۔ اب اس مشورے پر عمل کرنے مت بیٹھ جایئے۔

☆علی ذیشان انور pv152 وہاڑی۔ برتھ ڈے 23 جنوری 1989۔ یہ ائر فورس جوائن کرنا چاہتے ہیں اسی لئے دل لگا کر پڑھتے ہیں۔ واہ بھئی واہ۔ وہاں جا کر صرف بے روح فوجی مت بن جایئے۔ دوسروں کی عزت اور لحاظ کرنا کبھی نہ بھولئے۔

غلام فرید — محمد زمان وٹو — محمد روف چشتی — عقیل احمد — رانا غلام مرتضےٰ

☆سجاد احمد خان p/c902 چنی گوٹھ۔ 24 جنوری 1987 یہ پھول سے اپنی آپی کے ذریعے متعارف ہوئے تھے۔ یہ سالگرہ کا تحفہ تھا۔ کمال کی آپی اور کمال کا تحفہ۔

☆صاعقہ اشتیاق۔ p/l536 لاہور 26 جنوری۔ یہ پھول سے عقیلہ اقبال کے ذریعے متعارف ہوئیں۔ بھئی ہم کیا کہیں۔ عقیلہ آپی کے تو کام بھی ڈھیر سارے ہیں اور متعارف شدہ لوگ بھی۔ وہ آج کل پھول سوشل سروس میں سرگرم ہیں۔ اچھا ہے آپ کو بھی وہیں لے جائیں۔

☆سید یاسر کاظمی p/b147 بہاولپور۔ 31 جنوری 1986 پائلٹ بنا چاہتے ہیں۔ بھئی کونسے جہاز کا۔ یہ نہیں بتایا۔ ائر فورس میں جانا ہے یا پھر اس جہاز کو جوائن کرنا ہے۔ جو فورٹریس میں کھڑا ہے۔

علی ذیشان انور — عزت معیار بلوچ — عامر شہزاد — محمد ہارون — محمد عاصم شہزاد — محمد جاوید — امجد حسین ملک — شہباز احمد — شاہد محمود

پیاری دوست اور میں

یہ تصویر میری چھٹی سالگرہ کی ہے۔ بچپن میں "ہم" خوب شرارتی تھے۔ (بقول سب کے اب بھی ہیں) تصویر بنوانے کا شوق بھی تھا۔ سالگرہ کے دن تمام گفٹ کھولنے کے بعد چاچو سے ضد کر کے یہ تصویر بنوائی اور ہاں یاد آیا یہ جو ہے ناں میرے بائیں طرف نیلے رنگ کا بھالو ...... اوہ بھئی ٹوپی والا ...... یہ میری بہت پیاری سی دوست تحسین انجم ہے۔ (عروبہ بتول- لاہور)
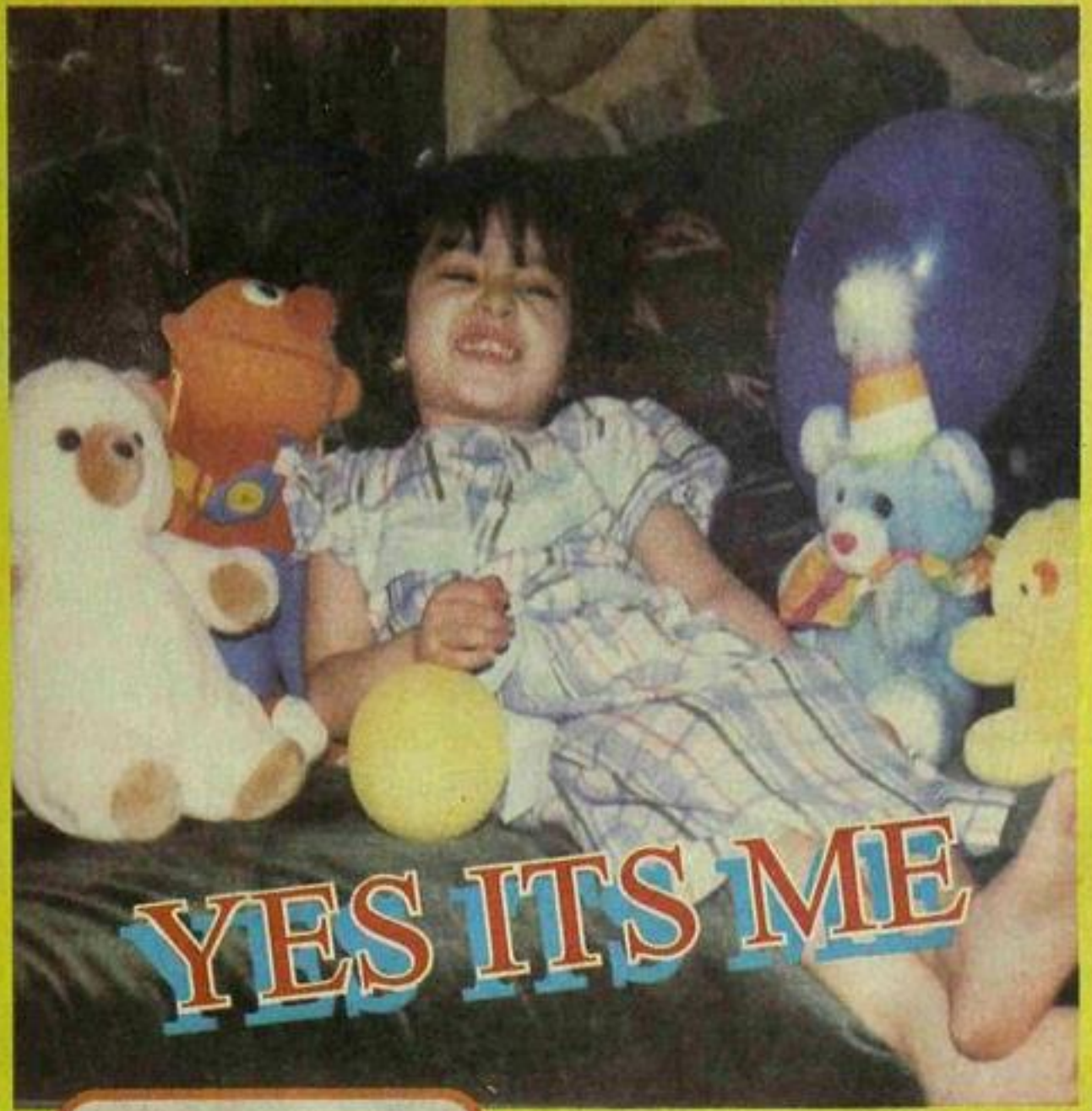
باباجی

یہ میرے بھتیجے کی تصویر ہے۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے یہ کون سا جوکر بابا ہے۔ یہ بول رہا ہے۔ ہے کوئی میرے جیسا بوڑھا لڑکا ہے۔ (عثمان یوسفی- تربت بلوچستان)

خصوصی پوز

میرا نام شاہ زیب ہے اور یہ خصوصی پوز میں نے پھول کیلئے بنایا ہے ہوں تو میں ابھی چھوٹا مگر کام کرتا ہوں بڑے بڑے اگر کوئی اتنا اچھا پوز بنا سکتا ہے پھر میدان میں آئے یہ میرا چیلنج ہے

ہم جوکر نہیں ہیں

دوستو! زیادہ خوش نہ ہوں ہمیں دیکھ کر ہم جوکر نہیں ہیں۔ یہ تو تصویر اتروانے کی خوشی ہے۔ ارے آپ کے دل میں ہے کہ یہ پگڑی میرے دادا کی ہرگز نہیں، یہ تو میری رومان آنٹی کا دوپٹہ ہے۔ کہیے ہم کیسے لگ رہے ہیں۔ ہی ہی ہی۔ (مشاء اصغر- جہانیاں)

نیک آدمی

ارے ارے آپ کہیں مجھے بوڑھا نہ سمجھ لیں۔ سفید داڑھی والا میں ہوں اور پیچھے میرے کلاس فیلو۔ یہ 14 اگست کی تصویر ہے۔ مجھے ایک ٹیبلو میں نیک آدمی کا رول ادا کرنا تھا۔ جونہی میں سٹیج پر آیا میری میڈم نے تصویر کھینچ لی۔ (محمد اویس تبسم- فورٹ عباس)

یادگار تصویر

یہ تصویر بہت یادگار ہے کیونکہ یہ میرے بچپن کی تصویر ہے۔ جب میں بچپن میں اپنی پھوپھی کے ساتھ پارک میں گیا تھا تو تب میرے ابو نے ہم سب کی تصویر بنا لی۔(ثاقب محمود اعوان- اٹک سٹی)

شرارتی کلاس

یہ ہماری کلاس کا گروپ فوٹو ہے۔ ہماری کلاس پورے سکول میں اپنی شرارتوں کی وجہ سے خاصی ''مشہور'' ہے۔ جبھی تو سارے ایک دوسرے کے سر پر سینگ بنانے کا شوق پورا کر رہے ہیں۔ ان میں صباء، سارہ، ربیعہ، رابعہ، دو عمارہ، حنا، شہر بانو، مہرین، مدیحہ، زل، ردا، افرا، مہوش، ندا، عائکہ، زین، مناحل، حرا اور آبش شامل ہیں۔(عنود حمید- وزیرآباد)

امتحان کی یاد میں

یہ تصویر اس وقت کی جب میں آٹھویں کا بورڈ کا امتحان دے رہا تھا۔ میں سب ے پیچھے درمیان میں نظر آ رہا ہوں۔ یہ تصویر میں نے (English-A) کے پرچہ کے بعد بنوائی تاکہ یادگار رہے۔ یہ دوسرے ڑکے کہیں سے تصویر بنوانے کیلئے آ گئے

(مبشر رضا- گھکڑیاں)

سینڈوچ

ارے ارے میرے کزنوں کو دیکھیں پیار کرتے کرتے میرا سینڈوچ بنا ڈالا ہے اصل میں یہ دونوں میرا بسکٹ کھا جانا چاہتے تھے مگر میں اتنا بھولا نہیں ہوں کہ ان کے چکر میں آجاؤں اور پیار پیار میں یہ میرا بسکٹ کھا جائیں اویس شہزاد احمد۔ گوجرانوالہ

چادر بندی کی یاد

یہ تصویر ہماری چادر بندی کی ہے۔ یہ دن ہمارے لئے بہت خوشی کا تھا۔ درمیان میں کھڑی ہوں دائیں سائیڈ پر مہناز اور بائیں سائیڈ پر عائشہ کھڑی ہے۔ میں نے اور عائشہ نے جو سفید کلر کی چادر لی ہوئی ہے یہ ہمیں قرآن پاک حفظ کرنے پر ملی اور مہناز نے اپنی سند پکڑی ہوئی ہے۔(حافظ فائزہ مہوش بٹ۔

''دادی اماں کی گود میں''

کبھی کبھار جو امی جان سے ہماری لڑائی ہوتی ہے تو ہم دادی اماں کی گود میں پناہ لیتے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں ناں ہم تینوں رو رہے ہیں۔ آج پھر ہماری اور امی جان کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی۔ ہم روتے ہوئے دادی کے پاس چلے آئے۔ اتنے میں حمل بھیا نے منظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیا۔(حمل امین دشت تونگی)

ترتیب: عثمان خادم۔ لاہور

پیارے پھول دوستوں بفضل خدا حال حوال درست ہوگئے اس دفعہ تقریباً ہمارے سبھی ساتھیوں نے بھرپور طریقے سے جوابات دیئے ہیں۔ ہمارے وہ ساتھی جن کے انعامات نکلے ہیں انہیں میری طرف سے دوہری مبارک باد ایک عید کی اور دوسری انعام کی اپنا نام سبھی کو اچھا لگتا ہے لیکن لکھا ہوا پڑھنا اور بھی اچھا۔

محمد فاروق اعظم + عدیل احمد ناصر + یاسر مسعود تبسم + محمد علی جہلم' حسن فارحہ رسول۔ جگہ کا نام بھول گئی ہیں۔ فرحت روحی رزاق ساہنگھڑ'

اقصیٰ فیض بہاولپور' محمد مظفر حبیب خان۔ میانوالی' محمد افضل پسرور' حاجی محمد عامر مغل ڈسکہ' محمد وسیم امجد بہاولپور' رخسانہ ڈی جی خان' علی رضا گجر اوکاڑہ' محمد نوید اختر سرگودھا' حبیب شاہ جھنگ' محمد اعظم تبسم اے کے' صائمہ کنیز لاہور' محمد اعظم شہزاد حاصل پور' محمد طارق اقبال سرگودھا' راحیلہ صدیق جھمرہ سٹی' عبدالمقیت صدیقی لاہور' سدرہ حنیف شاہ جھنگ' مدثر رضا بورے والا' عزیز الرحمٰن قاری شیخوپورہ' آصف اقبال شاہین وہاڑی' غلام مرتضیٰ پرنس حافظ آباد' رابعہ اکرام لاہور' حیدر علی رحیم یار خان' عمرانہ صباء لاہور' عرفانہ زینب جہلم' عبدلواحید بھلوال' فہد بلال بلوچ ملتان' احسان محمود ٹیپو نارووال' شائستہ حبیبہ لاہور'

محمد سعید احمد' مریم ریاض لاہور' اسما خان فیصل آباد' شوکت مرتضیٰ عباس منچن آباد' حفیظ الرحمٰن احسن + ابوبکر ٹیپو سومرو' قمرالزمان وٹو + محمد احمد ساجد + خالد محمود یاسر + رانا اسد جواد نوی حسنین اعظم سومرو + ارشاد احمد وٹو + نوشین محمود چوہدری شکر گڑھ۔

شیخوپورہ سے ندیم احمد شہزاد + عظیم سرور + تحسین ضیاء' فرخندہ کوکب۔ فاروق آباد' محمد ارشد شفیع لودھراں راؤ ساجد کلیم ماتلی۔ فائزہ جاوید راولپنڈی' صہیب ریاض پاکپتن' سمیرا وقار پنڈدادن خان' رانا محمد اقبال سرگودھا' محمد اشرف جوئیہ پاکپتن' ساجد محمود بھٹہ لودھراں' عروج یاسمین چیچہ وطنی' فرحان ریاض اے کے' محمد ساجد اکبر خان' محمد عزیز احمد خان مظفر گڑھ۔ رابعہ منیر اے کے' محمد عبداللہ لاہور' بتول خالد ملتان' بشیر احمد ملک ترنڈہ محمد پناہ' شفیع رؤف رزاق کوٹ ادو' فارحہ رسول گوجرانوالہ' ثاقب محمود عوان اٹک' فہد رضا گل لاہور' بشیر احمد آصف تاندلیانوالہ' شہزاد مصطفیٰ سرگودھا' حبیب حسن سرگودھا' ثاقب ظفر گوجرانوالہ' رقیہ حسین' گوجرہ' طیبہ مسعود نواب شاہ' حنا حمید بدین'

عبدالحق غوثیہ + عمران خالد + طیب جاوید + محمد عبدالطیف نارووال' محمد جنید مجید بھٹہ' ثوبیہ سمیرا جہانیاں منڈی' محمد اقبال جہانیاں منڈی' فضیان میرپور خاص' دیپال پور آصف رفیق احمد + تیمور طاہر + راج طاہر + وقاص رفیق + زرتاج طاہر اقبال حسن + شاہد جلیل + محمد زبیر تبسم + مختار احمد جمال + مختار احمد صدیقی + نسیم فاطمہ جمال + فوزیہ جمال + نور الہیٰ + شمیم فاطمہ جمال + زین العابدین + صوبیہ جمال + حافظ شاہد + غلام فاطمہ جمال + عمر بلال (زیادہ فوٹو کاپی سے پرہیز کریں) سید ذوالفقار حسین زلفی جھاوریاں' طاہر خانم چکوال' علی رضا پسرور' نسیم عاشق سیالکوٹ' محمد فاروق ملتان' حافظ فائزہ مہوش بٹ سانگلہ ہل' ناہید یونس گوجر خان' صبیحہ خانیوال' سدرہ شاہ سرحد' شعیب احمد بٹ نارنگ منڈی' لاہور۔ انعم اعجاز + تنزیلہ یوسف + مہوش یوسف'

انعامات کی برسات

انچارج کوئز: سید غضنفر علی

پھول دوستو آپ کو انعامات مبارک ہوں اس بار آپ انعامات کے مستحق ٹھہرے یوں آپ کی عید کی خوشیاں دوبالا ہوگئیں ہیں یہ سال جو اپنے ساتھ بہت سی خوشیاں لایا ہے نیا سال' عید' نئی صدی ان سب کی خوشیاں مناتے وقت اپنے ان دوستوں کا بھی خیال رکھیں جو ان خوشیوں سے محروم ہیں۔

جن دوستوں کے انعام نکلے ہیں وہ بروز بدھ 10 جنوری 2001ء کو دن گیارہ بجے پھول فورم میں پھول آفس لاہور تشریف لائیں اور کسی اچھے سے مہمان کے ہاتھوں اپنا انعام لیجائیں۔ انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے

صفحہ بتائیے

1۔ عبدالوحید۔ بھلوال ضلع سرگودھا
2۔ سلیمان رزاق پراچہ۔ منچن آباد ضلع بہاولنگر
3۔ شائستہ جبیں۔ مصطفےٰ آباد لاہور
4۔ حسیب شاہ۔ سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ
5۔ طیبہ مسعود۔ الائیڈ بنک مریم روڈ نواب شاہ سندھ

کوئز کی دنیا

1۔ محمد جنید بھٹہ۔ چونے والی بھٹی مظفر گڑھ
2۔ فیضان۔ ارسلان منزل میرپور خاص
3۔ نوشین محمود۔ محلہ رشید پورہ شکر گڑھ
4۔ محمد عبداللہ۔ ریلوے ہیڈ کوارٹر لاہور
5۔ فرحان ریاض۔ انکم ٹیکس آفس کوٹلی آزاد کشمیر

پھول کوئز کی قرعہ اندازی بشریٰ عظمت نے کی آپ پھول گرلز کلب لاہور کی ممبر ہیں۔

یہ ہے سائنس کی دنیا

1۔ مراد پندرانی۔ لاڑکانہ
2۔ عبدالصمد مظفر۔ لاہور
3۔ فیصل جاوید۔ لاہور
4۔ ماریہ مجید۔ اعظم گارڈنز لاہور
5۔ نوشین ناز۔ لاہور

میاں عبدالعظیم۔ طارق روڈ کراچی

حدیث کوئز

آنسہ روحی مہر سلیمی۔ ایبٹ آباد
حدیث کوئز کی قرعہ اندازی محمد اعظم قدرت نے کی آپ کا تعلق شکر گڑھ سے ہے۔

ا ب ت

یہ ہے سائنس کی دنیا

ہر ماہ 5 بہترین سوالوں پر 1000 روپے کے انعامات

مرتب: الطاف حسین ملک

صہیب انوار۔ جوہر ٹاؤن لاہور

س:۔ ٹرانزسٹر (Transistor) کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ ٹرانزسٹر ایک الیکٹرونک پرزہ ہے، جس کو بنانے میں نیم موصل دھاتیں استعمال ہوتی ہیں جن میں کہ سیلیکان، جرمینیم اور سلینیم زیادہ مستعمل ہیں۔ یہ دراصل دو یا دو سے زیادہ نیم موصل دھاتوں کا جنکشن ہوتا ہے۔ ان غیر موصل دھاتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ان میں سے A-C کرنٹ گزارا جائے تو یہ برق پاروں کو ایک ہی رخ سے گزرنے دیتی ہیں لیکن دوسرے رخ سے گزرنے پر سخت مزاحم ہوتی ہیں۔ یہ دھاتیں قلمی شکل میں استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک سیمی کنڈکٹر کی برقی خصوصیات کو ایکے ایٹمی ڈھانچے کی مدد سے زیادہ وضاحت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ جرمینیم یا سیلیکان کی ایک خالص قلم میں ایک دوری ترتیب "periodic Arrangement" میں ایٹم باہم جڑے ہوتے ہیں۔ ہر ایٹم کے مزید چار ذیلی الیکٹران ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے ہمسایہ الیکٹران کو کشش کرتا ہے اور ایک ڈیویلنٹ بونڈ بناتا ہے کیونکہ الیکٹران حرکت میں آزاد نہیں ہیں۔ خالص قلمی میٹیریلز کم درجہ حرارت پر مزاحم کا کام کرتے ہیں اس لئے ان میں انتہائی معمولی ناخالصیت کے عناصر مثلاً فاسفورس، اینٹی منی یا ارسینک وغیرہ ہوتے ہیں تاکہ یہ کم درجہ حرارت پر بھی نیم برقی موصل کا کام دے سکیں۔ ٹرانزسٹر عموماً این پی این یا پی این پی یعنی منفی مثبت منفی یا مثبت منفی مثبت ہوتے ہیں جن میں درمیانی تہہ انتہائی باریک ہوتی ہے جو باقی مادوں میں الیکٹران کے بہاؤ کیلئے استعمال میں آتی ہے۔

ٹرانزسٹر سب سے پہلے 1948ء میں امریکی ماہرین طبعیات والٹر باؤزر برٹین، جان بردین اور ولیم بریڈ فورڈ شاکلے نے بیل ٹیلی فون لیبارٹریز میں تیار کیا۔ ان کی اس ایجاد پر انہیں 1956ء میں طبعیات کا نوبل انعام دیا گیا۔ 1960ء میں ایک نئی الیکٹرانک ٹیکنیک آئی سی یا انٹر گریٹیڈ سرکل وجود میں آئی جو تقریباً اسی سائز میں ہونے کے باوجود خصوصیات میں اس سے کہیں برتر تھی لیکن عام سرکٹ میں ٹرانزسٹر کی اہمیت آج بھی مسلمہ ہے۔

محمد جمشید جگنو۔ خانگڑھ

س:۔ ٹیلی فون پر رابطہ کیسے ہوتا ہے۔ کیا ان میں لہروں کا عمل دخل ہوتا ہے؟

ج:۔ ٹیلی فون سیٹ سے ڈائیلنگ یا بٹن سے جب کوئی نمبر ڈائل کرتے ہیں تو وہ نمبر ٹیلی فون ایکسچینج میں "سلیکٹ" ہوجاتا ہے اور جونہی نمبر مکمل ہوتا ہے تو ایکسچینج ایک آٹو میٹک سوئچ کے ذریعے اسے ڈائل کیے گئے نمبر کی تاروں سے جوڑ دیتا ہے۔ اس طرح ایکسچینج بھی تاروں کے ذریعے آپس میں منسلک ہوتے ہیں۔ اگر مطلوبہ نمبر پہلے ہی مصروف ہے تو آپ کو ٹیلی فون پر مصروف ہونے کی گھنٹی سنائی دے گی ورنہ دوسری طرف ریسور اٹھائے جانے تک آپ کو کال جانے کی گھنٹی سنائی دے گی۔ دوسری طرف سے ریسور اٹھائے جانے پر آپ اس لائن پر بات کرنے کے قابل ہوں گے۔ ٹیلی فون ایکسچینج دراصل ایک قسم کا آٹو میٹک سوئچنگ سسٹم ہوتا ہے جہاں پر تمام ایکسچینجوں کی تاریں آکر ملتی ہیں۔ آجکل سائنس کی ترقی کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ تاروں کے سسٹم کے علاوہ برقی مقناطیسی سگنلز کو استعمال کرتے ہوئے موبائل فون وغیرہ پر بھی بات چیت کرسکتے ہیں۔

سرفراز احمد۔ گلگشت کالونی ملتان

س:۔ برمودا ٹرائینگل کیا چیز ہے۔ وضاحت سے بتائیں؟

ج:۔ برمودا ٹرائینگل مغربی بحر اوقیانوس میں واقع سمندری علاقہ ہے۔ اس کی سرحدیں امریکی ریاست فلوریڈا سے ملتی ہیں۔ سمندری آمد ورفت کے لحاظ سے یہ مصروف علاقہ ہے۔ اس کی گہرائی قریباً چار سے پانچ ہزار میٹر ہے۔ ان علاقوں سے ایک مفروضے کے مطابق قطب نما صحیح شمال کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سے گزرنے والے یا اس کے اوپر گزرنے والے بحری اور ہوائی جہاز غائب ہوجاتے ہیں مختلف سائنسدانوں نے اس کے بارے میں مختلف مفروضات پیش کئے ہیں مثلاً ایک مفروضہ یہ ہے کہ سمندر کے ان علاقوں میں زبردست مقناطیسی طوفان پیدا ہوتے ہیں جو ریڈیو مواصلات میں رخنہ ڈال کر کرہ ارض کا مقناطیسی فیلڈ تبدیل کردیتے ہیں اور اس سے جہازوں کے مواصلاتی سسٹم ناکارہ ہوجاتے ہیں اور وہ تباہ ہوجاتے ہیں۔ ایک مفروضہ یہ ہے کہ یہ سب کیا دھرا سمندر کی تہوں میں برپا ہونے والے زلزلوں کا ہے جس کی وجہ سے سمندری تہہ میں اچانک تبدیلی کے سبب سمندری لہریں تقریباً 60 میٹر تک بلند ہوجاتی ہیں اور ان کے نیچے بننے والا غار نیچی پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں یا اس مقام سے گزرنے والے بحری جہازوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایک روسی سائنسدان نے یہ نظریہ پیش کیا کہ چونکہ چھ ہرٹز سے زیادہ فریکوئنسی سمندری طوفان کا باعث بن سکتی ہے۔ جس میں کہ انفراسونک لرزش عمل پذیر ہوتی ہے یہ ایک سیکنڈ میں تین سو تیس میٹر تک فضا میں پھیل جاتی ہیں جو جہازوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں ایسی صورت میں سمندری لہروں کا پھیلاؤ تقریباً 1650 میٹر تک ہوتا ہے اور ایسی صورتحال جہاز کے ڈھانچے سے پیدا ہونے والی میکانیکی بازگشت سے بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ موجودہ دور کے سائنسدانوں کے مطابق برمودا ٹرائینگل میں زیر زمین میتھین گیس کے انتہائی وسیع ذخائر ہیں جہاں سے یہ گیس بلبلوں کی صورت میں خارج ہوکر فضا میں بادلوں کی طرح اکٹھی ہوتی رہتی ہے جب کوئی جہاز وغیرہ وہاں سے گزرتا ہے تو رگڑ اور بعض دوسرے عوامل کی وجہ سے اک دھماکے سے اسے آگ لگ جاتی ہے اور وہ چشم زدن میں جل کر ختم ہوجاتی ہے۔ فی الوقت آخر الذکر نظریے کو کافی حد تک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس پر مزید تحقیق جاری ہے۔ یہ اثر تمام برمودا ٹرائینگل پر حاوی نہیں ہے۔

صہیب حسن۔ اولڈ سول لائن سرگودھا

س:۔ وہ کون سی شعاعیں ہیں جنہیں "ڈیتھ ریز" کہا جاتا ہے اور کیوں؟

ج:۔ وہ شعاعیں جو زندگی / جانداروں کیلئے نقصان دہ ہوں انہیں "ڈیتھ ریز" کہتے ہیں۔ جیسے ایکس ریز، گاما ریز یا الٹراوائلٹ ریز وغیرہ۔ کیونکہ زیادہ دیر تک ان شعاعوں کے سامنے رہنے سے جانداروں پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان شعاعوں سے کینسر جیسے موذی امراض بھی جنم لے سکتے ہیں۔ یہ شعاعیں جانداروں کے خلیوں کو تباہ کردیتی ہیں۔

حافظ طاہرہ فاطمہ۔ باغبانپورہ لاہور

س:۔ بادلوں کی گرج اور چمک کا معمہ کیا ہے؟

ج:۔ آسمان پر بادل دو قسم کی برق سکونی کے حامل ہوتے ہیں جنہیں مثبت برق سکونی اور منفی برق سکونی کہا جاتا ہے۔ ہوا کے چلنے کی وجہ سے جب منفی برق سکونی کے حامل بادل مثبت برق سکونی کے حامل بادلوں کے قریب آتے ہیں تو مثبت اور منفی برق سکونی کے ملاپ سے آواز پیدا ہوتی ہے اور ایک شعلہ بھی۔ اس آواز کو بادلوں کی گرج اور شعلے کو بادلوں کی چمک کہا جاتا ہے۔

کچھ اس سلسلے کے بارے میں

عام طور پر ہم سوال پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں ہو اچھے جواب پہ انعام ملتا ہے۔ اس نئے اور دلچسپ سائنسی سلسلے میں یہ قاعدہ الٹ کررہے ہیں۔ آپ سوال پوچھئے جواب ہم دیں گے نامور سائنس دان اور ماہرین آپ کے الٹے سوالوں کے سیدھے جواب دیں گے ہر اچھے سوال پر 200 روپے کی کتب کا انعام ملے گا۔ یوں ہر ماہ 1000 روپے کی سائنسی کتب کا انعام ملے گا۔

اس کے علاوہ ہر ماہ بہترین سوال پر ایک ساتھی کو لاہور کے مشہور سائنس میوزیم کی ایک سال کی فری ممبر شپ دی جائے گی۔ یہ سہولت انعام پانے والے کے تمام اہل خانہ استعمال کرسکیں گے۔ تعاون انجمن برائے تعلیم لاہور اس ماہ کے انعامات کی تفصیل

عبدالغفار چندرانی، شہداد کوٹ ۔۔۔ عبدالصمد مظفر لاہور ۔۔۔ ماریہ مجید لاہور ۔۔۔ فیصل لاہور

نوشین ناز لاہور

تعاون: انجمن برائے تعلیم (رجسٹرڈ) جی پی او بکس نمبر 2243 فون: 7311810 لاہور پاکستان
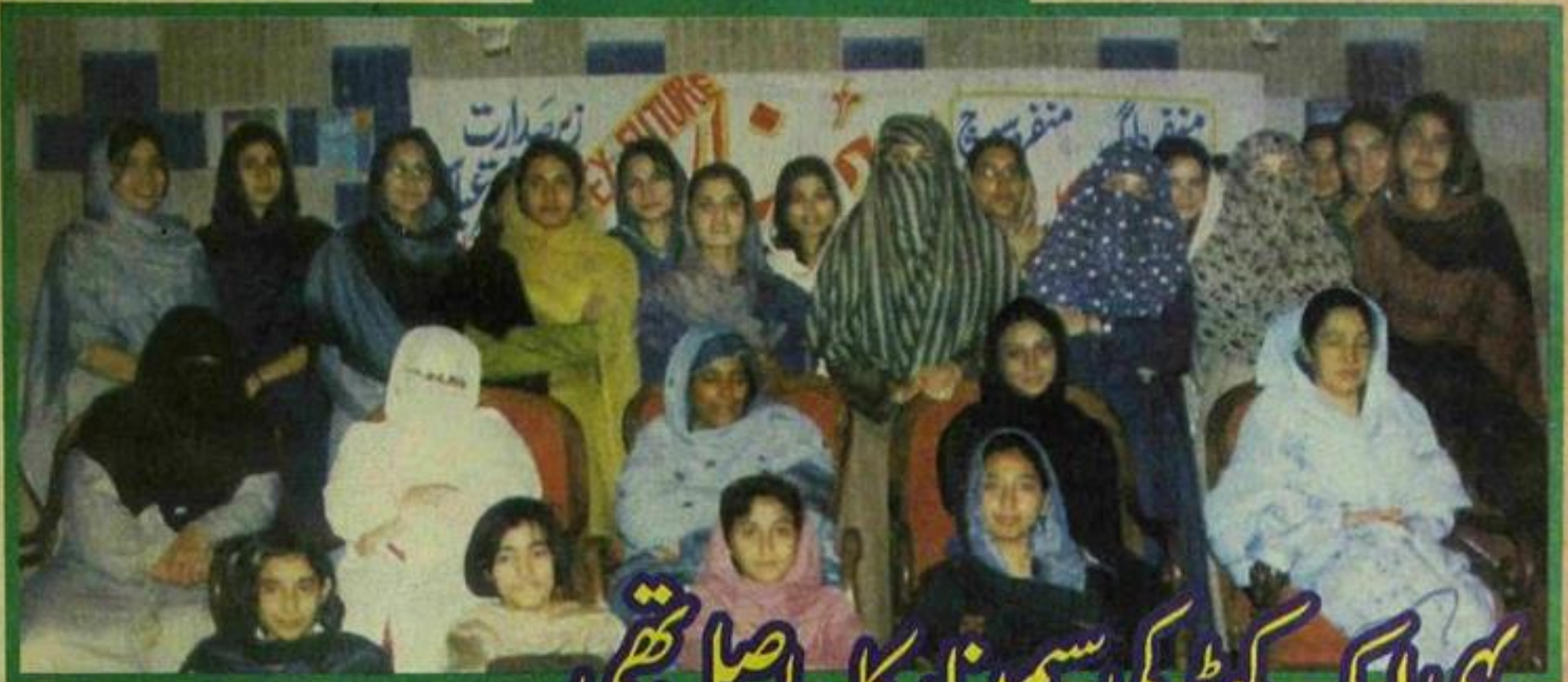
یہی ایک کھڑکی سیمینار کا حاصل تھی

بہاولپور سیمینار

KEY TO FUTURE

رپورٹ: ردائے زینب

اہتمام: نائلہ نذیر، نادیہ نورین

یہ جو پیے لمحے ہوتے ہیں نا! مٹھی میں بند تتلیوں جیسے ہوتے ہیں۔ ذراسی گرفت کمزور ہوئی اور یہ اڑ گئے لیکن ہتھیلیوں پر رنگ رہ جاتے ہیں۔ رشیدیہ آڈیٹوریم ماڈل ٹاؤن میں ہونے والے سیمینار کا دن بھی ہمیں بہت سارے رنگ تھما کر اڑ گیا۔ کامیابی حوصلے امید اور اعتماد کے رنگ۔ سیمینار کا موضوع Key To Future تھا اور صدارت کا بوجھ بھیا جی کے ناتواں کندھوں پر تھا۔ تقریب کے مہمان خصوصی انکل فیاض تحسین تھے جو کہ بہاول پور کے اے ڈی سی جی ہیں۔ کم کم بولتے ہیں مگر میٹھا بولتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ماضی اور اسلاف کی شاندار کارکردگی پر انحصار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے آج کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اس کے لئے لگن اور محنت سے کام کرنا چاہئے اور کام بھی وہ ہونا چاہئے جو انسان کی ذات اور معاشرے کے لئے بہتر ہو۔

دارارقم سکول کی پرنسپل اور معروف سماجی راہنما ڈاکٹر روحی وسیم نے کہا کہ ہر آنے والا کل ہی ہمارا مستقبل ہے لیکن یہ یقین ضروری ہے کہ اصل میں مستقبل ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ فیوچر کو سنوارنا ہے تو صرف قرآن ہے۔ دنیا و آخرت میں سربلندی صرف قرآن کی تعلیمات پر عمل کی بدولت ہے۔ سیاسی و سماجی خدمات کے حوالے سے بہاولپور کے مقبول رہنما ڈاکٹر سید وسیم اختر نے کہا کہ سب سے پہلے تو یہ یقین ضروری ہے کہ ہم ہیں کون؟ حاکم یا محکوم ہم ابھی تک محکوم ہیں۔ اصل کامیابی اللہ کی رضا ہے۔ دنیاوی کامیابی کے دعوے داروں فرعون اور قارون کا حشر دنیا کے سامنے ہیں۔ ہم انہیں کامیاب نہیں کہیں گے۔ انہوں نے زور دیا کہ کامیاب وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کی رضا ہے دوسروں کی خدمت ہے۔

نائلہ نذیر جو کہ گرلز کلب بہاول پور کی صدر ہوتی ہیں۔ پروگرام کے شروع میں حاضرین کی تعداد میں کمی پر کچھ پریشان نظر آئیں۔ مگر پھر ہمت پکڑی اور اس کا اظہار اپنی باتوں میں بھی کیا۔ نائلہ کا خیال تھا کہ منزل تک پہنچنے کے لئے چلنا ضروری ہے۔ اتنے اچھے اور قیمتی لوگوں کی یہاں موجودگی اس بات کی ضامن ہے کہ ہمارے اندر کامیابی کی طلب ہے۔ کچھ کرنے کی امنگ ہے حالات سے ہم مایوس نہیں ہوئے اور یہ کہ حوصلہ افزائی کی تھپکیاں ملتی رہیں تو حوصلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ پھول گرلز کلب بہاول پور نے اس تمنا پر ایک تنہا پھول کھلایا ہے۔

بھیا نے اپنی بات کا آغاز اس جملے سے کیا

When all the doors are closed be creative and opon a window.

کامیابی کی کنجی اللہ کی رضا اور دوسروں کی خدمت میں ہے

انہوں نے کہا کہ آج نائلہ نے بھی سب دروازے بند ہوجانے پر ایک کھڑکی کھولی تھی۔ جس کی روشنی نے سارے اندھیرے کو کاٹ دیا اور یہی رویہ اس سارے سیمینار کا حاصل وصول بھی تھا۔ بھیا نے کہا کہ دل سے خدمت کرنا بہت بڑی نیکی بھی ہے اور Key To Success بھی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ سوچ بھی آتی ہے کہ سوشل ویلیوز اور مورل ویلیوز کو ختم کر کے کی گئی ترقی دیرپا نہیں۔ ہر نئی چیز کو آنکھوں دیکھے اور نتائج سوچے بنا اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہونا کامیابی کے گھر نہیں لے کر جاتا۔ کسی بھی ملک معاشرے یا کمپنی میں کام میں بہترین پوزیشن لی جانی چاہیے مگر اپنے کیریئر کو ساتھ رکھ کر، دوسروں کو پچھاڑ کر نہیں ساتھ لے کر۔

شکور، جاودہ، بختاور، ردائے زینب، عائشہ نذیر، روبینہ گلشن، زبیریہ راحت اور عرشیہ خورشید شامل تھے۔ سیمینار سے پھول گرلز کلب پنجاب کی صدر عرفانہ منور نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے سب کا شکریہ ادا کیا اور سیمینار کو ایک اچھی کاوش قرار دیا۔

بلا سوچے سمجھے بھاگنے والے کامیابی کے گھر نہیں جاتے

نادیہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مقررین کو سٹیج پر لاتی رہیں

نادیہ نورین (جنرل سیکرٹری پھول گرلز کلب، بہاول پور) جو کہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ٹیلنٹ ہنٹ سکیم بھی شروع کیے ہوئے تھی۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مقررین کو سٹیج پر لاتی رہی۔

(تعاون بہاول پور آرٹس کونسل)

تھی۔

☆...... بھیا نے آتے ہی تسلی دی اور سیمینار کا آغاز کر دیا اور کہا کہ پروگرام ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو آئے نہیں...... جو آئے ہیں وہ اہم ہیں...... آیئے شروع کرتے ہیں۔

☆...... ہمیں نہ جانے کب کس نے اور کیوں سٹیج سیکرٹری کا منصب سونپ دیا اور ہم حیرانی، پریشانی، پشیمانی میں کمپیرنگ کرتے رہے۔ (بعد میں پتا چلا کہ وہ کارنامہ بھیا نے انجام دلایا۔

☆...... تعارف کے مرحلے میں اس وقت دلچسپ صورت حال پیدا ہوگئی جب ہر دوسرا بندہ ماسٹرز کا سٹوڈنٹ پایا گیا اور بھیا اس سے کم کوالیفیکیشن والوں کو تسلی دیتے رہے۔

☆...... نائلہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تین بار تقریر کی۔ (شوق دا کوئی مل نئیں)

☆...... اگرچہ بھیا نے کئی دفعہ نائلہ سے strepciles کی گولیاں نکلوا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان کا گلہ خراب ہے مگر تقریر ان کو پھر بھی کرنی پڑی۔

☆...... بھیا جی کی پرسوز واقعات سے لبریز تقریر کے دوران فضہ اور نائلہ روتی ہوئی پائی گئیں۔ (لوکر لوگل)

☆...... بھیا نے شرکائے حاضرین کو گھور کر گروپ فوٹو بنوانے کے لئے بٹھایا۔

جناب سہیل فلک شیر کہ جو کہ اسلامیہ یونیورسٹی میں انگریزی ادب کے پروفیسر ہیں (پر لکھتے نہیں) T.S.Eliot کے نظریے سے اپنی بات کا آغاز کیا۔ Eliot نے کہا تھا کہ

Modern man is disillusioned and it is becouse he is away rfrom eligion.

انہوں نے کہا کہ ہم دین کا راستہ اپنا کر ہی ترقی کر سکتے ہیں۔ بھیا کے کہنے پر پڑھے لکھے حاضرین کو بھی دعوت اظہار دی گئی جس کا انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اظہار خیال کرنے والوں میں ام سلمیٰ، زوبیہ شاہد، فضہ

سیمینار............ایک نظر میں

(نادیہ نورین)

☆...... جب ہم سویرے سویرے آڈیٹوریم پہنچے تو ہمارے استقبال کے لئے صرف آڈیٹوریم اور آڈیٹوریم کی تسلی کے لئے صرف ہم موجود تھے۔

☆...... مہمانوں کی آمد ساڑھے دس بجے شروع ہوئی اور ہر اگلا مہمان ہماری امید اور حوصلے میں گلوکوز ڈی فراہم کرتا رہا۔

☆...... ہال میں مہمانوں کی تعداد ہماری مرحومہ قومی اسمبلی میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد سے بہرحال زیادہ

☆...... بھیا سے ان کی Birthday کی نہایت شاندار ٹریٹ کے لئے نہایت شاندار مطالبہ کیا گیا اور وقت کی کمی کی وجہ سے ادھار پر لیا گیا اور ہم یہ بھی نہ کہہ سکے کہ "آپ اچھے ہیں پر ادھار اچھا نہیں"

☆...... سہیل فلک شیر صاحب کی انگریزی نے حاضرین کو وخت میں ڈال دیا۔ انگریزی بہت اچھی مگر سپر ایکسپریس کی رفتار سے تھی۔ سو خوب دھول اڑی۔ اس کے اندر جو باتیں تھیں وہ بہت اچھی تھیں۔ اللہ جانے فلک شیر صاحب کے دل کی آوازتھیں یا انہوں نے قوم کو متاثر کرنے کے لئے کہیں۔ ڈاکٹر وسیم اختر نے کہا یہ تو میری تقریر کا انگریزی ورژن تھا......

☆...... انکل تحسین فیاض کی تقریر میں بیک وقت مایوسی، غصہ اور امید تھی...... ہم تو مشکل میں پڑ گئے کہ کس کو پکڑیں۔

... the right person towards right direction

SPECIAL TRAINING PROGRAMME

FOR PHOOL TEAM LEADERS

A new way to discover yourself

PHOOL HUMAN RESOURCE DEVELOPMENT

DRIV... ...NGE NATURALLY

ماہنامہ پھول لاہور

اور اس بار صوبہ سرحد والے مہمان بنے

Drive Change naturally

مختلف شہروں میں مصروف کار اپنے ٹیم لیڈرز کی تربیت کیلئے پھول لیڈرشپ ٹریننگ

Phool Human Resource Development کا دوسرا انقلابی پروگرام

رپورٹ: آمنہ اعظم

بہت سارے لوگ زندگی گزارتے ہیں اور کچھ لوگوں کو زندگی گزار دیتی ہے۔ آپ سوچیں گے کہ یہ کیا بات ہوئی...... تو عزیز ساتھیو! بات دراصل یہ ہے کہ جو لوگ خود سے اپنی زندگی کے مقصد اور ٹارگٹ کو فوکس کر کے اپنی زندگی کے ہر عمل کو صرف اسی مقصد کے حصول کیلئے گزارتے ہیں اصل میں وہ زندگی گزارتے ہیں اور جو لوگ ساری زندگی یہی نہ جان پائیں کہ وہ کون ہیں اس دنیا میں کیوں آئے ہیں اللہ جی نے انہیں کیوں پیدا کیا انہیں اتنی نعمتیں کیوں دیں اور جو انہیں نہیں دیں وہ کیوں نہیں دیں تو ایسے لوگوں کو زندگی گزار دیتی ہے لیکن ساتھیو ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا اثاثہ آپ سارے خوبیوں اور اچھائیوں والے پھول ساتھی بند آنکھوں اور بند ذہنوں سے زندگی گزارنے کا انتظار کریں بلکہ آپ سب بھی زندگی گزارنے کا اپنا مقصد جانیں اور اسکے مطابق زندگی گزاریں۔ اسی لئے اس دفعہ PHRD کے دوسرے ٹریننگ سیشن کا موضوع تھا Discorver who you are inside اس دفعہ صوبہ سرحد کے ساتھی وہاں کے صوبائی پھول کلب کے صدر محمد ریاست کی سربراہی میں شریک ہوئے۔ ایک ٹیم سکالرز کالج سے آئی۔ سب کا خوب مزے کا تعارف ہوا پھر موضوع پر بات ہوئی۔ درمیان میں چائے بھی چلی اور کھانا بھی...... سب کی عرفان بھائی نے آتے ہی رجسٹریشن کر دی تھی۔ فائل کور اور پنسلیں بھی ملیں اور جاتے ہوئے ایک خوب صورت سند بھی...... جو عمر بھر اس یادگار پروگرام کی یاد دلائے گی یہ سب ان کیلئے تھا جن کی رجسٹریشن ہوئی۔

ممتاز سکالر اور پروفیشنل ٹرینر ''فائز سیال'' نے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یکتا (منفرد) پیدا کیا ہے۔

God has made every person unique and there is something in you which God has not given to anyone else

انسان کو ہمیشہ وہی کچھ ملتا ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا۔ آپ بنے ہیں خدمت خلق کرنے کیلئے مگر آپ سیاست دان بننے کی کوشش کریں تو آپ کامیاب نہیں ہوں گے آپ بنے ہیں ڈاکٹری کیلئے مگر آپ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن جائیں کیونکہ اس میں بڑی دولت ہے تو اس طرح آپ وہ کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آپکے مقاصد زندگی کے خلاف ہے۔

ہم اپنی زندگی کے مقصد کو جاننے کیلئے لوگوں سے پوچھتے ہیں کتابیں پڑھتے ہیں مگر قرآن کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو آپکی رہنمائی کر سکے قرآن مجید میں بارہا کہا گیا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے جو خدا نے انسان کو دیا ہے اور اب انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اسے اپنے اندر تلاش کرے۔

The basic Purpose of human life is to enhance the quality of life

اسکی زندگی کا مقصد اپنی اور دوسروں کی زندگی کی کوالٹی بہتر کرنا ہے کس پروفیشن میں اور اور کس مقام اور عہدے میں جا کر اپنا یہ مقصد پورا کرنا ہے یہ بھی طے کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ہم اکثر کچھ لوگوں کو اپنا آئیڈیل یا **Role model** بنا لیتے ہیں اور انہیں فالو کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں بالکل ویسے ہی بن جائیں تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے انسان میں جو صلاحیت خداداد ہے وہ وہی بنتا ہے آپ اچھے اور بہت اچھے بن سکتے ہیں مگر اس خاص فیلڈ یا آدمی کی طرح نہیں بلکہ کسی اور فیلڈ میں جس کی آپکو صلاحیت دی گئی ہے۔

''جس نے اپنے آپکو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا''
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ہم نے زمینوں اور آسمانوں اور یہاں تک کہ تمہارے اندر اتنی نشانیاں چھوڑی ہیں کہ خدا کیا ہے اور کہاں ہے''

آج سائنس یہ انکشاف کر رہی ہے کہ انسان کے اندر سانس کی نالیوں سے لا الہ الا اللہ لکھا ہے لہٰذا غور و فکر کریں مجھے کیوں پیدا کیا گیا یا کسی کی بتائی ہوئی منزل یا کام کی طرف راغب نہ ہوں کیونکہ دوسروں کے بتائے ہوئے یا منتخب کردہ راستوں پر چل کر ہمیں منزل بھی دوسروں کی مرضی کی ملے گی۔ ہماری مرضی کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ زندگی آپکی ہے لہٰذا اس کا ہر فیصلہ آپکو ہی کرنا ہے کیا آپ کو نہیں پتا ہوگا کہ آپکی خواہش کیا ہے آپکو پسند کیا ہے آپکو کیا چیز سوٹ کرے گی۔ مثال کے طور پر اگر آپکو شام کو شادی پر جانا ہے اور آپ صبح بازار کپڑے لینے چلے جائیں اور آپ نے یہ طے بھی نہ کیا ہو کہ آپکو کیا لینا ہے تو صبح سے شام تک **Window shopping** کرتے رہیں گے اور ہر چیز چھن چھن کر دیکھیں گے ایک دکاندار کہے گا کہ آجکل تو یہ فیشن ہے دوسرا کہے گا نہیں آجکل تو یہ چل رہا ہے۔ شام کو تھک ہار کر وہی لے لیں گے جو دکاندار کہے گا کہ آجکل اسکا فیشن ہے میری مانیں لے لیں...... تو اس طرح تو آپکی اپنی **Choice** اور **Identity** تو نہ رہی۔ اس طرح تو زمانہ آپکو چلا

یہ مسئلہ صرف اس دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا بھی ہے۔ قرآن میں ہے ''تم سے تمہاری زندگی کے بارے میں پوچھا جائے گا'' یہ بھی نہیں ہو گا کہ آپ یہ کہہ کر جان چھڑوا لیں کہ یہ کام میں نے اپنے ماں باپ یا دوستوں کے کہنے پر کیا جب کام کرنا بھی خود ہے' جوابدہ بھی خود ہونا تو پھر فیصلہ بھی تو خود ہی کرنا چاہئے۔ جب یہ طے ہو جائے کہ آپکو کیا کرنا ہے اور اس کو کرنے کیلئے مجھے یہ یہ چیزیں چاہئے اپنی ڈگریوں کو اپنی زندگی میں فٹ کرنے کے بجائے انہیں اپنی زندگی کی پلاننگ میں فٹ کرنے کی کوشش کریں۔ جانوروں کی خصلت میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہیں وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے ان میں **Choice** کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ آپ نے کبھی سنا کہ فلاں چڑیا گھر میں شیر نے شیرنی کے انکار کے بعد خودکشی کر لی یا پھر ایک ہرن نے دل برداشتہ ہو کر مینار پاکستان سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔

اپنی شخصیت کو بگاڑنے کے سنہری مواقع بار بار ملتے ہیں

آیئے کامیابی کے راز کو جان لیتے ہیں

مجھے **Resources** کے بغیر کیوں پیدا کیا۔ مجھے مسلمان کیوں پیدا کیا۔ مجھے جو ملا وہ کیوں ملا اور جو نہیں ملا وہ کیوں نہیں ملا۔

کامیاب زندگی کے راستے پر سب سے اہم کام یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کی **Values** کو طے کر لیں یہاں **Values** کا مطلب ہے کہ جو چیزیں آپکے لئے زیادہ (قیمتی) **Valueable** ہیں اپنی زندگی کی پانچ چیزیں طے کر لیں مثلاً اگر پیار نہیں ہے' اگر عزت نہیں' اگر سکون نہیں' وغیرہ وغیرہ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے تو میری زندگی بیکار ہے اور اب اپنی انہی **Values** اور **inteyest** کے مطابق اپنے لئے پروفیشن منتخب کریں آپکو کامیابی بھی ہوگی اور پریشانی بھی نہیں رہے گی۔ ایک بات یاد رکھیں کبھی بھی زندگی میں کسی کی دیکھا دیکھی رہا ہے او خدا کے واسطے آپ لوگ (حضرت انسان) تو زمانے کو چلانے آئے تھے یہ کیا ہوا کہ زمانہ آپکو چلا رہا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی کہیں اور جگہ بیٹھا آپکے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ اتنے انچ کے پائنچے ہونے چاہئیں تو راتوں رات پائنچوں کا سائز بڑھایا جاتا ہے کہ صبح کالج جانا ہے کالج والے گھسنے نہیں دینگے تو جب آپ اس سائیکالوجی کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو خوش کیسے رہینگے۔ یہ سارے کام تو ہم لوگوں کو خوش رکھنے کیلئے کر رہے ہیں تو پھر ہماری اپنی کیا اوقات ہے۔ میرے کہنے پر آپ نے یہ رنگ پہن لیا زمانے نے آپکو یہ سائز پہنا دیا تو پھر آپ خود کیا ہیں۔ آپ بننا تو ایدھی چاہیں مگر کپڑے شاہ رخ خان جیسے پہنیں تو اس طرح تو ایدھی نہیں بنا جاتا اور

Choice کرنے کی اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور عقل و سمجھ اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دی ہے تو پھر آپ اسکو استعمال کیوں نہیں کرتے۔

کوئی ایسی چیز یا مقصد آپکی زندگی کا ضرور ہونا چاہئے جو صبح چھ بجے آپکو بستر سے نکالے بالکل ایسے ہی جیسے کوئی کرنٹ لگا ہو اور رات کے بارہ بجے تک آپکو جگائے رکھے جب ایسا مقصد زندگی کا بن جائے تو پھر بارہ گھنٹے آپکا سونے کو دل نہیں چاہے گا آپ چاہیں گے کہ دن بارہ گھنٹے کی بجائے چوبیس گھنٹے کا ہو جائے آپکو خوشی بھی ہوگی دل بھی مطمئن ہوگا کہ آپ نے اپنے آپکو پا لیا ہے اور آپکی زندگی آپکے اپنے اور خدا کے عطا کردہ مقصد کے تحت گزر رہی ہے لوگ مجھے کہتے ہیں **Face reading** سکھا دیں پھر دیکھیں میں کیا کرتا ہوں۔ بھئی خدا کے بندو پہلے اپنے آپکو تو پڑھنا سیکھ لو پھر دوسروں کو پڑھنے کی کوشش کر لینا۔

COOKERY

FISH COOKERY

آمنہ احتجاب

مچھلی کا گوشت لذیذ اور قوت بخش ہوتا ہے۔ اسے ٹھنڈے موسم میں کھانا چاہئے خاص طور پر ان مہینوں میں جن میں "ر" آتا ہو۔ جیسے جنوری، فروری، مارچ، اپریل، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر اور مئی، جون، جولائی اور اگست میں نہ کھائیں۔ مچھلی کا گوشت ہر لحاظ سے دوسرے گوشت کے برابر ہوتا ہے اپنی غذائیت کے اعتبار سے سوائے اس کے کہ اسکی کیلوری کی تعداد کم ہوتی ہے اس لئے یہ کولیسٹرول کی سطح کم رکھنے میں معاون ہوتا ہے۔ مچھلی کا گوشت پھیپھڑوں کو طاقت دیتا ہے۔ اس میں موجود فاسفورس ایسڈ دماغ کیلئے قوت بخش ہوتا ہے۔ وٹامن اے کی خاصی مقدار بینائی کیلئے بہت فائدہ مند ہے۔ مچھلی کا تیل بھی کیپسول کی صورت میں ملتا ہے جو بہت سی بیماریوں میں قوت وطاقت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

....

Fish with Fried Noodels

اشیاء: ایک پاؤ بغیر کانٹے کی مچھلی سویا ساس: دو ٹیبل سپون کارن فلور۔ ایک چمچ تیل: 5 کھانے کے چمچ ادرک پسی ہوئی: ایک ٹی سپون پکے ہوئے نوڈلز: چار کپ کٹی بند گوبھی: ایک کپ ٹماٹر: دو عدد

ترکیب:۔ مچھلی کے ایک انچ کے کیوب بنالیں اور ان پر سویا ساس، ادرک اور کارن فلور اور چٹکی نمک لگا دیں۔ فرائی پین میں تھوڑا تیل ڈال کر ابلے اور دھلے ہوئے نوڈلز ڈال کر فرائی کریں۔ دو تین چائے کے چمچ سویا ساس اور تھوڑا سا نمک بھی ملائیں فرائی کرتے ہوئے ایک کھانے کا چمچ تیل گرم کرکے گوبھی کے ٹکڑے ہلکے سے فرائی کرکے نکال لیں چٹکی نمک ساتھ چھڑک دیں۔ اسی فرائی پین میں دو کھانے کے چمچ تیل گرم کرکے مچھلی کے ٹکڑے فرائی کرلیں چاروں طرف سے پلٹ کر گولڈن براؤن کرلیں۔ فرائی شدہ گوبھی کے پتے اور دو لال مگر قدرے سخت ٹماٹروں کی آٹھ پھانکیں کرکے گودہ نکال کر الگ کردیں اور پھانکیں فرائی پین میں مچھلی اور گوبھی کے ساتھ ڈال کر بالکل تھوڑا فرائی کریں۔ نوڈلز کو ڈش میں نکالیں اور اوپر یہ فرائی شدہ مچھلی کے ٹکڑے اور سبزیاں پھیلا دیں۔

(شمائلہ خادم چشتی۔ پاکپتن)

Fish Cutlets

اشیاء:۔ مچھلی کے قتلے:۔ ایک پاؤ

ابلے ہوئے آلو:۔ ایک درمیانہ سائز

انڈہ: 1 عدد ڈبل روٹی کا چورا: ایک کپ

ایک لیموں کا رس

پیاز: ایک عدد چھوٹا (باریک کٹا ہوا)

سبز مرچ: باریک کٹی ہوئی

نمک اور کالی مرچ: آدھائی سپون

ترکیب:۔ مچھلی میں نمک اور کالی مرچ ڈال کر ایک کپ پانی میں ابلنے کیلئے رکھ دیں۔ پانی مکمل طور پر خشک کرنے کے لئے ڈھکن اٹھادیں۔ ابلنے کے بعد مچھلی میں سے تمام کانٹے نکال لیں۔ ابلے ہوئے آلوؤں کو مچھلی میں ملادیں۔ یک جان کرلیں دونوں چیزیں۔ پھر لیموں کا رس اور باقی مصالحے بھی ملادیں۔ انڈے میں ڈبونے کے بعد چورا لگائیں اور گہرے تیل میں فرائی کرلیں۔ (سیدہ مدیحہ ضیا۔ لاہور)

بیسن میں تلی مچھلی

اشیاء:۔ مچھلی: ایک کلو

اجوائن پسی ہوئی: آدھائی سپون

نمک و سرخ مرچ: حسب ذائقہ

بیسن:۔ آدھا پاؤ

لہسن پسا ہوا: چار جوئے

ادرک ذرا سا ٹکڑا پسا ہوا

گرم مصالحہ: ایک ٹی سپون

سرکہ: چار چمچ یا لیموں کا رس

ترکیب:۔ مچھلی کو نمک لگا کر دھولیں۔ پھر اجوائن اور سرکہ میں ملائیں یا لیموں کا رس۔ یہ مچھلی کے ٹکڑوں کو مل دیں اور پڑا رہنے دیں۔ اب بیسن میں لہسن، ادرک، گرم مصالحہ، نمک، سرخ مرچ سب کچھ ملادیں اور ایک چٹکی میٹھا سوڈا ڈال کر پکوڑوں کی طرح تیار کرلیں۔ اب مچھلی کے ٹکڑوں کو اس میں بھگو کر تلتے جائیں۔ گھی یا تیل زیادہ ہونا چاہئے تاکہ اچھی طرح فرائی ہوسکے۔

(صائمہ کنول۔ فیروزہ)

☆☆☆☆☆☆

کچن ٹپس

مچھلی کی بو دور کرنے کے لئے ہاتھوں کو بیسن یا پیاز کے پانی سے دھوئیں۔ (صدف علی۔ فورٹ عباس)

مچھلی کے ٹکڑوں کو لیموں کے رس سے رگڑ کر دھونے سے اسکی بو، باس، ختم ہوجاتی ہے۔ (نوشیلہ حفیظ۔ ڈاہرانوالہ)

چاولوں میں پسا ہوا نمک ملادیں۔ انہیں کیڑا نہیں لگے گا۔ (ثناء مجید۔ سرگودھا)

مرچوں کی جلن دور کرنے کیلئے تھوڑا سا تیل پانی میں ملا کر ہاتھ دھونے سے جلن دور ہو جائیگی۔ (ثوبیہ کلیم۔ ڈی جی خان)

بیوٹی ٹپس

اگر آنکھیں بوجھل اور تھکی ہوئی ہوں تو روئی کے ٹکڑوں کو چائے کی پتی کے پانی میں اچھی طرح بھگو کر رکھنے سے آنکھوں کو سکون ملتا ہے۔ (خدیجہ اشرف۔ واہ کینٹ)

ماسٹرائزنگ ماسک: ایک انڈے میں ایک بڑا چمچ شہد اور ایک پکا ہوا کیلا (زیادہ سخت نہ ہو) ملالیں اور 15 سے 20 منٹ تک چہرے اور گردن پر لگائیں۔ پھر نیم گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ (حافظہ حمیرا چاندنی۔ گوجرانوالہ)

ہونٹ پھٹ جائیں تو ان پر شہد اور عرق گلاب ملا کر روزانہ لگائیں۔ (ثناء حنیف۔ جڑانوالہ)

بالائی کو ہر روز سونے سے قبل چہرے پر لگانے سے چند ہی دنوں میں چہرہ نکھر جاتا ہے۔ (ندا ثنا۔ گوجرانوالہ)

ناخنوں کی مضبوطی کیلئے ان پر روزانہ لہسن رگڑیں۔ (لبنیٰ اسلام۔ ملتان)

سرسوں کے تیل میں ایک انڈہ، دہی اور ایک چمچ مہندی ڈال کر بالوں میں لگانے سے بال گھنے ہوجاتے ہیں۔ (سیدہ فرزانہ ظہور شاہ۔ اوکاڑہ)

اگر عینک لگانے سے حلقے بن جائیں تو لیموں کے چھلکے باریک پیس کر نیویا کریم کے ساتھ لگائیں۔ (سمیرا منور۔ بھوآنہ)

لیموں کا ماسک: چہرے کے کیل مہاسے دور کرنے کیلئے چہرہ ڈیٹول سوپ سے دھوئیں پھر لیموں کے چھلکے باریک پیس لیں ان میں گلیسرین کے ساتھ ملا کر لگائیں۔ (روبینہ یاسمین۔ لاہور)

ان ساتھیوں کی بھی تحاریر موصول ہوئیں۔ آپکا بے حد شکریہ۔ راولپنڈی سے صباء ملک، روبینہ نصیر، عاصمہ نصیر، نیلم نصیر، اسما امامتہ الکبریٰ، ملتان سے خوشبخت منظور، عذرا حسین، ملکہ عظمیٰ کی غزل، ثریا راشد، نایاب عروج، حافظ آباد سے شکیلہ شبنم، فائزہ صدف، جڑانوالہ سے شمائلہ الیاس، ارشد بانو۔

آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی

قیمت

☆......ایک دفعہ ایک چور نے اپنی منگیتر کو سونے کا سیٹ دیا۔ منگیتر بہت خوش ہوئی اور پوچھا...... ''اس سیٹ کی قیمت بھلا کیا ہو؟''
چور بولا...... ''تین سال قید بامشقت''
(آمنہ امتنان رانا چک نمبر 291ج ب گھمالہ)

اثر نہ ہونے کی وجہ

☆......کیمسٹری کے پروفیسر اپنی بیگم سے ناراض ہو گئے تو بیگم رونے لگیں۔
پروفیسر بولے...... مجھ پہ تمہارے رونے کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ یہ آنسو ہیں کیا چیز کسی قدر فاسفورس سالٹ ذرا سا سوڈیم فلورائیڈ اور باقی پانی۔ (صائمہ ظفر۔ راجن پور)

بہتر

☆...... ایک سیٹھ نے ہوٹل سے رخصت ہوتے ہوئے بیرے کو پانچ روپے ٹپ دی اور کہا: میری صحت کیلئے دعا کرنا۔
بیرے نے فوراً کہا: جناب! پچھلی مرتبہ تو آپ نے دس روپے ٹپ دی تھی۔ ہاں مجھے یاد ہے۔ سیٹھ نے جواب دیا۔ لیکن اب میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔ (ایس۔ عرفان دانش حاصلپور اولڈ)

نفری

☆...... پولیس میں بھرتی کے انٹرویو میں ایک امیدوار پر مشکل سوالات کی ''بارش'' ہو رہی تھی۔ سلیکشن بورڈ میں شامل ہر افسر اس امیدوار سے مشکل سوال کر رہا تھا۔ ''فرض کرو تمہیں کسی وجہ سے اپنی بیوی کو گرفتار کرنا پڑ جائے تو تم کیا کرو گے؟'' ایک آفیسر نے سوال کیا۔ امیدوار نے کچھ دیر سوچا پھر ذرا نیچی آواز میں بولا...... ''میں تھانے سے زیادہ سے زیادہ نفری طلب کر لوں گا۔''
(ایم مغیرہ تبسم۔ ضلع رحیم یار خان)

پیالے کا چکر

☆...... آثار قدیمہ کا ایک ماہر پرانی چیزوں کی تلاش میں شہر شہر گاؤں گاؤں گھومتا پھر رہا تھا۔ ایک چھوٹے سے گاؤں کی ایک چھوٹی سی دکان پر اس کو ایک قیمتی اور بہت پرانے زمانے کا پیالہ نظر آیا۔ جس میں دکاندار کی بلی دودھ پی رہی تھی۔ اس نے سوچا اگر دکاندار سے پیالہ مانگا تو وہ پیالے کی اہمیت سمجھ جائے گا اور خوب قیمت وصول کرے گا چنانچہ اس نے بہت اصرار سے 5 ہزار میں بلی خرید لی۔ بلی خریدنے کے بعد اس نے دکاندار سے کہا ''یہ پیالہ بھی دے دو کیونکہ بلی اس پیالے کی عادی ہے''۔
دکاندار بولا ''میاں بے وقوف کسی اور کو بنانا۔ اس پیالے کے چکر میں اب تک بیس بلیاں فروخت کر چکا ہوں۔'' (عائشہ احسان ملک، سرگودھا)

گھڑی

☆......ایک آدمی راہگیر سے...... یہاں کوئی پولیس کا آدمی تو نہیں دیکھا۔ راہگیر نہیں۔ تو پھر جلدی سے اپنی گھڑی میرے حوالے کریں۔ آدمی نے جواب دیا۔ (جمشید جگنو خانگڑھ)

سائز

ایک آدمی کے پاؤں بہت بڑے تھے۔ اسے نظر بھی کم آتا تھا۔ ایک بار وہ اپنے نوکر کے ساتھ جوتے خریدنے گیا، مگر جوتے کا بڑے سے بڑا سائز بھی اس کے پیر میں فٹ نہ آیا۔ اچانک ایک جوتا اس کے پیر میں پورا آگیا۔ وہ خوشی سے چیخا ''ارے فضلو، یہی جوتا خرید لو۔ ہمارے بالکل ٹھیک آگیا ہے۔'' فضلو نے کہا...... ''مگر سرکار، آپ نے تو پاؤں میں جوتوں کے ڈبے پہن رکھے ہیں۔'' (عمران طفیل رحیم یار خاں)

احتیاط

ایک دوست دوسرے سے مجھے جب چھینک آتی ہے تو میں اپنے ہاتھ اپنے منہ کے آگے رکھ لیتا ہوں۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے تم مجلس کے آداب کا بہت خیال رکھتے ہو۔ دوسرے نے کہا۔ پہلے نے جواب دیا: ہاں میں بہت محتاط ہوں مجھے ڈر رہتا ہے کہ زور کی چھینک سے میرے نقلی دانت منہ سے نہ گر جائیں۔ (عاصمہ حسن - راجن پور)

پاکستانی سکول

باپ اور بیٹا دوبئی میں ایک دفعہ بازار سے گزرتے ہیں بیٹا باپ سے کہتا ہے ابو مجھے کیلے لے دیں تو باپ کہتا ہے یہ بھی کوئی کیلے ہیں کیلے پاکستان کے۔ آگے جاتے ہیں تو بیٹا کہتا ہے ابو مونگ پھلی لے دیں تو باپ کہتا ہے یہ بھی کوئی مونگ پھلی ہے مونگ پھلی پاکستان کی۔ جب وہ رات کو سوتے ہیں تو بیٹا صبح نہیں اٹھتا باپ اسے اٹھاتا ہے بیٹا اٹھو سکول نہیں جانا تو بیٹا جواب دیتا ہے ابو یہ بھی کوئی سکول ہے سکول پاکستان کے جہاں سال میں آٹھ مہینے چھٹیاں رہتی ہیں۔ (مقدس، فرزین، اقصیٰ، سدرہ، مریم، ذہین، فضہ عروشہ اور حماد جواد)

بڑے سر والا

بیٹا (ماں سے) ممی سکول کے تمام لڑکے مجھے ''بڑے سر والا'' کہتے ہیں۔ ماں: ان بدتمیز بچوں کی باتوں کا برا نہ منایا کرو۔ اب جلدی سے سبزی فروش کے پاس جاؤ اور مجھے پانچ کلو آلو اپنی ٹوپی میں لا دو۔ (عاصمہ مبارک - فیصل آباد)

نہ ہنسنے کی وجہ

ایک دوست (دوسرے دوست سے) ''آج میں بازار گیا تو ایک کیلے کے چھلکے کی وجہ سے پھسل پڑا۔ سب لوگ ہنسنے لگے لیکن میں نہیں ہنسا۔'' دوسرا دوست: ''تم کیوں نہیں ہنسے؟'' پہلا دوست: ''اسلئے کہ گرنے والا میں ہی تھا۔''
محمد طاہر شاہین - ٹوبہ ٹیک سنگھ)

عقل

ایک شخص بیٹھا شہد کھا رہا تھا۔ پڑوسی نے پوچھا کیا کھا رہے ہو؟
اس شخص نے کہا یہ عقل بڑھانے کی دوا ہے۔ پڑوسی یہ سن کر حیران ہوا اور اس کا دل بھی کھانے کو چاہا تو اس شخص نے کہا: یہ مفت نہیں ملتی پیسے لگتے ہیں۔
تو پڑوسی نے پانچ روپے دے کر چمچ منہ میں ڈالتے ہی کہا کہ بھائی یہ تو شہد ہے تو اس شخص نے کہا دیکھا چمچ منہ میں جاتے ہی عقل آ گئی۔

پھول کا مقبول عام کالم..... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 54-6367551 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں' تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

اس طرح کی کہانی دوبارہ مت لکھیے

یہ عروبہ تھیں وحدت روڈ سے۔ بھیا میں نے رات دو بجے چھید پڑھنی شروع کی اور سحری تک بیٹھ کر روتی رہی۔ کیوں لکھتے میں ایسی کہانیاں ہم بھلا کیا جواب دیتے اندر تک ہل کر رہ گیے۔ صرف اتنا کہا جاسکا لکھوانے والے کی مرضی ہوتی ہے۔ ہم تو اس کی پارٹی کے بندے ہیں۔ کبھی کبھی تو قلم ہم اٹھاتے ہیں کبھی وہ اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر چلا دیتا ہے۔ پتا بھی نہیں چلتا کیا لکھ بیٹھے۔

O......اسلام آباد سے فرخ احمد نے کہا بھیا اداریہ اس بار بہت آسان تھا۔ اتنا آسان کہ مزہ آ گیا۔ ہم نے کہا بھلے آدمی! اب آپ بڑے ہوتے جا رہے ہیں۔ فرمائش تو یہ آنی چاہیے تھی کہ بھیا آسان کیوں لکھا۔ اللہ جانے قوم کو بنا بنایا فالودہ کھانے کی کیا عادت ہے۔ فرخ کو پھول کو سالگرہ کی رپورٹ اور ریاست کی کہانی پسند آئی۔

O......کراچی سے سیدہ طاہرہ نے کہا بھیا دو سٹڈی وھیل کر لئے ہیں اب کی کروں۔ ہم نے کہا یہ تو ایسا ہی سوال ہے کہ بھیا تیرنا سیکھ لیا ہے۔ اب کیا کروں۔ بھئی کرنا کیا ہے وھیل گھماؤ اپنے سسرال میں ہو اس لئے احتیاط سے گھماؤ اپنی ذہنی وسعت بڑھاؤ پھول ساتھیوں کی نئی دنیا دکھاؤ کتابیں پڑھاؤ' پروگرام کراؤ' کوئی ایک بات ہو تو بتائیں یہ تو کرنے کی چیزیں ہیں سوچتے جاؤ کرتے جاؤ

O......آمنہ احتجاب نے کہا کل رات ہی ملا تھا۔ ٹائٹل بہت مختلف قسم کا تھا۔ بہت پیارا لگا شکر ہے نوشین کو واپسی کی راہ ملی۔ کافی عرصے بعد کہانی لکھی ہے اور عمدہ لکھی ہے۔ میں تو اس کے لفظوں اور سٹائل کو ہمیشہ سے Appriceate کرتی ہوں۔ اس کا نام پڑھ کر ہی اچھا لگا۔ سائنس کارنر چھاپ کر بہت اچھا کیا۔ کمپیوٹر کے سلسلے میں میری بے انتہا خواہش تھی اور آپ نے دل میں چھپی آرزو بوجھ لی۔ ضحی کا پڑھ کر خوشی ہوئی کہ تندرست ہیں ہم نے بتایا کہ ضحی نے کیتھارسس کے نام سے ایک کالم لکھنے کا وعدہ اور ارادہ کیا باندھا ہے۔ اور یہ ویسا ارادہ نہیں ہے کہ باندھتی ہیں توڑتی ہیں آمنہ کو اپنے کالم کے رنگ اور نیا ڈیزائن اتنا اچھا لگا کہ پہلے تو پہچان ہی نہیں پائیں۔ اور ہاں آمنہ اپنی دوست ماریہ کی کہانی کی تعریف کرنا نہیں بھولیں۔ ماریہ پورے ملک میں واحد ہیں جو آمنہ احتجاب سے مل کر آئی ہیں اور بہت خوش آئی ہیں۔ آمنہ گوہر صفحے پر لکھا جملہ بھی بہت اچھا لگا اور پھر بولیں لو! سب سے اہم بات تو بھول ہی گئی۔ عبیدہ سید کا انٹرویو پڑھ کر حیران ہی رہ گئی۔ مجھے تو وہ اتنی پسند ہیں کہ بتا نہیں سکتی۔ مجھے پتا ہوتا کہ انہوں نے آنا ہے تو کسی نہ کسی طور پر آ ہی جاتی۔

O......میں تھانہ شیرا کوٹ سے ایس ایچ او بول رہا ہوں۔ یہ سن کر ایک بار تو ہم پریشان ہی ہو گئے آس پاس دیکھا سبھی روزہ دار تھے اور رمضان آرڈیننس کو پڑھے اور جانے بغیر ہی عمل کر رہے تھے۔ پھر خیال آیا کہیں بیڈ ٹائم میں ہمارے شیرا کوٹ جا کر کھڑے ہونے پر ناراض نہ ہوئے ہوں۔ پھر ہم نے اپنی سوچوں کو پرے رکھا اور پوچھا جی حضور تھانیدار صاحب۔ کیا ہم خدمت کریں بولے میرا نام غیاث الدین ہے اور میرا بیٹا زین پھول کا بڑا پرستار ہے۔ میرے پاس بیٹھا ہے بات کرنا چاہتا ہے ہم نے دل ہی دل میں کہا غیاث صاحب آپ نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔ وہ تو آپ کا لہجہ بڑا نرم اور شائستہ تھا اچھا لگا زین کو ٹارگٹ اور لطیفے زیادہ پسند ہیں ٹارگٹ ابو کی وجہ سے اور لطیفے اپنی وجہ سے۔

O......میں عنبر ہوں۔ علامہ اقبال ٹاؤن ہنزہ بلاک سے۔ جرنلزم میں ماسٹرز کر رہی ہوں۔ سالوں سے پھول پڑھ رہی ہوں۔ اور ہر بار نیا جذبہ' نئی امید' ملتی ہے۔ بھی بندہ ڈس کرج ہوا ہو یا ڈس ہارٹ ہوا ہو تو پھول اسے اپنی ہتھیلیوں پہ رکھ کر دلاسا دیتا ہے۔ آپ کے رسالے کی سب سے اچھی خوبی یہ ہے کہ یہ اپنا آپ دوسروں سے Share کرتا ہے۔ دوسروں سے محبت ہی نہیں ان کی خدمت اور سروس کرتا ہے۔ میں نو سال سے پڑھ رہی ہوں اب بھائی کو پڑھا رہی ہوں۔ جونہی عنبر نے سانس لینے کے لئے دم لیا۔ ہم نے بسم اللہ پڑھی اور جوابی حملے کا آغاز کر دیا۔ لیکن چند جملوں کے بعد ہی ہار مان لی۔ عنبر کا سٹمنا ہم سے زیادہ تھا اور وہ بغیر فل سٹاپ کے بڑی بامعنی گفتگو پہ قادر تھیں۔ ہم نے صرف اتنا ان سے شیئر کیا کہ ایک بہت پیاری اور اچھی لڑکی ہوا کرتی تھی۔ صدف باقر وہ بھی اس بلاک میں تھیں اور یہیں سے ہمیں کریئر کونسلنگ بھجوایا کرتی تھیں پھر اپنے کریئر کے چکر میں اسلام آباد سدھاریں اور ہمارا سلسلہ بے یار و مددگار کر گئیں۔ عنبر ہماری گفتگو سنتے سنتے بولیں مگر آپ نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ میں یہ کام کر سکتی ہوں۔ پہلی بار فون کیا نہ دیکھا نہ ملے پھر کیسے۔ ہم نے کہا یہ راز کی بات ہے اور اللہ جی کی طرف سے ہوتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ عنبر کا لکھا ہوا کالم آ بھی گیا ہے۔ اور انشا اللہ اگلے ماہ سے چھپنا شروع ہو جائے گا۔

O......عائشہ صدیقہ کا فون آیا آپ کیا کر رہے ہیں ہم نے کہا اس وقت تو تھوڑے اداس ہونے کا سوچ رہے ہیں۔ وہ اپنی سعید روح شاذ ایک روز دو بہت ہی رواں قسم کے بال پوائنٹ دے گئی تھیں۔ Uniball Signo ہم نے لکھ لکھ کر دونوں ختم کر دیے ہیں۔ اب کسی اور بال پوائنٹ سے لکھنے کو دل نہیں چاہ رہا اور نئی اس وقت کہیں سے دستیاب نہیں ہو گی۔ کریں تو کریں کیا؟ شاذ کو بتانے اور نئے قلم آنے تک کام تو چلانا ہی ہے۔ پھر ہم نے دوران فون ہی اپنی گرین ڈالرانک نکالی۔ ہولڈر سے قلم لئے۔ صاف کئے اور لکھنے بیٹھ گئے۔ جہاں چاہ وہاں راہ آپ اتنی دیر تک دفتر بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔ ہم نے چونک کر دیکھا تو گھڑی ساڑھے دس بجا رہی تھی۔ کئی بار گھر رابطہ کیا نہیں ہو پایا۔ وہ تو اچانک دفتر کر لیا تو آپ مل گئے۔ ہم نے خوشی خوشی اپنا موبائل نمبر لکھوا دیا۔ 0300_460645 اور کہا کہیں نہ ملوں تو اس نمبر پر شوق فرمائیں۔ ویسے ان دنوں لاہور سے باہر کے ساتھیوں کے عیش ہوں گے۔ موبائل پر فون کرنے کے صرف اڑھائی روپے فی منٹ خرچ آتا ہے۔

O......جتنی دیر ''اک سفر'' اچھا لگا چلتا رہا ہم وہیں حرمین شریفین میں ہی رہے۔ یہ نبیلہ غفار تھیں۔ انہوں نے پہلے ایک خوب صورت کارڈ بھجوایا پھر شکریے کا فون کیا کہ انہیں انعامی فون کا تحفہ بھی مل گیا۔ ہم نے سوچا ایسے لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔ تحفہ نہ ملنے کا دس بار شکوہ کر دیں گے۔ مگر مجال ہے ملنے کی رسید ایک بار بھی دیں۔ نبیلہ ایف ایس سی میں پڑھتی ہیں گلشن راوی رہتی ہیں پہلی بار فون کیا اور بولیں پھول کے بارے میں کیا کہوں۔ اس کے ہر شمارے میں New ness ہوتی ہے۔ ہم نے کہا جی ہاں انگریزی میں اس کو تازگی کہتے ہیں۔ نبیلہ ہماری انگریزی سن کر رکیں پھر سمجھ گئیں اور بولیں کچھ عرصہ قبل جو تنقیدی خط آپ نے چھاپا تھا۔ اس کو پڑھ کر میرا تو پارہ چڑھ گیا تھا بی پی ہائی ہو گیا۔ آپ کو کچھ نہیں ہوا عجیب مٹی سے بنے ہیں۔ اسی کو انعامی کر دیا تھا اب پھر ایک صاحب کے کلمات چھاپ دیئے ہم نے کہا چندا! یہی زندگی ہے یہی سچ ہے نہ سارا میٹھا' نہ سارا کڑوا' تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا تجربے کی ہی ہاٹ ہے دنیا کھٹی چاہے کھٹی لے لے میٹھی چاہے میٹھی لے لے نبیلہ نے اپنی دوست کا نام لکھوانا چاہا حنا' پھر فرحت پھر مونا' پھر عائشہ' ہم نے پوچھا اور بولیں یہ چاروں Best ہیں۔ اچھا جی! کیا خوبی ہے ان چاروں میں بولیں۔ بھیا کیا بتاؤں' ایک تو میرے ساتھ مخلص بہت ہیں۔ مشکل میں بھی اکیلا نہیں ہونے دیتیں۔ ہم نے پوچھا ان کو بھی اپنی دوست کی کوئی بات پسند ہے؟ جواب ملا وہ کہتی ہیں میں ان کے معاملے میں بہت سچی اور حساس ہوں۔ ان کیلئے دل و جان سے حاضر رہتی ہوں۔ نبیلہ نے کہا والدین اور بہن بھائیوں سے بھی دوستی

ہوتو یہ رشتے اور پیارے ہو جاتے ہیں۔ پھر نبیلہ نے صادق آباد والوں کے لئے ایک پیغام دیا۔ فرزانہ صابر، صائمہ اکرم، صدف بتول، سعدیہ یہ کہاں ہیں وہ ملے بغیر بھی یاد کرتی ہیں۔ نبیلہ نے ایک اور مزے کی بات کی کہ پھول میں لکھنے اور کام کرنے والوں کے نام پڑھ کر کبھی نہیں لگا کہ غیر ہیں۔ اپنے ہی گھر کے لوگ لگتے ہیں لیجئے بی نبیلہ آپ بھی اب اسی پھول فیملی کا حصہ ہو گئیں کہ جس کے لوگ اپنے ہی گھر کے افراد لگتے ہیں۔ اور سب سے پیار اور احترام پاتے ہیں۔

O.....شادمان لاہور سے آمنہ انور (ہفتم) نے کہا اور جو مرضی کریں میرا نام ضرور چھاپ دیں۔ ساتھ ہی عثمان انور، عمر انور، عائشہ انور، انور شیخ اور زہرا شیخ کے نام بھی ہوں تو اچھا ہے۔ بھئی یہ کون کون ہیں۔ دو بھائی ایک بہن ہیں ایک ابو اور ایک امی

O.....شازیہ عدیل نے کہا میں نے سلام کرنا ہے اتنے دن کی غیر حاضری کا پوچھا تو بولیں کہ اگر بتانا شروع کر دیا تو سچ سچ بتا دوں گی اس لئے نہیں بتا رہی۔ امدادی فنڈ کا پوچھ رہی تھیں ہم نے کہا جو جو ساتھی سوشل سروس کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ عقیلہ آپی سے پھول دفتر کے پتے پر رابطہ کریں۔ ان کے شہروں میں بھی یونٹ بنائے جا سکتے ہیں اور مل جل کر مرکزی سطح پر بھی کام ہو سکتے ہیں۔

O..... عظمیٰ (ایف اے) نے بھکر سے فون کیا کہ وہ پھول اخبار بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ ان کا خیال ہے بیڈ ٹائم، الحدیث اور سائنسی کالم پھول کی جان ہیں۔ پوچھ رہی تھیں کہ بھکر میں پھول کلب کا کام کیسے کریں۔ ہم نے کہا پہلے ممبر شپ کریں۔ پھر کہانی گھر بنائیں جب 5 کہانی گھر ہو جائیں تو کلب کی اجازت ہو جائے گی۔

O.....ترنڈہ محمد پناہ سے سیف الرحمان فاروقی نے کہا بھیا میں اپنے ہی پی سی او سے بول رہا ہوں۔ انہیں کہانیاں "واہ کیا بات" بہت پسند آئیں۔

O..... گوجرانوالہ سے نائیلہ فیاض نے رمضان المبارک کی مبارک دی۔ پھر ساتھ میں پھول کے مکمل ہونے کی مبارک دی ان کا خیال تھا کہ پھول میں اس قدر سائنس دے کر اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔

O.....سالگرہ والی رات بہت دعائیں ملیں اللہ پاک ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھیں۔ جڑانوالہ سے مہوش عابد، ساہیوال سے صوبیہ عابد، فیصل آباد سے بازغہ، ملتان سے راحیلہ، فیصل آباد سے معصومہ نصیر چیمہ، عینی، لاہور سے عتیق الرحمان، عقیلہ اقبال، شہزاد سلیم، نوشین ناز، ملتان سے مونا منزہ، لاہور سے شازیہ عبدالحق فیملی، فیصل آباد سے سمیعہ عارف، لاہور سے عائشہ صدیقہ، بوچھال سے ڈاکٹر اکرام الحق، لاہور سے منصور فائز، عرفان الحق، عبدالصمد مظفر، احمد پور شرقیہ سے عرفانہ کنول، مہوش منور، حافظ آباد سے عائشہ اور صائمہ، اسی روز اعظم یاد کے پھولوں کے علاوہ بہت خوب صورت کارڈز کی خوشبو اور رنگ ہر طرف تھے۔ تسلیم تعظیم کے کارڈز آمنہ کی دعائیں نوشین کے کارڈز، عثمان خادم کے کارڈز، سید غضنفر علی اور امجد اعجاز کے کارڈز، آفاقی صاحب کا پیغام، ماریہ کا خوب صورت اور سادہ کارڈ، عقیلہ کا سلام، عائشہ کا تحفہ نسرین نادر کا کارڈ، کراچی کے مجیب ظفر، راولاکوٹ سے غزالہ تبسم، ملتان سے آسیہ کنول اور وہ بہت سارے جن کے جواب بجھوا دیے اور وہ بھی جن کے پتے نہ ہونے کے باعث جواب نہ جا سکے۔ آپ سب خوش رہو۔

O..... مانگا منڈی سے شیخ عبداللطیف شاہد جو پھول کلب ضلع لاہور کے نئے صدر ہیں نے بتایا کہ سالنامہ بے حد پسند آیا۔ رپورٹس سب سے دلچسپ لگیں۔ اداریہ پڑھ کر انار قلی جانے اور جوس پینے کا بہت جی چاہا مگر رمضان کی وجہ سے صبر کیا۔ اچھا ہے اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

O......تعظیم کوثر باغبانپورہ کو ٹائٹل بے حد پسند آیا۔ اداریہ (مائی گاڈ) سویٹر والی کہانی (ایکسی لنٹ) نوشین کی کہانی (سپر ڈپر) چھید (واہ کیا کہانی ہے) ان چیزوں کو سالنامہ کو حقیقت میں خاص الخاص نمبر بنا دیا۔ تعظیم نے سب سے اچھی بات یہ کہی کہ میں نے اس رمضان المبارک میں طے کیا ہے کہ بیک بائٹنگ نہیں کیا کرنی۔ بہت گناہ ہوتا ہے۔ دوستوں کے دل ٹوٹتے ہیں۔ جذبات بھی چھلنی ہوتے ہیں۔

O...... آسیہ ناز نے نادر آباد بیدیاں روڈ سے سالنامہ پسند آنے کی خبر دی۔ فہیم "واہ کیا بات" اور شخصیت کیسے بیڑہ غرق کریں۔

O......ترنڈہ محمد پناہ سے شبیر احمد ملک اور شہزاد قاسم سے بھی بات ہوئی۔ شہزاد قاسم پھول کلب بہاول پور کے نئے صدر ہیں ان سے کہا کہ اپنی نئی ٹیم تیار کریں۔ پہلے سہیل پاشی صاحب نے بہاول پور میں اچھا کام کیا تھا اب وہ نہیں اور مصروف ہو گئے ہیں۔ اللہ انہیں خوش رکھے خوب محنتی آدمی تھے۔ امید ہے ضرورت پڑنے پر سہیل پاشی بھی اپنے نئے پھول دوستوں کی مدد کریں گے۔ شاہد فیض سیکنڈ ائر یہ پھول کلب بہاول پور کے جنرل سیکرٹری ہیں ان سے بھی بات ہوئی۔ بہت پر جوش تھے کہ انشا اللہ خوب کام کریں گے۔ انہیں سالنامہ میں آغوش اور کھلاڑیوں کے انٹرویو اچھے لگے۔

O......علامہ اقبال ٹاؤن سے احمد (ہشتم) نے پوچھا شرارتی نمبر کب تک بجھوانا ہے ہم نے کہا لوگوں نے بجھوانا بھی شروع کر دیا ہے۔ آپ ابھی سوچ ہی رہے ہو۔ مارچ میں تو ہم امن اور بچوں کے حوالے سے کہانیوں کا مقابلہ کروانے والے ہیں۔ بابا جلدی کرو۔

O...... بہاول نگر سے انیس (نہم) نے کہا یہ شمارہ کافی موٹا موٹا تھا۔ اس لئے بڑا اچھا لگا۔

O...... رابعہ نے گلشن راوی سے کہا سب کی فرمائش پوری کرتے ہیں۔ ایک بات میری بھی مان لیں۔ جی فرمایئے۔ عامر سلیم کا انٹرویو دے دیں۔ اچھی بات ہے ہم نے کہا عامر سلیم کو بجھوائیں۔

O......مرغزار کالونی سے راؤ احسن کو پھول کا پتا ہی نہیں ملا۔ لیں کر لیں بات، بھلے آدمی دو چار اور بک سٹال دیکھ لیتے کیا کریں دوسرے رسالے تو پورا پورا مہینہ پڑے رہتے ہیں۔ یہ پیارا رسالہ ہفتہ بھر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر تو ہم اللہ پاک کے بہت مشکور ہیں۔

O......کوٹ عبدالمالک سے نبیلہ نے کہا رمضان میں کام بہت ہوتے ہیں۔ آپ کیا کرتی ہیں سارا دن فارغ ہی ہوتی ہوں۔ ہم دونوں جملے سن کر سوچ میں پڑ گئے کہ کون سی بات درست ہے۔ نبیلہ نے کہا رمضان کے حوالے سے جو آرٹیکلز اور کہانیاں آپ نے چھاپی ہیں بہت عمدہ تھیں ہم نے کہا بی بی! کیا پڑھتی رہی ہو ہم نے تو اس موضوع پہ کوئی کہانی اور آرٹیکل چھاپا ہی نہیں۔ پھر شہلا نے فون لے لیا۔ وہ خوش تھیں کہ پھول میں نام چھپا انیلا سے بھی بات ہوئی

O......شام کے بھٹیاں سے محمد صدیق (ہشتم) نے اپنے قصبے کے نام کی وجہ بتائی کہ یہاں ایک بزرگ تھے شاہ محمد بھٹی لوگ ان سے ملنے جاتے تو وہیں سے نام پڑ گیا۔ انہوں نے فرمائش کی کہ سعید انور کا انٹرویو دے دیں ہم نے کہا وہ تو ہم کئی بار دے چکے ہیں۔ اور کوئی فرمائش ہے تو بتائیں۔

O......گورنمنٹ کالج لاہور سے سلمیٰ (ففتھ ائر) نے فون کیا۔ کہنے لگیں پہلی بار فون کیا ہے اور کام سے کیا ہے۔ ایک فرمائش کرنی ہے ہمارے کالج میں ایگزیبیشن ہے کیلی گرافی کی۔ میں کالج لائبریری کی سیکرٹری ہوں۔ اس لئے آپ کو دعوت دینے کی ذمہ داری میری ہے۔ آپ پلیز آ جائیں ہم نے کہا اچھی بات ہے سوچتے ہیں ویسے بھی ہر اچھے کام پہ تو ہم اور ہماری ٹیم ہمیشہ خوشی سے ساتھ دیتے ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ چند روز بعد ہم کری ایٹو ڈیپارٹمنٹ کی سربراہ، پھول ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ کی سربراہ اور پھول کلب کے سیکرٹری اطلاعات عرفان الحق کے ہمراہ جی سی جا پہنچے۔ گیٹ پر لائبریری سوسائٹی کے عہدے دار موجود تھے۔ ان کے ہمراہ جا کر نمائش دیکھی پھر چیف لائبریرین جناب عبدالوحید سے ملاقات ہوئی۔ جو پھیل کر کئی گھنٹوں پر محیط ہو گئی۔ بہت اچھا لگا ان سے مل کر کسی محنتی اور devoted آدمی سے مل کر اچھا تو لگنا ہی چاہئے۔

O......ریلوے پولیس لائن سے صغریٰ نے رمضان المبارک کی مبارک دی ہم نے پوچھا بیٹے کچھ جلدی یاد نہیں آ گیا صغریٰ نے گھبرا کر کہا پھر عید مبارک۔

O......آعزہ ہفتم اور امل کی بہن سے بھی ہلکی پھلکی بات ہوئی عمارہ مصطفی نے بکر منڈی سے پوچھا کہانی بھیجی تھی کیا بنا؟ ہم نے پوچھا اتنی بھی کیا جلدی ہے؟

O......فیصل آباد سے یاور نے رمضان کی مبارک دی سکندر نے خوشاب سے ہیپی برتھ ڈے کہا سکندر، زاہدہ کھوکھر کے بھائی ہیں۔

O......انیلا نے اپنی ٹیچر کے نام ایک پیغام دیا مس شمشاد پلیز غصہ نہ کیا کریں۔

O......ایک بہت مزے کا فون جویریہ انجم کا آیا۔ جویریہ ان دنوں بہت فارم میں ہیں۔ خوب شرارتی ہو گئی ہیں۔ نظمیں، کہانیاں دھڑا دھڑ لکھے جا رہی ہیں۔ اللہ وارث کڑیئے! خوش رہو اور گھر والوں کو بھی اس خوشی میں سے کچھ نہ کچھ دیتے رہو۔

حوصلے

حمید اللہ مغل

وہ باندی پورہ کے نواح میں عمودی ڈھلوان پہ بنا چھوٹا سا ایک گھر تھا نصرت خان برآمدے میں اکیلا بیٹھا اپنے سامنے پھیلے وسیع و عریض پہاڑی سلسلے کو تک رہا تھا یہ خدا کی زمین تھی مگر کائنات کے دولہے کے لئے تنگ کردی گئی تھی۔ اس دھرتی کے نشیب و فراز میں انگنت خونچکاں کہانیاں پنہاں تھیں انہی کہانیوں میں دوسری کہانیوں کی طرح نصرت خان کی بھی کہانی تھی۔ اس کا باپ چھوٹا بھائی اور بیوی اس چناروں کی سرزمین پر قربان ہو چکے تھے۔ اس دن سے ہی اسنے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے ضرار کو فولاد کی صورت میں ڈھالے گا اسے ایسا مضبوط بنائے گا کہ وہ دشمن سے ٹکرائے اور اسے پاش پاش کر دے نصرت کی زندگی کا بس ایک ہی مشن تھا ضرار کی زبردست جنگجوانہ تربیت۔

جس طرح ہر باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اسی طرح اس نے بھی ضرار سے بے تحاشہ محبت کی تھی بچپن میں وہ اس کے رونے پے راتوں کو جاگا تھا اس کے بے چین ہونے پہ بے چین ہوا تھا اس کے ہنسنے پہ ہنسا تھا اس کے پہچاننے پر دیوانہ ہوا تھا نصرت خان نے اس معصوم راج دلارے کی لمحے لمحے کی خوبصورتیوں کو اپنے سینے میں دفن کرکے اسے اللہ کے دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ایسے حوصلے تب جنم لیتے ہیں جب دین سے والہانہ محبت ہو بارہ سال کی انتھک محنت کے بعد نصرت کی محنتیں رنگ لائیں اور ضرار زبردست عسکری تربیت حاصل کرکے دشمن کا منہ توڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔اس کے جسم میں پہاڑوں کی سی سختی لانے میں نصرت خان نے پورے بارہ سال انتظار کیا تھا نصرت کے خواب سچے ہونے کا وقت آ گیا تھا جس دن ضرار مجاہدین کی ٹولی میں شامل ہوا نصرت خان کی زندگی کا وہ سب سے پرمسرت دن تھا نصرت خاں نے اس سے بے تحاشہ محبت کی تھی اس نے اس کو ماں اور باپ بن کر پالا تھا وہ اس کی متاع تھا وہ اس کی زندگی کا حاصل و مقصود تھا بچپن کی محبت معصومانہ باتیں شرارتیں توتلی زبان کی فرمائشیں ضدیں اور ناز نخرے سب اس کی دل کی زمین میں دفن تھا۔ وہ مدفن نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا کرتا تو دل بیٹھ جاتا ہمت جواب دے جاتی اور وہ ضرار کو اس راستے سے واپس بلا لیتا جہاں سے واپسی مشکل تھی مگر اس نے خود اسے راہ حق کا راہی بنایا تھا کہ خدا کے دشمنوں کا منہ توڑ اور سر جھکا سکے۔ اب وہ وقت آ گیا تھا جب وہ دشمن کو خاک چاٹتا دیکھے۔ طاقت ضرار کی تھی مگر پس پردہ جذبے نصرت کے تھے۔

وہ خود بوڑھا ہو چکا تھا مگر جذبوں کی شدت میں آتشی لاوے کی سی تپش تھی۔ کبھی کبھار دل کے کسی نہاں گوشے میں یہ بے نام سی خواہش سر اٹھاتی کہ ضرار کو واپس بلا لو تمہارا اکلوتا بیٹا ہے جدوجہد آزادی اسکے بغیر بھی تو جاری رہے گی مگر وہ ہر دفعہ اس موہوم خواہش کا سر کچل دیتا۔

وہ بہار کی ایک چمکتی صبح تھی جب نصرت خاں کو سری نگر اپنی پھوپھی کے چہلم پر جانا پڑا سارے راستے نصرت خان سربکف چوٹیاں سرسبز میدان گنگناتے چشمے کھیتوں میں کام کرتے لوگ پل کے نیچے دور بہت دور دریائی گول گول پتھروں سے کھیلتے بچے گدھوں پر لکڑیاں لاد کر چڑھائی

چڑھتے بوڑھے کھیتوں میں لہراتے رنگین آنچل پھل منڈی میں لوڈ ہوئی ہوئی پھلوں کی ٹوکریاں اور سبز پوش پہاڑوں کے دامن میں سوئی ہوئی بادل کی ٹکڑیاں دیکھتا رہا پھر ان سارے خوبصورت مناظر کے بعد ایک اور منظر اس کی آنکھوں میں اترا وہ سنگین تھا اے ظلم و جبر کا لباس پہنے کچھ انسان تھے خدا کے پیدا کردہ انسان جو حیوانوں کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ اس کی بصارت کرچی کرچی ہو گئی اسے یوں لگا جیسے ان سارے خوبصورت مناظر کے پس پردہ بہت گھٹن ہے۔ ان چمکتے چہروں کی مسکراہٹ بڑی کھوکھلی ہے اس خوبصورت دھڑکتی سانس لیتی زندگی کے سینے میں بڑا کرب چھپا ہے۔ اس کا دل آنسوؤں کے تالاب میں ڈوب گیا غیر ارادی طور پر دھیان اپنے بیٹے ضرار کی طرف چلا گیا ضرار ...... جو اسے دنیا کی ہر چیز سے پیارا تھا۔

جو اس کی امیدوں کا محور تھا جسے اس نے اس فضا کی گھٹن ختم کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ معرکے پر معرکے سر کر رہا ہو گا۔ وہ ظلم کے آگے سیسہ پلائی دیوار بنا کھڑا ہو گا پھر نصرت خان چشم تصور میں ضرار کو ظالم افواج کے خلاف نبرد آزما دیکھنے لگا اس کے کپڑے خون رنگ ہو رہے تھے اور وہ دشمن فوج کے ٹکڑے کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے مضبوط بازو اس کا آہنی جسم ہر رکاوٹ کو عبور کرتا چلا جا رہا ہے۔

نصرت خان کو ایک مہینہ سری نگر میں رہنا تھا مگر کچھ ایسی معروفیت اور ملنا جلنا رہا کہ اسے وہاں دو ماہ لگ گئے وہ دو ماہ ہر لمحے ضرار کو یاد کرتا رہا۔

وہ ایک کہر آلود صبح تھی جب وہ سری نگر بازار سے بانڈی پورہ کے لئے بس پر سوار ہو رہا تھا دھند کے پیچھے کھلی ادھ کھلی دکانیں جھانکتی بھلی معلوم ہو رہی تھیں ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی مگر وہ بارش ہرگز نہیں تھی وہ دو ماہ تک بہت اداس رہا تھا۔ وہ سارے راستے ضرار کے بارے میں سوچتا رہا۔

اس نے کئی مہمات سر کی ہوں گی وہ مجھے یاد بھی کرتا ہو گا۔ پھر یکدم جیسے کسی نے کلیجہ بھینچ لیا۔ ایک خیال تو یہ بھی تھا وہ راہ حق میں شہید ہو گیا ہو۔ درد اور شکرگزاری کی ملی جلی کیفیت کی بلند لہر بیچ سینے سے اٹھی تھی اور آنکھیں نمناک کر گئی تھی بس اڈے پر اترا تو ہر چیز اداس اداس لگی گھر میں قدم بھی دھڑکتے دل کے ساتھ رکھا ضرار گھر پر موجود نہیں تھا اسے یوں محسوس ہوا ننھا ضرار بھاگتا ہوا آیا ہے اور سینے سے لگ کر اپنی توتلی زبان میں کوئی فرمائش کر رہا ہے اس کا دل جیسے کوئی مسلنے لگا اس کا دل چاہا وہ اڑ کر ضرار کے پاس پہنچ جائے اور اسے سینے سے لگا کر دل کے سارے غم دور کر لے۔ شام گھروں میں اترتی ہے اور دلوں میں بھی وہ بھی ایک ایسی شام تھی نصرت خان کا بھتیجا کمانڈر ابو منصور رات کے اندھیرے میں اس کے پاس پہنچا تھا اس کا چہرہ ستا اور آنکھوں میں ویرانی چھائی ہوئی تھی ابو منصور کے تیور دیکھ کر نصرت خان کے سینے میں ایک وسیع خلا نمودار ہوا۔

"چچا جان! غضب ہو گیا آپ کہاں تھے اتنے دن سے" "کیا بات ہے بیٹا! ......ضرار...... تو ٹھیک ہے نا......" "چچا جان! میں اسی کے بارے میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا۔ دراصل...... دراصل منصور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ "بیٹا کھل کر کہو میں ہر خبر سننے کے لئے تیار ہوں نصرت مضبوط لہجے میں سینہ پھلاتے ہوئے بولا آنکھوں کے سوتے خبر سننے سے پہلے ہی تر ہو چکے تھے۔ ننھے ضرار کی توتلی آوازیں اس کے گرد چکر رہی تھی مگر وہ مسکرا رہا تھا۔ "انکل! یہ بات کسی کو ابھی معلوم نہیں ہوئی صرف میں آپ کو بتا رہا ہوں ضرار دشمن عناصر کے ہتھے چڑھ کر ان کا ٹاؤٹ بن چکا ہے۔ وہ ان کے لیئے مخبری کرتا ہے میں نے شروع شروع میں اسے بے حد سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کا کہنا تھا کہ میں بہت بڑا آدمی بننا چاہتا ہوں میں اپنے گھر میں بہت سا پیسہ لانا چاہتا ہوں۔ خدشہ ہے کہ اس کی مخبری کے نتیجے میں کئی مجاہدین شہادت نوش کر چکے ہیں منصور خبر سنا کر جا چکا تھا رات کیسی بھی ہو آخر کٹ جاتی ہے۔ نصرت کی بھی کٹ گئی۔

پو پھوٹ چکی تھی جب ضرار گھر میں داخل ہوا تھا اس نے قیمتی کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔

باپ نے مختصر سا سوال کیا تھا پھر بیٹے نے بڑے میٹھے انداز میں اپنے کام کے حق میں دلائل دیئے تھے اس کا کہنا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے غلط نہیں کر رہا جہاں سے ڈھیروں دولت آئے وہ راستہ غلط نہیں ہوتا۔ اولاد ماں باپ کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے وہ بھی نصرت کی اولاد تھا کمزوری بنے کھڑا تھا وہ بول رہا تھا اور نصرت خان کھڑا خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

مشرقی پہاڑ کی اوٹ سے سورج نکل آیا تھا اسکے ساتھ ایک گلابی بادل کی ٹکڑی اٹھکیلیاں کر رہی تھی سورج کی کرنیں کھیتوں کھلیانوں بازاروں میں پھیلتی جا رہی تھیں۔

یورپی اور دنیا کی بڑی بڑی اقوام زبانی دعوؤں جھوٹے وعدوں اور دل میں تعصبی غبار کو چھپا کر کھوکھلے نعرے لگواتیں ہیں کشمیر کو آزادی ملنی چاہئے ظلم بند ہونا چاہئے کشمیر کو آزاد ہونا چاہئے۔ مگر وہ کیا جانیں جس قوم کے حوصلے چٹانوں سے زیادہ مضبوط اور فلک بوس پہاڑوں سے زیادہ بلند ہوں اس قوم کو نہ دبایا جا سکتا ہے نہ جھکایا ......

بانڈی پورہ کے نواح کی ایک ڈھلوان سے فائر کی آواز گونجی تھی اور معدوم ہوتی چلی گئی تھی۔ نصرت خاں نے اپنے راج دلارے کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا تھا وہ جو سب سے پیارا تھا خاک و خون میں لت پت پڑا تھا۔ دنیا میں ایسی مثال کہاں ملتی ہے۔ ایسے حوصلے کہاں جنم لیتے ہیں ایسے حوصلے نہ ملتے ہیں نہ کہیں سے خریدے جا سکتے ہیں نہ ہی جھوٹے اور کھوکھلے دعوؤں اور وعدوں سے وجود میں آتے ہیں۔ ایسے حوصلے تو اس سپر پاور کی دین ہوتے ہیں جو کسی ...... کسی کا بھی محتاج نہیں......

اور جس کا وہ ہو جاتا ہے دنیا کی کوئی سپر پاور اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

جلا ہوا چہرا

نئی نویلی دلہن نے جلا ہوا گوشت شوہر کے سامنے رکھا تو اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا "بیگم گوشت کا ذائقہ کچھ عجیب سا ہے"۔

"کیوں کیسا ذائقہ؟" بیگم نے شوہر سے پوچھا

"جیسے جلا ہوا چہرہ ہو" شوہر نے جواب دیا۔

"لاحول ولاقوۃ، آپ نے بھی کیسی کیسی چیزیں چکھ رکھی ہیں"

جوتے کی نوک

ایک صاحب نے اپنی صحت کا راز بتاتے ہوئے کہا "میں بلاناغہ روز صبح سات بجے اٹھتا ہوں اور ورزش کے طور پر جھک کر اپنے جوتوں کی نوک کو پچاس بار چھوتا ہوں اور پھر......"

"پھر کیا؟" ایک دوست نے پوچھا

"پھر میں بستر سے اتر کر جوتے پہن لیتا ہوں"

انعامی خط: 1

آج ہمارے اور پھول کے محبت، خلوص، مان اور چاہت کے سالوں میں ایک اور سال کا اضافہ ہو رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ بھی گزشتہ 7،8 سالوں جیسا ہی رنگین و حسین بلکہ ان سے زیادہ دلکش ہو گا۔ اکثر میں محبت کے بارے میں سوچتی ہوں۔ دل محبت، آنکھوں کی محبت، خلوص اور مان کی محبت، چاہت اور پیار کی محبت، دلکش و مترنم الفاظ کی محبت غرض یہ کہ میں نے محبت کو ہر زاویے ہر رنگت اور ہر عکس سے دیکھنے اور ٹٹولنے کی کوشش کی اور پھر میں نے دیکھا کہ آیا ہماری اور پھول کی باہم محبت کس محبت کے پیمانے پر پوری اترتی ہے لیکن اس سلسلے میں میری نظر جس پیمانے پر بھی پڑی اس کو میں نے سر سے پاؤں تک پھول

جو دوسروں کو دیتے ہیں
میرا ایمان ہے کہ دینے والا
رازق بھر بھر کر ان کو نوازتا ہے

کی منفرد باتوں کی خوبصورتیوں میں بھیگے ہوئے پایا اور میرے دل سے یہی دعا نکلی کہ خدارا زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ آئے جس میں ہمارے خلوص، چاہت، محبت اور مان جیسے انمول جذبات میں کوئی کمی آئے۔ ٹائٹل پر معصوم بچی کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک ہی جملہ گونجنے لگا "بچپن کے دن کتنے اچھے ہوتے ہیں" کرنیں سے شروعات کی بہت ہی خوبصورت طریقے سے روزے کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ اداریہ نے ایک نئی دنیا دکھا دی۔ اگر آجکل کے لوگ بھی دلنے والے کی ماں کی طرح کا دل رکھتے تب تو ایسا ہوتا کہ کسی کو تھوڑ نہ ہوتی کیونکہ جو دوسروں کو دیتے ہیں میرا ایمان ہے کہ دینے والا رازق بھر بھر کر ان کو نوازتا ہے حمید اللہ مغل نے اپنی کہانی میں نہایت باکردار اور دل کے اچھے اور سچے بچے کی کہانی بیان کی ہے۔ ایسے لوگ واقعی بہت کم ہوتے ہیں جو خلوص و محبت اور عزت و مرتبے والے رشتوں کا دل سے احترام کرتے ہیں اس سلسلے میں انہیں تکلیف دکھ اور اذیت کو سہنے بھی پڑے تو سہتے ہیں لیکن اچھے عمل سے ذرا بھی نہیں بچتے۔ ٹیلی فونک کالم بھی ہر دفعہ کی طرح اس بار زیادہ زبردست تھا پڑھ کر بہت مزا آیا اور مزے مزے کی باتیں پڑھ کر سیروں خون میں بھی اضافہ ہوا۔ محمد عادل منہاج بھی ایک منفرد سٹائل میں ٹارگٹ کی شکل میں کہانی لکھ رہے ہیں جو کہ ابھی جاری ہے اس کی اگلی کڑی کا انتظار رہے گا بار حیات کی کہانی باعث تحریر آنکھ بھی بہت خوب کہانی تھی۔ انٹرویوز میں عبیدہ سید اور ہومیو فزیشن ڈاکٹر حامد الیاس کے انٹرویوز پڑھے ان کی سچی اور کھری باتوں کو پڑھ کر دل ان کی باتوں کی روشنی سے معمور ہو گیا۔ عجیب ظفر انوار حیدی کی کہانی فرصت پڑھی بہت زبردست تھی۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں ایسے بے حس اور گناہ گار لوگ موجود ہیں جو اللہ پاک کی شان میں ایسے کفر کے کلمات بولنے سے نہیں چوکتے لیکن یہ کہانی ایسے کم فہم اور نابینا لوگوں کیلئے اچھا سبق ثابت ہو گی۔ علی اکمل تصور کی کہانی بھی اپنی طرز کی ایک خوبصورت تحریر تھی معاشرے میں پیسوں کے چکر نے پرخلوص رشتوں کو بھی اپنے زہر سے کھوکھلا کر دیا ہے اپنے مفادات نے رشتوں کی اہمیت کھو دی ہے پیسوں کے چکر نے سب کو اپنے حواس کھونے پر مجبور کر دیا ہے اور لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کر دیا ہے ماشاء اللہ خوب ذہن و دل کھول دینے والی کہانی تھی۔ بیڈ ٹائم سٹوری پڑھی تو دل بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ یہاں پر بھی پیسوں کے سبز باغ نے رشتوں کے تقدس کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ وہ عظیم ہستیاں کہ ایک دور میں جن کے پاؤں دھو دھو کر پینے پر بھی ان کا حق ادا نہ کرنے پر آنسو بہائے جاتے تھے آج ان کو بھی فقط پیسوں کی وجہ سے دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ ایڈیٹر بھیا ماں باپ سے غلط برتاؤ اور دھوکہ کرنے پر اللہ پاک نے شیخو کو تو خوب سزا دی لیکن وہ ماں باپ ہی کیا جن کا انگ انگ محبت سے تعبیر نہ ہو جبھی تو موت کے بعد رشتے مٹی کیوں نہیں ہو جاتے یہ محبت ہی تو ہے جو مرنے کے بعد رشتے ٹوٹنے نہیں دیتی بلکہ مضبوطی میں اضافہ کرتی ہے حالانکہ واقعی اس طرح کے حالات میں دل میں بنے چھید تکلیف و اذیت میں دوگنا اضافہ کرتے ہیں۔ میری طرف سے ایک معیاری خوبصورت اور جامع رسالے کی تیاری پر آپ کو اور آپ کے ساتھ ہی پھول کے تمام ارکان کو بہت زیادہ مبارکباد۔ سائرہ نذیر جڑانوالہ

انعامی خط 2

بہت دنوں بعد کچھ لکھنے بیٹھا تو ایک لمحے کو ذہن بالکل ماؤف ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا کہ کیا لکھوں؟ ماضی کی پرانی تمام یادیں آنکھوں کے سامنے گھوم گئیں۔ آج بہت عرصے کے بعد "پھول" شمارہ دیکھا تو دل بھر آیا فوراً لپک کر اٹھایا، چوما اور سینے سے لگایا کہ یہی وہ مشعل تھی جس کی روشنی میرے کام آئی اور آج میرے سینے پر سجے میڈل اور کاندھوں پر جگمگاتے کراؤن کی آب و تاب میں اس شمع کی روشنی کا بھی حصہ ہے کہ جس کا نام "پھول" ہے۔ یہ جون 1991ء کی بات ہے کہ جب میرا "پھول" سے تعارف ہوا غالباً اس وقت آٹھ روپے قیمت ہوا کرتی تھی جو میری پاکٹ منی پر زیادہ بوجھ نہ تھی میں ان دنوں آٹھویں جماعت میں تھا اور رسالے پڑھنے کا بے انتہا شوقین۔ ابو سے میں نے خوب مار کھائی صرف اس وجہ سے کہ میں خوامخواہ بیکار میں اپنا وقت اور پیسہ فضول رسالوں میں برباد کر رہا ہوں مگر میں ڈھیٹ کا ڈھیٹ اپنی ضد پر اڑا رہا......!

اس وقت میرے سر ایک ہی دھن ہی سوار رہتی تھی کہ کسی طرح پھول میں نام چھپے۔ جب نام چھپا تو خوشی کی انتہا نہ رہی پھر خط چھپنے کی تمنا پیدا ہوئی وہ بھی ہو گیا۔ غالباً 1995ء کی بات ہے کہ جب میں نے ایڈیٹر بھیا کو پہلی بار براہ راست فون کیا، ان کی خوشگوار میٹھی میٹھی باتیں سنیں، ان سے اپنا تعارف کروایا، کچھ اپنا حال دل بیان کیا، کچھ ان کی کہانی ان کی زبانی سنی اور آخر میں حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلے رہ گیا۔

میں امتحانوں میں ایسا ڈوبا کہ پھر
کسی اور چیز کا ہوش ہی نہ رہا

جب انہوں نے میرا ٹیلیفون انعامی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ یہ میرے لئے بے حد خوشی کا لمحہ تھا ان کا دیا ہوا تحفہ "کشمیر کی بیٹیاں" اور "انتخاب احادیث" ان کی محبت کی نشانی کے طور پر آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ آج سے ڈھائی تین سال پہلے میرا اور پھول کا ناطہ کمزور ہونا شروع ہوا جب میرے ایف ایس سی کے پیپرز شروع ہوئے، میں امتحانوں میں ایسا ڈوبا کہ پھر کسی اور چیز کا ہوش ہی نہ رہا۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی کی سنگ بار و جاں خیز ٹریننگ نے ایک شرمیلے، معصوم اور سادہ لوح لڑکے کو ایک جواں سال، باہمت اور پرعزم آفیسر میں تبدیل کر دیا۔ وہ افسر جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مادر وطن کا تحفظ کرنا جانتا ہو، جس کیلئے شہادت کی موت زندگی کی تمنا ہو اور عزت کی زندگی سب سے بڑی آرزو اور یہی آرزو دل میں رکھے وہ آج ملک و قوم کے دفاع کیلئے ہر وقت تیار ہے۔

مگر آج بھی اس کا ناطہ "پھول" سے نہیں ٹوٹا وہ اب بھی پھول سے اسی خلوص اور نیک نیتی سے محبت کرتا ہے جتنا کہ آج سے آٹھ برس پہلے کرتا تھا اس کے دل میں آج بھی وہ چھپا ہوا معصوم سا لڑکا موجود ہے جو پھول میں اپنا نام دیکھنے کو اپنا خط چھپوانے کو اور انعام لینے کو بیتاب ہوتا تھا، اس کی چاہت، اس کا پیار اور اس کی تمنائیں آج بھی "پھول" کیلئے اور اس کے سٹاف کیلئے اسی طرح ہیں جس طرح آج سے آٹھ برس پہلے تھیں اور کیوں نہ ہوں؟؟ کیونکہ یہی تو وہ پھول ہے جس کی خوشبو نے مجھے اتنا اعتماد دیا کہ میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکوں، اپنے آپ کو منوا سکوں اور اپنی خوبیوں کا اعتراف کروا سکوں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ آج میری کامیابیوں میں ایک بڑا حصہ "پھول" کا بھی ہے۔ ایڈیٹر بھیا کے ان نصیحت آموز اداریوں کا بھی ہے، اعظم یاد کے طنزیہ مضامین اور بیشمار لکھنے والوں کے انداز اظہار کا بھی ہے کہ جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور اب تک سیکھ رہا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم کہ آج کل پھول کی محفل میں کیا "ایشو" چل رہا ہے۔ کیا اب بھی لڑکے لڑکی کی بحث جاری ہے یا ردی کی ٹوکری کو گالیاں پڑنا بند ہو گئی ہیں۔ بہرحال میں آج بھی خلوص نیت سے پھول اور اس کے سٹاف کی کامیابیوں کیلئے دعاگو ہوں۔

(خرم سلیم - ایبٹ آباد)

انعامی خط 3

مجھے کچھ دنوں سے خیال آ رہا ہے کہ کیوں نہ "پھول 2000ء" کے 12 شماروں کا ایک جائزہ لیا جائے۔ اس سال پھول میں 2 خاص نمبر نکلے (i) کشمیر نمبر (ii) سالنامہ 2000ء بلکہ باقی 10 شمارے بھی خاص تھے پھول کی جو بات ہے وہ اعلیٰ معیار کے ساتھ ہے۔

☆ کہانیاں: اس سال 12 شماروں میں 123 کہانیاں شائع ہوئیں۔ علاوہ ازیں تین قسط وار ناول "وعدہ" "شان شہید شمی" اور ٹارگٹ اور گذ ٹائم اور ہر ماہ بیڈ ٹائم سٹوری شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ حمید اللہ مغل کی قسط وار ناول "وعدہ" کا پرزور اختتام مئی 2000ء میں ہو گیا۔ اس کے علاوہ ستمبر 2000ء میں "عادل منہاج" کا نیا سلسلہ وار ناول "ٹارگٹ" شروع ہوا جو جاری ہے اور بے حد سنسنی خیزی کے ساتھ رسالے میں اپنا ایک خاص مقام بنا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سائنسی معلوماتی مضمون "پہلی بات" بھی اس سال کے آخری شمارے سے شروع ہوا۔

☆ پھول بڑا مقبول: سن 2000ء میں ٹوٹل 1367 خطوط شائع ہوئے جبکہ ہمیشہ کی طرح 36 خطوط انعامی ہوئے۔ انعامی سلسلے: پھول ڈان بریڈ کوئز میں 84 بچوں نے مختلف قیمتی انعام جیتے۔ یہ سلسلہ فروری میں The End ہو گیا اور 2000 روپے ہر ماہ اچھی کہانی لکھنے والوں کیلئے اور 1000 روپے آرٹیکل انٹرویوز اور اچھی تحریریں لکھنے پر "پھول" کی جانب سے دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ رسالے سے قطرے ڈھونڈنے والے سلسلے "صفحہ بتایئے انعام پایئے" میں 58 انعامات مختلف بچوں کو دیئے گئے۔ "حدیث کوئز" میں ہر ماہ درست جواب دینے پر بذریعہ قرعہ اندازی سے ایک بچے کا انعام نکالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ "کوئز کی دنیا" میں 55 بچوں نے انعامات حاصل کئے۔ اس کے علاوہ اس سال مئی 2000ء سے ایک خاص سلسلہ شروع ہوا۔ جس میں ہر ماہ ایک اس بچے کو گفٹ دیا جاتا ہے جو کبھی "پھول" کی محفل سے گفٹ حاصل نہیں کر سکا۔ مگر اس کیلئے کوئی خاص توجہ نہیں۔ وہ لوگ بھی اس میں حصہ لے لیتے ہیں جن کا کافی مرتبہ انعام نکل چکا ہے لہٰذا اس طرف بھیا کو توجہ دینی چاہئے۔ اشتہارات

وہ لوگ بھی اس میں حصہ لے لیتے ہیں
جن کا کافی مرتبہ انعام نکل چکا ہے
لہٰذا اس طرف بھیا کو توجہ دینی چاہئے

میں شکریہ، پاپانا، ڈان بریڈ، من سلک، دم تیت فلورائیڈ ٹوتھ پیسٹ، ڈالڈا، سروس شوز، نیشنل فوڈز، سمی ٹوتھ برش، فیئر اینڈ لولی کریم، کلاؤ مکی بنانے والے سیف گارڈ، ہیلتھی، لائف بوائے، فریج اسپریڈز، شیزان فوڈز، ٹیوٹی واچ، پی سل سوفٹ، پاور فل سنگ، ٹائمز نرسری اینڈ جونیئر سکول، پرائیڈ پبلک سکول، والز آئسکریم، ماڈرن شینڈ پبلک سکول، ہمدرد میڈیسن، لارل بنک پبلک سکول اہم رہے۔

☆ مستقل سلسلے: مستقل سلسلوں میں کرنیں، اداریہ، سپورٹس ٹاک، ہیپی برتھ ڈے، لیس اس ی گری، پھول زاویہ، سپورٹس گلاس، پھول بڑا مقبول، پھول اخبار، ٹیلیفونک کالم، واہ کیا بات ہے، الحدیث، پہلی بات انعامی، سائنس کارنر، میری نظر میں، شعر نیا، ہنس تو نہیں، نوپرابلم، مسکرایئے، بیسویں صدی کے معجزے، ایڈیٹری ایک دن کی، کہانی گھر اور پھول فورم شامل ہیں۔ خصوصی فیچرز: اس سال کل 60 فیچرز چھپے جن میں احساسات بھی ہیں اور انٹرویوز بھی۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے ایڈیٹر بھیا نے اس سال خشک سالی کے علاقوں میں رہنے والوں کی ہمت بڑھائی۔ ان کی بہت زیادہ امداد بھی فرمائی۔ اس کے علاوہ کشمیریوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کی جواں اور بہادرانہ سوچوں کو اپنے حسین و جمیل الفاظ سے تکمیل تک پہنچنے کیلئے ہمت بڑھائی اور کشمیریوں نے بھی داد دی کہ واہ پھول تمہاری کیا بات ہے اور یہ کہ سب سے پہلے ہجرت کے بعد کشمیریوں کے پاس پھول والے کوئٹی جا پہنچے۔ پانچویں مرتبہ یونیسیف ایوارڈ "پھول" ہی نے حاصل کیا۔ بہت ہی زیادہ مبارک۔ مقابلوں کے ایک محترم جج نے بتایا کہ 9 میں سے 7 انعام پھول نے حاصل کئے اور بہتر رسالہ اور بہترین ایڈیٹر کے ایوارڈ کا حقدار قرار پایا۔

ثاقب محمود اعوان- اٹک شہر

☆...... ٹارگٹ بھی اچھی جا رہی ہے۔ آگے جا کر مزید دلچسپ ہو جائیگی۔ ایک کہانی جس کا خاص طور پر ذکر کروں گی اور وہ ہے تشخص اس میں بہت اہم بات بتائی گئی ہے ہمارے ملک کے اکثر نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے بعد بیرون ملک چلے جاتے ہیں اور اپنا ٹیلنٹ دوسروں کو دیتے ہیں وہ ملک کی خرابیوں پر تنقید تو کرتے ہیں لیکن انہیں ٹھیک کرنے کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ (کلثوم۔ خضدار)

☆...... فرصت بھی واقعی لاجواب تھی۔ خبطی اک نئے پیغام کے ساتھ اچھی تھی۔ استاد جگنوں کی داستان سناتی گئی۔ دیکھو دسمبر اب مت آنا تحریک پاکستان اور سقوط پاکستان کا المیہ سنا رہی تھی۔ اگر ہم کبھی اب بچپن میں جائیں تو اسی کو حیرانی ہوتی ہے۔ مگر پھول کا نگری پڑھ کر تو دل کرہی پڑتا چاہے وہ ہم جیسے بچپن سے بھاگنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ (نازیہ فاطمہ۔ وہاڑی)

☆...... ٹائٹل کا انداز بدلا ہوا اچھا لگا مگر سال نامہ اچھا نہیں لگا اس کے ساتھ گفٹ بھی نہیں تھا سب سے پہلے تو سارے شمارے کو بغور سے دیکھا بعد میں ساری رپورٹس پڑھی مزا آیا۔ (کوثر چھانگا مانگا)

☆...... میں چھٹی جماعت میں پڑھتا ہوں اور دو سال سے پھول رسالہ پڑھ رہا ہوں۔ میری عمر 12 سال ہے یہ میرا پھول میں دوسرا خط ہے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے پہلے خط میں ممبر شپ حاصل کرنے کا پوچھا تھا تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اب ایک بار پھر آپ سے پوچھ رہا ہوں کے ممبر شپ حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ (محمد حمزہ لاہور) (آپ کو ممبر شپ فارم بھجوا دیا گیا ہے)

☆...... کرنیں اس بار بہت زبردست تھیں خاص طور پر "میں تیرا فقیر ملنگ تیرا" تو بہت اچھی تھی۔ یہ اسکے اچھے ہونے ہی کی وجہ تھی جو میں نے اسے تقریباً 20 دفعہ پڑھا۔ وقفہ وقفہ سے۔ اس کے بعد اداریہ پڑھا جو کہ بہت ہی ونڈر فل تھا۔ اداریہ پڑھ کر احساس ہوا کہ دنیا میں ابھی بھی کچھ دکاندار ایسے موجود ہیں جو ملاوٹ نہیں کرتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو خلوص اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو خود بخود دل سے دعائیں نکلتی ہیں اور اگر بھلانا چاہیں تو بھلا نہیں سکتے۔ (ربیعہ ظفر۔ گوجرانوالہ)

☆...... پھول کے سالانہ سلسلے پھول سجانے والے میں اس بار 41 پھول ساتھی شو مارتے نظر آئے۔ پھول بڑا مقبول کی ریس اس بار حافظہ سدرہ علی، شبنم بخش اور نجمہ نے جیت لی۔ سال کا آخری سرپرائز وزٹ بازغہ قندیل کے یہاں ہوا۔ (عدنان حسن عابدی۔ کراچی)

☆...... بابر حیات کی تحریر "باعث تحریر آنکہ" دل کو چھو گئی۔ ایسی محبت بھلا کب کسی انسان نے کی ہو گی۔ محبت کی معراج پانے والے خدا کے بہت محبوب ہوتے ہیں اور خدا کبھی دو محبت کرنے والوں کو جدا نہیں رکھتا۔ عبیدہ سید کی باتیں پڑھ کر ایسا لگا جیسے کسی پھول ساتھی کی باتیں پڑھ رہی ہوں۔ (صدف بشیر۔ لاہور)

☆ مسجد دے مینار دے نیڑے دتی چن دکھائی
آئی عید مبارک بچی گھڑی نصیباں والی
ورہے دناں دا دن مبارک خوشیاں لیکے آیا
کھانا دانا لیوا لتا سب لوکاں منگوایا
بجرے موہیں حماموں نہاتا نالے شیو کرائی
سیٹ مکرا کے والاں اتے ہیئر کریم لوائی
(ثوبیہ بخاری۔ جہانیاں منڈی)

☆...... میری خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی جانتے ہیں کیوں۔ وہ اس لئے کہ میری بیٹی کے نام انعام نکلا ہے جبکہ میں اور میری بیٹی کی کوئز بھیج کر بالکل بھول چکے تھے۔ پھول ہمیں بے حد پسند ہے اور اسے متعارف کرانے کا سہرا میرے بھائی جان ڈاکٹر مدثر کے سر ہے۔ (پھول کی مستقل قاری عابدہ رسول)

☆...... کہانیوں میں سے مین الفاطمہ کی استاذ اور سکوں سے بھری بچوں پسند آئیں۔ سویٹر جو میرا تھا بہت ہی اچھی ہے بیڈ ٹائم سٹوری تو ہر دفعہ ہی لاجواب بے مثال اور پرلطف ہوتی ہے۔ کرنیں بہترین ہے۔ (صبیحہ مشعل۔ خانیوال)

☆...... ٹائٹل تو خوب تھا لیکن بچی کی تصویر کو ذرا بڑا کر کے ایک پورے صفحے پر یعنی ایک ہی تصویر بناتے اکیلی تصویر ہوتی تو ٹائٹل زیادہ اچھا لگتا۔ اس طرح نیلی پیلی تصویریں کچھ اچھی نہیں لگیں۔ (شبیر احمد شہزاد۔ ترنڈہ محمد پناہ)

☆...... ہم اکثر اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنا وہ محبت ہمیں اچھا بنا دیتی ہے جو ہمارے دل میں اپنے پیاروں کیلئے ہوتی ہے اور کبھی وہ محبت بھی ہمیں اچھا بنا دیتی ہے جو ہمارے پیاروں کے دل میں ہمارے لئے ہوتی ہے۔ اگر سچ مچ ایسا نہ ہوا ہوتا تو شاید یہ طلب بھی نہ جاگتی۔ کبھی مشکل راستے بھی تو پسند آجاتے ہیں اور روشنی دکھا جاتے ہیں۔ (مہناز کرن شورکوٹ کینٹ)

☆...... پھول بڑی مشکلوں سے ملتا ہے ویسے تو رشوت لینا دینا بہت گناہ ہے لیکن میں بھی کیا کروں ہر مہینے جب تک اسے نہ پڑھوں تو مہینہ نہیں گزرتا۔ کزن کی منت سماجت کرنی پڑتی ہے بلکہ منت کے ساتھ اور بھی کچھ کرنا پڑتا یعنی اپنی پیروی کرواتا ہے مجھے اس کے کپڑے استری کرنے پڑتے ہیں پھر جوتے پالش کرنے پڑتے ہیں۔ پھر جا کے رسالہ ملتا ہے۔ (عمارہ مصطفیٰ۔ لاہور) (سالانہ خریدار بن جائیں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی)

☆...... یہ خط بھی پچھلے خط کی طرح ردی کی ٹوکری کی نظر نہ ہو جائے پچھلے خط میں ہم نے تعریف سے زیادہ تنقید کی تھی کہ بہترین دوست وہ ہے جو اچھائیوں سے زیادہ اپنے دوست کی خامیاں بتائے، لیکن لگتا ہے کہ آپ ہمارے تنقیدی خطوط کو گول گپوں کی طرح بڑی بےدردی سے اڑا جاتے ہیں۔ (تنزیلہ۔ لاہور)

☆...... جس چیز نے مجھے اتنے عرصے کے بعد خط لکھنے پر مجبور کیا وہ "ٹیلی فونک" کالم میں آپکی عروبہ سے ہونے والی بات تھی۔ یقیناً بھائی آپ کو دکھ ہوا ہوگا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ میرے خیال میں کسی پھول ساتھی سے ایسی بداخلاقی، بداعتمادی کی امید نہیں کی جا سکتی کیونکہ پھول سے تعلق رکھنے والے ہر ساتھی کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہونا چاہئے کہ یہاں کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوتی بلکہ ہم جس قابل نہیں ہوتے یہ ہمیں اس سے زیادہ عزت اور مان دیتا ہے۔ (ساجدہ۔ مظفر گڑھ)

☆...... واٹر کے وزٹ کی رپورٹ پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا اگر ہم ہوتے تو واٹر والوں کا ریکارڈ ضرور توڑ دیتے پھول فورم میں حامد الیاس کی کامیابی کا راز جان کر بہت خوشی ہوئی۔ مسکرایئے میں روما کہ باجی کا لطیفہ ہنسنے پر مجبور کر گیا۔ (بخت بینا۔ ملتان)

☆...... پھول بہت پیارا رسالہ ہے اس میں تمام بچوں کے رسالوں سے زیادہ تحریریں ہوتی ہیں۔ ہر چیز قابل تعریف ہے میں جب بھی پھول میں لکھنے کی کوشش کی خواہش ظاہر کرتا میرے چند ادبی دوست مجھے ڈراتے تھے کہ لاہور والے سندھ والوں کی تحریریں نہیں چھاپتے۔ مگر میں نے محسوس کیا یہ سب بکواس ہے۔ (مسیح چمن۔ اکبر آبادی۔ حیدر آباد سندھ)

☆...... میرا پھول سے تعلق کافی پرانا ہے، قلم کی حرمت اور جذبہ وطنیت مجھے اسی پھول نے دیا ہے اور الحمدللہ آج میں ایک عظیم اعزاز کا حامل ہوں۔ یہ اعزاز ایک قومی ہیرو کی سوانح حیات لکھنے کا ہے۔ کیپٹن کرنل شیر خان شہید پر لکھی جانے والی یہ کتاب محنت کا ثمر ہے۔ (زاہد یعقوب عامر۔ کانگی منڈی)

☆...... الحدیث ہمیشہ کی طرح اسلامی معلومات میں اضافہ کیا پڑھ کر ایمان اور بھی زیادہ تازہ ہو گیا۔ اس سلسلے کو ہمیشہ جاری رکھیں یہ سلسلہ بھی جتنا بڑھے گا اس شیرینی میں اور زیادہ اضافہ ہو گا۔ جتنی بھی کہانیاں تھیں جو پڑھی ہیں بہت اچھی لگیں۔ (دانش شبیر۔ ترنڈہ محمد پناہ)

☆...... سالنامہ نمبر یکم دسمبر ہی کو مل گیا۔ خاصا وزنی تھا۔ تبھی ہمیں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ سالنامہ ہی ہو سکتا ہے۔ پھر ہمیں یقین بھی آ گیا۔ بیڈ ٹائم سٹوری بہت اچھی تھی۔ نیا سلسلہ سائنس کی دنیا بہت اچھا ہے۔ (مدثر یوسف پاشا۔ میانہ موہڑہ)

☆...... کمپیوٹر پر مضمون بہت اچھا تھا لیکن اس میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو مزید آسان بنانے کی گنجائش موجود ضرور تھی۔ اس کے علاوہ سائنسی سوالات کے جوابات کا سلسلہ بہت ہی اچھا ہے۔ ٹارگٹ کی تیسری قسط بھی نظر آہی گئی ایک طویل غیر حاضری کے بعد۔ شان شہید شمی اپنے عروج پر ہے اور ہونی بھی چاہئے۔ (آصف اقبال۔ وہاڑی)

☆...... انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا یہی حالت ہماری بھی ہے پہلی دفعہ پھول میں جب میرا چھوٹا سا خط شائع ہوا تو اتنی خوشی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ کرنیں میں روزے کے بارے میں آیات قرآنی اور حمد ماریہ مجید کا بہت اچھا انتخاب تھا۔ (فرحت نذیر خان۔ خانیوال)

☆...... "تین سوئے ہوئے آل راؤنڈرز" میں عبدالرزاق کا نام دیکھ کر دھچکا لگا کیونکہ وہ تو کافی "فارم" میں ہیں۔ بہرحال ان تینوں کے انٹرویو میں ہمیں صرف شاہد آفریدی کا "ٹیگر" اچھا لگا۔ مزاح اور مزاج بہت اچھا لگتا ہے۔ ویسے بھیا آپ کتنے مزاحیہ ہیں تصویر دیکھ کر تو نہیں لگتا۔ تنویر حسین بہت اچھا مزاح لکھتے ہیں جب سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ "پروفیسر" ہیں۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہو گئی ہے اور ہم ان کی عزت کرنے لگ گئے ہیں۔ (نعیم یوسف۔ راولا کوٹ آزاد کشمیر)

☆...... سالنامہ دیکھا تو دل خوش ہو گیا۔ تمام کہانیاں اچھی لگیں اداریہ اور کرنیں بھی اچھے لگے کہانیوں میں ماریہ مجید کی کہانی سویٹرز جو میرا تھا پسند آئی حصار خواب چور اور چھوٹو بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ شان شہید شمی کی تو کیا بات ہے۔ عادل منہاج کی کہانی ٹارگٹ کی تیسری قسط پڑھی اچھی لگی۔ (بدر جاوید سرکانی۔ انور جاوید سرکانی ڈی جی خان)

☆...... کرنیں میں تیرا فقیر ملنگ تیرا اور فضائل رمضان نے سیدھے سیدھے دل میں جگہ بنا لی۔ "حصار" یہ ایک اور دل ہلا دینے والی کہانی تھی۔ خاص طور پر اس کا End خوب صورت تھا کیونکہ اس کے End میں گناہ کا کفارہ ادا کرنیکا طریقہ کافی مختلف تھا۔ "خواب چور" اس کہانی میں مدثر کا کردار بہت اچھا لگا۔ (بشیر احمد ملک۔ ترنڈہ محمد پناہ)

☆...... کمپیوٹر کے بارے میں تو بہت ہی اچھا سلسلہ ہے اسے جاری رکھیں۔ سوئے ہوئے کرکٹروں کا انٹرویو بھی بہت اچھا لگا۔ کہانیاں بھی سبھی اچھی تھیں خاص طور پر دیکھو دسمبر اب مت آنا، داستان لہو رنگ، بیڈ ٹائم سٹوری بھی بہت اچھی لگی۔ (محمد طارق نذیر خان گڑھ)

☆...... تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ لیکن ہمیں سب سے اچھی کمپیوٹر کا کالم، تین سوئے ہوئے آل راؤنڈرز، واہ کیا بات ہے بہت غضب کی تھیں دل باغ باغ کھل گیا۔ خطوط کے کالم میں سنہری حروف میں اپنا نام دیکھا، بیان سے باہر ہے کیفیت۔ اب 2001ء شروع ہو جائے گا کتنا اچھا لگے گا یہ کہتے ہوئے کہ ہم پچھلی صدی میں پیدا ہوئے تھے یہ سوچ کوئی کوئی رکھتا ہے بہرحال ہم بہن بھائی تو پھول کے پھلنے پھولنے کی دعائیں دن رات کرتے ہیں۔ (نام چھپا دیکھ کر اتنے خوش ہوئے کہ نام لکھنا ہی بھول گئے۔ مکمل نام پتہ لکھ بھیجیں فارم مل جائے گا۔)

☆...... دسمبر اب مت آنا۔ داستان لہو رنگ۔ بے حسی کا بوجھ۔ سویٹر جو میرا تھا بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں سوئے ہوئے شیروں کا انٹرویو بھی بہت اچھا لگا۔ عبیدہ سید کی باتیں بھی بہت اچھی لگیں۔ سپورٹس، واہ کیا بات ہے، مسکرایئے، اداریہ، کرنیں اور ٹیلی فونک بھی بہت اچھے جا رہے ہیں۔ (محمد جمشید جگنو۔ خانگڑھ)

پھول بڑا مقبول پھول بڑا مقبول پھول بڑا مقبول

☆......پھول سجانے والوں سے آدھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں مابدولت یعنی مختار احمد جمال مغل بھی پھول سجانے والوں میں براجمان تھے۔ (محمد مختار احمد جمال مغل دیپالپور)

☆......پھول کافی عرصہ سے پڑھ رہا ہوں لیکن آپ سے کوئی ''خطوطی'' ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ میں کئی دفعہ ارادہ بھی کیا لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ شاید ہماری گزارش شائع ہی نہ ہو لیکن میں اس امید کے ساتھ آپ سے رابطہ کر رہا ہوں کہ شاید ہماری بھی کوئی چیز شائع ہو جائے۔ (غلام غوث عاصم چغتائی۔ ڈاکخانہ خاص کرم پور)

☆......نعیم احسن کی کمپیوٹر کے بارے میں تحریر پھول میں ایک اچھا قدم ہے جو کہ پسند آئی۔ ویسے بھی آج کل کمپیوٹر کا دور ہے اور جدید دور کے ساتھ ساتھ پھول ہی ہمیں نئے نئے راستے دکھاتا ہے۔ الحدیث تو پورے رسالے کی جان ہے۔ میں نے پھول کی خوشبو کو اپنے دوستوں میں بانٹنا شروع کر دیا ہے اور کافی دوست پھول کی خوشبو سے مستفید ہو رہے ہیں۔ (حافظ محمد طیب صالح۔ نارووال)

☆......داخلہ ٹیسٹ ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے پھول پڑھنے کی اجازت نہیں مل رہی تبھی کہہ رہے کہ تین تو پیپر رہ گئے ہیں بعد میں سکون سے پڑھ لینا۔ یہاں آ کر پین میں INK ختم ہو گئی تھی۔ ابھی بھی امی کی آواز آ رہی کہ خط چھوڑ لکھ لو صبح BIO کا پیپر ہے۔ (مہوش عابد۔ جڑانوالہ)

☆...... ابھی تک میں نے پورا سالنامہ ختم نہیں کیا لیکن اداریہ کرنیں اور واہ کیا بات ہے، پڑھا ہے اور یہ تو بہت ہی زبردست سلسلے ہیں جس طرح پہلے کڈز کیپٹل ہوتا تھا ویسے ہی چھوٹے بچوں کیلئے کوئی سلسلہ شروع کرنا چاہئے اور پھول میں ایک نیا اضافہ کرنا چاہئے۔ (اشتیاق سلیمی۔ قبولہ شریف)

☆......Yes Its me بھی اچھا سلسلہ جا رہا ہے۔ ''واہ کیا بات ہے'' پڑھ کر جو دل کو تسکین ملتی ہے نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔ جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ''پھول اخبار'' میں ایک خبر پڑھ کر دل کو بہت دھچکا لگا کہ ایڈیٹر بھیا ''نارنگ منڈی کے پھول شو'' میں آئے اور ہمارے قریب سے ہی گزر گئے اور ہمیں کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔ (احسان محمود نیچ۔ نارووال)

☆......کافی دنوں سے میرے ہاتھ میں خارش ہو رہی تھی کہ کچھ تحریریں پھول میں لکھے اور چھپتیں رہیں۔ میں کافی سالوں سے اپنے پسندیدہ سلسلے پھول بڑا مقبول سے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوں لیکن مجال ہے جو آپ نے ذرا سا بھی پوچھا ہو تو میری پھول سے دوستی 1992ء سے ہے اور مزید گہری ہوتی چلی جا رہی ہے کیونکہ پھول وہ واحد رسالہ ہے جو نئی نسل کی تربیت و نشوونما کر رہا ہے۔ (سیدہ فرح بتول پچھانہ)

☆......حمید اللہ مغل وہ اک جملہ ایک مسافر کی کھوئی ہوئی داستان زبردست تھی۔ شاید محمود کی کہانی رحم بھی پڑھ کر مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا۔ لیلیٰ فونک کالم میں بھیا کی میٹھی باتوں سے لطف اندوز ہوا۔ صلہ بتائے انعام پائیے میں عثمان خادم ام کلثوم نے سوتے ہوئے پھول ساتھیوں کو حوصلہ دیا۔ ڈاکٹر اظہر اے انور کی کہانی شان شہید شمی پہلے کی طرح بہت اچھی تھی۔ (شیخ محمد اخلاق کوٹ ادو)

☆......''سکوں بھری جھولی'' پڑھ کر بہت دکھ سے سوچا کہ دولت کے حصول کیلئے لوگ کیسے کیسے روپ دھارتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''مخبلی'' ''باعث تحریر آنکہ'' الغرض سب کہانیوں کے رائٹر مبارکباد اور شاباشی کے مستحق ہیں۔ (سید حبیب الرحمن حبیب۔ راولا کوٹ)

☆......آفریدی اظہر محمود اور عبدالرزاق کی شرارتیں اور چٹ پٹی باتیں پڑھ کر بہت ہی مزہ آیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں خود بھی انٹرویو لینے پھول ٹیم کے ساتھ گئی ہوئی تھی۔ Happy

New Year میری طرف سے تمام پھول ساتھیوں اور پھول ٹیم کو نیا سال مبارک۔ (سعدیہ ہدایت اللہ۔ جنڈیالہ باغ والہ)

☆......پہلے آپ جو کہانیاں اور کارٹون دیا کرتے تھے وہ ضرور دیا کریں اور چھوٹے بچوں کی سمجھ میں آنے والی کچھ کہانیاں دے دیا کریں تاکہ آپ کا رسالہ آپ کے اس دعوے کہ یہ ''ہر عمر کے بچوں کے لئے ہے'' کا ساتھ دے سکے۔ مسکرایئے کے مرتب سے کہیں کے صرف نئے اور معیاری لطیفے منتخب کریں۔ اب تو لطیفوں کا یہ حال ہے کہ جب ہم پھول پڑھتے ہوئے روتے ہیں تو سب سمجھ جاتے ہیں لطیفے پڑھے جا رہے ہیں۔ (علی شجاع کاظمی۔ بہاولپور)

☆......پھول ایک استاد کی مانند ہے جو ہماری رہنمائی کرتا ہے اس کے تمام سلسلے بہت ہی اچھے ہوتے ہیں جو کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں ہم ماہنامہ پھول کی ترقی کیلئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ پھول کو ترقی کی منزلوں سے ہمکنار کرتا رہے۔ (روبینہ، شمائل، نائلہ، نوشاب، سدرہ۔ ڈسکہ)

☆......اس دفعہ سالنامہ بہت ہی اچھا تھا بلکہ بہت ہی پیارا تھا۔ کرنیں اداریہ تو بہت ہی اچھے ہوتے ہیں۔ کہانیوں میں اس دفعہ حصار، آغوش، اعتماد، تشخص، سکوں سے بھری جھولی اور بھیا کی بیڈ ٹائم سٹوری اچھی لگیں۔ (حاجی عامر مغل۔ ثمینہ مغل۔ ڈسکہ)

☆......''وہ ایک جملہ'' اور ''چھید'' ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق ضرور ہوتا ہے میں نے بہت سے رسائل پڑھے ہیں لیکن جو بات پھول میں نظر آئی وہ کسی اور میں نہ تھی۔ لطائف بھی اسے دن تھے۔ (عامر عزیز مگجیال آزاد کشمیر)

☆......پھول میں میں نے تین انکل دیکھے ہیں۔ ایک تو ''سکوں سے بھری جھولی'' والا ہے جو میں ہوں۔ دوسرا ''اداریے'' میں موجود ہے۔ جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور تیسرا ''چھید'' میں موجود ہے۔ جس سے آپ نے نفرت کی ہے خدا کرے میں وہ انکل ہوں جس سے آپ محبت رکھتے ہیں۔ جو اداریے میں موجود ہے۔ (علی انکل قصور۔ قصور)

☆...... ٹائٹل پر خوبصورت سی بچی کو دیکھ واقع پھول رسالہ نہیں بلکہ پھولوں کا رسالہ لگا اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر میری طرف سے مبارکباد وصول کریں۔ (گلشن صدیق۔ چک سواری)

☆...... آپ نے ہمارے پسندیدہ تین سوئے ہوئے آل راؤنڈر کی باتیں شائع کر کے دل جیت لئے۔ شاہد بھائی تو حقیقت میں ہی سو رہے ہیں۔ کرسی سے گر نہ جائیں لکھتے لکھتے۔ ٹائٹ بیلٹ لگا دیں۔ (ساجد بخاری۔ سرگودھا)

☆...... آپ لوگوں کو اچھی کہانیاں لکھنے پر انعامات دیتے ہیں۔ کبھی آپ کا دل نہیں چاہا کہ آپ کو بھی انعام ملے۔ کہانیاں سب کی سب اچھی تھیں۔ خاص کر نعیم فرست' اعتماد' ہے حسی کا بوجھ چھوٹا سا تحفہ اچھی لگیں۔ نگری میری بہن کو سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے اور وہ اسی وقت کچن میں گھس جاتی ہے۔ (زوہیب حسن۔ رحمن پورہ نارووال)

☆...... اتنی کہانیاں کہ بس ...... خوشی کے مارے من میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ ٹیلیفونک کالم میں اپنا نام پا کر بڑی خوشی ہوئی۔ سارے سلسلے اے ون تھے۔ کہانیوں کی کیا تعریف کروں۔ وہ تو خود ہی اپنی تعریف آپ کروا رہی تھیں۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ پہلے کیا پڑھوں۔ (صہیب انوار۔ لاہور)

☆...... ''حصار'' بھی نوشین ناز نے عمدہ تخلیق کی ہے۔ واقعی جو خوشی انسان کو اپنا دل مطمئن کرنے کے بعد ہوتی ہے وہ بھلا اور کس میں ہو سکتی ہے۔ کبھی کبھی ہم زندگی میں یوں مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر ہم وہ کام کرنا چاہیں تو بھی مشکل ہوتی ہے اور نہ کرنا چاہیں تو بھی مشکل ہوتی ہے۔ (جویریہ ساجد۔ اٹک)

☆...... ٹارگٹ بھی اس دفعہ تقریباً ٹھیک رہی۔ ایک کام جو ذاتی طور پر مجھے پسند آیا نعیم احسن کے ساتھ کمپیوٹر کا۔ چلو کچھ تو ہم بھی سیکھ لیں گے۔ آمنہ اعظم نے زندگی کے ہر شعبہ سے ایک نہ ایک فرد کو ضرور ملا کر یہ ثابت کر رہی ہیں کہ پھول والوں کی تربیت میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔ پھول سجانے والوں اور مہکانے والوں سے مل کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ (ایم آصف رضا بلوچ)

☆...... اس ماہ کے پھول کا ٹائٹل زیادہ خوبصورت نہیں تھا۔ مانا کہ یہ ایک نیا سٹائل ہے لیکن ضروری تو نہیں کہ ہر نئے سٹائل کو ذہن دل و جان سے قبول کر لے اسلئے یہ ٹائٹل کچھ دل کو نہیں بھایا۔ (عائشہ خالد۔ شکرگڑھ)

☆...... اس بار ''سلور پھول'' نے دل خوش کر دیا۔ واہ کہانیاں تو اپنی ''سلور جوبلی'' منا رہی ہیں۔ مصنفین صاحبان اور صاحبایاں خوش ہو جایئے آخر محنتیں رنگ لے ہی آئیں نا۔ مایوس مت ہوں۔ اگر تحریر نہ چھپا شائع نہ ہو تو کہانی ''سکوں سے بھری جھولی'' ''چھوٹا سا تحفہ'' پڑھیں تو دل دھک سے رہ گیا۔ (ناہید فاطمہ۔ جہانیاں)

☆...... یہ ہے سائنس کی دنیا یہ سلسلہ شروع کر کے آپ نے ایک اچھا کام کیا شاید اب کوئی ستاروں تک پہنچ جائے یا اس سے اونچا۔ مخبلی بھی اچھی کاوش تھی۔ اگر ہم نے علی جیسی خوبیاں اپنا لیں تو ہم امریکہ جیسے سپر نظام کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے اس کے حکمرانوں سمیت۔

(اسماء خان۔ فیصل آباد)

☆......ہمیں یہ ضد ہے کہ پائیں تو بے طلب پائیں
انہیں یہ مان ہے دست دراز ہو تو سہی

(سیدہ مبینہ۔ گوجرانوالہ)

☆...... اتنی بہت سی کہانیوں میں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں۔ خیر...... کرنیں اور اداریہ کے بعد جو کہانی پڑھی وہ تھی ''سویٹر جو میرا تھا'' اس کہانی کو پڑھتے ہی آنسو امڈ آئے۔ دل چاہا کسی سے یہ جذبات شیئر کروں اچانک لکھنے کا خیال آیا۔ ظاہر ہے اظہار کا اس سے بہتر طریقہ آج تک ایجاد نہیں ہوا۔ (سائرہ شاہ۔ چنیوٹ جھنگ)

☆...... اس دفعہ پیارے پھول نے بہت انتظار کروایا اور 3 دسمبر کو ہمارے گھر کو اپنی سوندھی سوندھی خوشبو سے معمور کیا۔ خیر جونہی ابو رسالہ لے کر گھر میں داخل ہوئے فوراً سب کی دوڑیں ابو کی طرف لگ گئیں۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ پہلے پھول میں پڑھوں لیکن رسالہ تو ایک تھا اور پڑھنے والے پانچ لہٰذا پھول تو ایک کو ہی ملنا تھا۔ (مدینہ قمر۔ دودھوچک)

☆...... دسمبر کا پھول سات تاریخ کو ملا اور اتنا بھاری کہ بس ...... لیکن پھول تھا ہمیشہ ہی کی طرح اچھا۔ پھول میں ہمیں کیا نہیں ملتا۔ سبق آموز کہانیاں' معلومات' انعامات۔ غرض کہ ہر وہ چیز جو ہمیں چاہئے وہ صرف پھول ہی میں ملتی ہے۔

(محمد ارشد قصبہ سوئی والہ لودھراں)

☆...... بادشاہوں کا مشغلہ پڑھ کر معلومات حاصل ہوئی لطیفے اتنے خاص نہ تھے بلکہ یوں کہنا صحیح ہو گا کہ وہی گھسے پٹے تھے۔ اس سے بہتر ٹیلیفونک کالم' اپنی حرکت پر ہنسی آئی ہے' شخصیت کا خانہ خراب' فری سٹائل پڑھائی' Yes Its me۔ (تابیہ سلیم' نادیہ سلیم۔ ماچی)

☆...... میری تحریر کا عنوان تھا ''طلب سکون'' جس کا شائع نہ ہونا مجھے بے سکون کر گیا۔ ویسے اچھا ہے۔ سویٹر جو میرا تھا' تحریر وہ جو دل پہ اثر کرنے یہ نہ سمجھے کہ باقی سب پڑھا نہیں جو زندگی بدل دے وہ سب سے اچھا ہے۔ لکھنے والے لکھتے رہے ہیں' پڑھنے والے پڑھتے رہے ہیں' بھیجنے والے بھیجتے رہے ہیں اور شائع نہ کرنے والے شائع نہ کرتے رہے ہیں۔

احمد بلال ساہی سرگودھا (''باری آنے پہ چھپ جائے گا'')

☆...... پھول ہمارے گھر کئی برسوں سے آ رہا ہے لیکن کبھی پڑھنے کی زحمت ہی نہ کی۔ کبھی کبھار کوئی ایک آدھ کہانی پڑھ لی مگر شوق سے نہیں۔ اس دفعہ جب پھول ہمارے

گھر آیا میں نے کھولا تو اچانک میری نظر "صفحہ بتایئے انعام پایئے" پر پڑی سوچا کیوں نہ قسمت آزمائی جائے لیکن اس بات پہ یقین اور بھی پختہ ہو گیا کہ میری قسمت میری طرح کھوٹی ہے۔ میں نے صرف ایک فقرے کو ڈھونڈنے کیلئے پورا "پھول" پڑھا زندگی میں پہلی مرتبہ مگر وہ فقرہ نہ تو مجھے ملنا تھا نہ ملا۔ وہ فقرہ یہ ہے "یہ بھی ایک ایسے دن کی بات ہے" کوپن بھیجنے کا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن آپا سیمی نے کہا بھیج دو کچھ نہیں ہو گا نام شائع ہو جائے گا لیکن میں نہیں تھی مان رہی پھر سوچا کہ کوپن بھی بھیج دیتی ہوں اور خط بھی لکھ دیتی ہوں۔ کیا پتہ پھول میں نام شائع ہونے کا شوق پورا ہو جائے۔(نوشین محمود چودھری۔ شکرگڑھ)(صفحہ 68 کو غور سے پڑھتیں تو اتنی مایوسی نہ ہوتی)

☆......یہ ہے سائنس کی دنیا ایک اچھا سلسلہ ہے۔ اب اسے جاری رکھئے گا اس میں انعام کا انعام اور معلومات کی معلومات' شان شہید شمسی بہترین جا رہی ہے اور تمام کہانیاں اچھی تھیں۔
(راؤ راشد علی' راؤ محمد وسیم۔ ماگی)

☆......"چھوٹو" حقیقتاً اصلاح معاشرہ کے جذبے سے لکھی گئی تھی۔ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ ہمارے اس نام نہاد معاشرے میں ذرا ذرا سی باتوں پر دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے جیسے کہ چھوٹے قد والے۔ حالانکہ یہ کوئی معیوب بات نہیں۔ آخر بونا پارٹ بھی تو چھوٹے قد کا مالک تھا مگر اس کا حوصلہ پہاڑ سے بھی بلند تھا۔(امانت علی گوہر۔ کراچی)

☆......بیڈ ٹائم سٹوری "بھید" واہ کیا بات مزہ ہی آ گیا لیکن پرانے لطیفے دیکھے تو رونا آیا نئے دیکھے تو ہنس ہنس کر پیٹ درد ہونے لگا Yes its me میں ریبو کو دیکھا تو جی چاہا ابھی ریبو بنیں۔(قاضی معظم جمیل۔ منڈی فیض آباد)

☆......Yes its me میں اس ماہ دو تصویریں اچھی لگیں۔ بہنیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں اور میں اچھی ہوں یا میرے بھیا۔ آغوش صدف بتول کی ایک اچھی کاوش تھی۔ اگر ہم اللہ جی سے دوستی کر لیں اور اس سے ناراض نہ ہوں اور نہ ہی اللہ جی کو ناراض کریں تو اللہ جی بھی اپنے دوستوں کو مایوس نہیں کرتے۔(راؤ ساجد کلیم۔ ماگی)

☆......نوشین آپی کی تحریر بہت دنوں کے بعد پڑھنے کو ملی۔ وہ بھی اچھے موضوع پر پھول کہانی گھر لا ہو کو ملنے والی پذیرائی دیکھ کر پلکیں موتیوں سے بھر گئیں۔(یہ خوشی کے آنسو تھے) اور ایسے لگ رہا تھا جیسے اللہ جی نے قبولیت اور نوازنے کے تمام در کھولے ہوئے ہیں۔ "پھول" مارکیٹ میں آتے ہی دوستوں' محلے داروں اور عزیزوں کے فون ای میل اور خطوط کی تعداد دوگنی چوگنی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو گئی۔(عبد الصمد......مظفر)

☆......سعدیہ فیض کی "داستان لہو رنگ" "آغوش صدف بتول" "تشخص" مدیحہ انور زیادہ پسند آئیں۔ سالنامے کے لوازمات کافی مزیدار تھے۔ ایک طرف تین آل راؤنڈرز کی دلچسپ باتیں تھیں تو دوسری طرف نسیم اختر اور تنویر حسین دلچسپ تحریریں تھیں۔ پھول سجانے والے اور صورت گر میں بہت سے لوگوں سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی اور ساتھ ہی ان کی عمدہ سوچ بھی پڑھنے کو ملی۔
(ذوالفقار حسین......بھاوریاں)

☆......شان شہید شمسی پڑھ کر تو یوں لگتا ہے جیسے افطاری کے فوراً بعد گرما گرم چائے کا بڑا سا مگ مل جائے۔ آل راؤنڈرز کی کہانی پڑھ کر تو افسوس ہی ہوتا ہے۔ جو اپنے گھر میں نہ جیت سکے دوسروں کے گھر جا کر مار ہی کھا کر آئے گا" "حصار" بہت ہی اثر انگیز تحریر ہے۔(خالد عبد الرزاق)

☆......آفریدی' اظہر' رزاق کی باتیں خواب' چڑ' نعیم اور کمپیوٹر کی باتیں انتہائی دل پسند سلسلے رہے۔ اس کے علاوہ "بھید" "5 چاند" کرنیں اور اداریہ اچھے ہیں۔ انعام ملنے یا نہ ملنے کوئی بھی گلی کی تحریر شائع ہو یا نہ ہو۔ "YES ITS ME" میں تصویر شائع ہو یا نہ ہو۔ بس بھیا کا ایک جملہ یاد رکھئے "اپنی باری کا انتظار کرو"۔

(محمد اقبال......جہانیاں منڈی)

☆......چھوٹو اپنی مثال آپ تھی شاہد محمود کی "رسم" ایک تاریخی اور اچھی کہانی تھی۔ شان شہید شمسی کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ نعیم احسن کی "ضمیر" یئے اس طرح بات نہیں بنے گی بہت اچھی لگی۔(ایشان حیات......میرپورخاص)

☆......پھول کی دسویں سالگرہ کی رپورٹ پڑھی تو افسوس ہوا کہ ہم کیوں نہ تھے وہاں۔ تین سوئے ہوئے آل راؤنڈرز سے انٹرویو کی رپورٹ خاص نہ تھی۔ ٹیلی فونک کالم اتنا خاص نہ تھا کوئی ڈھنگ کی بات ہی نہیں کرتا۔ صفحہ بتایئے انعام پایئے کی لسٹ میں اپنا بہن اور اپنا کا نام فوراً ہی نظر آ گیا۔ پھول سجانے والوں میں تحسین آپی اور جویریہ آپی کی باتیں اچھی لگیں۔
(مہوش یوسف......لاہور)

☆......نومبر میں پہلا لکھا تھا لیکن آپ نے وہ خط شائع نہیں کیا اور میں نے تو اس کا شکوہ مختار احمد جمال بھائی سے کیا تو انہوں نے کہا کہ دوبارہ لکھ دیں شکوے کے ساتھ......اس دفعہ ضرور چھاپ دیں گے۔
(شکوے میں تبصرہ تو کرنا بھول ہی گئے۔)(اقبال حسن......دیپالپور)

☆......پھول کے بارے میں بھی میرے احساسات یہ ہیں کہ جس طرح سانس کے بغیر انسانی وجود خالی رہتا ہے۔ اس طرح پھول بھی میرے لئے میری سانس بن چکا ہے۔ ایک مہینے کا شمارہ پڑھ کر اگلا مہینہ سارے کا سارا انتظار میں گزر جاتا ہے۔(محمد زبیر تبسم......دیپالپور)

☆......واٹر آئس کریم فیکٹری کے وزٹ کی رپورٹ پڑھی تو بے اختیار منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ کاش "اسی وی اوتھے ای ہوندے" اور اگر میں وہاں ہوتا تو شاید 21 کپوں کا ریکارڈ بھی ٹوٹ جاتا۔ مارگٹ مجال ہے جو کبھی ذرا سی بھی پلے پڑ جائے۔ ضیغم رشید......مظفر گڑھ)

☆......"اپنی شخصیت کا خانہ خراب کیجئے" کی خطرناک تصویریں دیکھ کر ہم نے آنکھیں بند کر کے آگے جانا بہتر سمجھا۔ لطیفے اچھے تھے۔ "صورت گر" میں منظر وحید صاحب کی باتیں پڑھ کر مزہ آیا۔ استاد اور فرعون کی دلچسپ تصویریں دیکھ دیکھ کر مزہ آ گیا۔ دو دو قسم کے مربے دیکھنے کو ملے منہ میں پانی بھر آیا۔
(فریدہ خانم......ٹاؤن شپ لاہور)

☆......حصار سکوں سے بھری جھولی' 5 پانچ چاند فرست وغیرہ بہت مزیدار تھی۔ لطیفے بھی زیادہ بہت مزیدار تھے۔ سب سے پہلے کرنیں اور الحدیث۔
(امان اللہ' غوث بخش' ابرار احمد علیانی)

☆......لطیفے دو ملے کے اور دلچسپ تھے کہانیوں میں بیڈ ٹائم سٹوری بڑی دلچسپی اور مزیدار زیادہ تھی مگر دوسری کہانیاں حصار' غلطی پہ غلطی' شریر ہاتھ اور 5 پانچ چاند بھی اچھی لگی۔
(یونس ہوتانی' محمد فیصل' محمد عابد' محمد کلیم ڈی جی خان)

☆......ہاتھوں میں سالنامہ 2000ء آیا تو ایسا لگا کہ گلاب کے پھول ہمارے ہاتھوں میں آ گئے ہوں۔ سرورق جب ہم نے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ یقیناً آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کس وجہ سے حیران ہوئے اس وجہ سے کہ سرورق پر جس لڑکی کی تصویر تھی۔ وہ میری چھوٹی بہن کی ہمشکل ہے۔(قدیر احمد انصاری ......مخدوم پور)

☆......آغوش صدف بتول کی تحریر تو پھول کی جان تھی مجھے تو بہت اچھی لگی۔ دیکھ دسمبر اب مت آنا نے کوئی خاص مزہ نہیں دیا۔ داستان لہو رنگ نے تاریخ میں اضافہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔(محمد حسین سندھو......ملتان)

☆......بیڈ ٹائم سٹوری اور 5 چاند سب سے اچھی کہانیاں لگیں۔ اس کے علاوہ الحدیث بھی بہت اچھی تھی میں خط اس رسالے میں پہلی مرتبہ لکھ رہا ہوں۔
(محمد طارق دلیوالا)

☆......نئے سب کے سب سلسلے بہت مزیدار تھے۔ کھا کر تو نہیں دیکھے تھے مگر پڑھنے میں بہت مزیدار تھے۔ الحدیث اور کرنیں اور اداریہ تو بس پوچھیں نہ بہت زیادہ اچھے لگے۔ گگری میں تو آمنہ آپی نے حد ہی کر دی واقعی بہت اچھی ڈشیں چکھی ہیں۔ واہ کیا بات کی تو واہ کیا بات ہے۔ پھول ٹیم والز میں تو بہت مزا آیا پڑھنے کا۔(عاشق حسین......سیالکوٹ)

☆......کمپیوٹر میرا شوق ہے اور میں بہت پر امید ہوں کہ یہ فیچر باقاعدگی سے قسط وار جاری رہے گا۔ یاد رکھیں ایک نہ ایک دفعہ میں آپ کو ایسا سائنسی سوال لکھوں گا کہ آپ کو بھی ایک لمحے کے لئے "وخت" پڑ جائے گا۔ مزاحیہ فیچر بہت اچھے لگے۔ ویسے ایسے مضامین ہر شمارے میں باقاعدگی سے ہونے چاہئیں۔
(محمد فاروق......ملتان)

☆......سویٹر جو میرا تھا......اور......باعث تحریر آنکہ بہت بہت اچھی لگیں۔ الحدیث سب سے اچھا سلسلہ ہے۔ اس میں ہمیں دو جہانوں کی زندگی کو بہتر بنانے کا سبق ملتا ہے اور پھول نے ہماری زندگی تبدیل کر دی ہے۔ میری خواہش ہے کہ پھول ہمیشہ اسی طرح مسکراتا اور ہنستا رہے۔(عبد الرحمن عثمان غنی......تھہ اٹک)

☆......میری طرف سے آپ کو پھول کی دسویں سالگرہ بہت بہت مبارک تمام پھول ساتھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سالنامہ سارا ہی بہت زبردست ہے اور نئے انعامی سلسلے بھی بہت جاندار ہیں۔(ناہید یونس......چنگنکیال)

☆......سالنامہ بہت زبردست رہا کرنیں اداریہ تو ہوتے ہی زبردست ہیں۔ ابھی سارا نہیں پڑھا کیونکہ مزے لے لے کر پڑھیں گے خواب چور کہانی پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ عفیفہ نزہت کی رپورٹ نے ہنسا دیا۔
(حافظہ فائزہ مہوش بٹ......سانگلہ ہل)

☆......سالنامہ اچھا بلکہ بہت اچھا لگا سمجھ نہیں آ رہی تھی کونسا صفحہ پہلے پڑھا جائے۔ پھول کے آنے کا بہت انتظار کرنا پڑتا ہے۔(شازیہ مظہر واھنڈو)

☆......بیڈ ٹائم سٹوری پڑھ کر بے حد دکھ ہوا کہ باپ اگر اپنی اولاد کے لئے محنت کر رہا ہے تو اسے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کی اولاد کی تربیت کیسی ہو رہی ہے؟ نسیم اختر کا آرٹیکل اپنی شخصیت کا خانہ خراب کیجئے! ارے صاحب آپ نے تو پرسنیلٹی ڈاؤن کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔(تنزیلہ یوسف...... لاہور)

☆......پھول 30 نومبر کو مل گیا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہانیوں میں حصار سکوں سے بھری جھولی اور شان شہید شمسی بہت پیاری لگی۔ سب سے پہلے کرنیں اور الحدیث پڑھتا ہوں۔ بہت خوب چل رہی ہیں۔ مزیدار تھے اور اس کے علاوہ (بیڈ ٹائم سٹوری) بہت اچھی اور مزیدار تھی ایسی کہانی دیا کریں۔(عمر حیات عمران حیات ڈی جی خان)

☆......میں ایک استاد ہوتے ہوئے پھول کو اپنا استاد سمجھتا ہوں اور مجھے اس سے گراں قدر قیمتی موتی میسر آتے ہیں۔ جو میں نونہالان چمن کو منتقل کر رہا ہوں۔ میرے پاس سالہا سال کے کئی پھول رسالہ جات ہیں۔ جو اپنے طلباء کو بطور تعارف دیتا ہوں اور بسا اوقات طلبا کو اتنے پسند آتے ہیں کہ مجھے واپس بھی نہیں ملتے۔(ملک شیر......S.S.T کڑانوالہ)

عید منائیں ہم مسلمان
خوشی کا کر دو ہر سو اعلان
روزے کھولیں سن کر اذان
یہی تو ہے اللہ کا فرمان
عید منائیں دیکھ کر چاند
جس کے سامنے ہر خوشی ہے ماند
عید پر پہنیں کپڑے نئے ہم
ہم بچے کسی سے نہیں ہیں کم
گاڑی میں بیٹھو لگا کر ٹیک
لینے جا رہے ہیں ہم عید کیک
عید منائیں ہم مسلمان
خوشی کا کر دو ہر سو اعلان (فردوا خرم جوہر ٹاؤن لاہور)

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

پھول اخبار لاہور

ایڈیٹر اختر عباس

پھول کلب فورٹ عباس کی کابینہ کا اعلان

ماہ نومبر کی ایک خاص نشست میں باہمی مشاورتی کونسل پھول کلب فورٹ عباس اور صدر پھول کلب فورٹ عباس کی متفقہ رائے اور مشورے سے درج ذیل لوگوں پر مبنی کابینہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تمام اراکین کو ایک سال کے لیے ممبر چنا گیا۔ نائب صدر محمد شفیق امجد، جنرل سیکرٹری نثار احمد، جوائنٹ سیکرٹری عدنان زمان، سیکرٹری انفارمیشن وسیم احمد رضا، انچارج بک بنک طاہر محمود طاہر، چیئرمین اسلامک سوسائٹی غلام مصطفیٰ ذوقی، انچارج گرلز ونگ شازیہ تبسم اور انچارج بوائز ونگ کے لیے حماد رؤف طاہر کے نام چنے گئے ہیں۔

5 ہزار سالہ جشن ملتان پر پھول کلب ملتان کا میلہ

بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ بچوں نے ٹیبلو، ڈرامے اور خاکے پیش کیے، مقررین نے پھول کی خدمات کو سراہا

رپورٹ: محمد زبیر ارشد بھٹہ۔ پانچ ہزار سالہ جشن ملتان کا آغاز ہوتے ہی سماجی تنظیموں کی سرگرمیوں میں ہلچل پیدا ہوئی۔ اس جشن کو منانے کے لیے پھول کلب ملتان بھلا کیوں کسی سے پیچھے رہتا۔ لہٰذا ملتان کلب کے پھول اور پھولتیوں نے ایڈمنسٹریٹر بلدیہ ملتان بیرسٹر ظفر اللہ خان کی سرپرستی سے جناح ہال میں تقریب کا انعقاد کیا۔ مہمانان گرامی میں کرنل آصف جمال (ڈائریکٹر جنرل ایم ڈی اے) مسز ثریا خالد (ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز ملتان ڈویژن) اسلام شاد جنرل سیکرٹری پرائیویٹ سکولز، فضل کریم شہزاد (سابقہ ممبر خدمت کمیٹی ملتان) سبطین رضا لودھی (سربراہ دیپ آرگنائزیشن) میاں نعیم ارشد (نیشنل یوتھ آرگنائزیشن)

بقیہ صفحہ 67 پر

پھول بچوں کو بہتر مستقبل کی طرف لے جا رہا ہے

"پاکستان کی نئی نسل اور اس کا مستقبل" مانگا منڈی پھول کلب کا سیمینار، طالب علموں کو ٹیلنٹ ایوارڈ دینے کا اعلان، مرکزی عہدیداروں نے شرکت کی

مانگا منڈی (نمائندہ پھول) پھول کلب مانگا منڈی نے نیا ملینیئم پبلک ہائیر سیکنڈری سکول میں ایک سیمینار "پاکستان کی نئی نسل اور ان کا مستقبل" منعقد کروایا۔ جس کے مہمان خصوصی سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر ایڈووکیٹ شیخ فضل الٰہی شاہد تھے ان کے ساتھ پھول ٹیم کے مرکزی قائدین نے بھی خصوصی شرکت کی۔ پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ تمام خصوصی مہمان بالکل ٹھیک وقت پر موجود تھے۔ سکول انتظامیہ نے استقبال کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ندیم ظفر نے ادا کیے۔ حافظ محمد رضا شاہ نے قرآن مجید کی تلاوت پیش کی اور اسامہ ظفر نے بارگاہ سرور کونین میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ عدنان اور اسماعیل نے ویلکم سونگ سے شرکاء کو بیگم کیا۔ جو کہ خاص طور پر پھول کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ پھول کلب مانگا منڈی کے صدر شیخ محمد لطیف شاہد نے پھول کلب کے مقاصد بیان کیے اور اپنے خطاب میں کہا کہ پھول بچوں کو بہترین مستقبل کی طرف لے کر جا رہا ہے اور جس طرح یہ رسالہ بچوں کی تربیت کر رہا ہے۔ شاید ہی اور کوئی رسالہ ہو جو بچوں کو خاص طور پر ٹرینڈ کر رہا ہے۔ شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور پھول کلب مانگا منڈی کی طرف سے علاقے میں اچھے نمبر لینے پر پھول ٹیلنٹ ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔ پریس کلب کے صدر اور نوائے وقت کے نامہ نگار محمد سلیم شہزاد نے اپنے خطاب میں کہا کہ پھول پڑھنے سے بچوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ آئے گا۔ سکول کے طالب علم سید محمد رضا نے بہت اچھی تقریر کی اور کہا کہ بہترین مستقبل کے لیے ٹیپو سلطان، قائداعظم، علامہ اقبال جیسے رہنماؤں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہی نسل اپنا مستقبل سنوار سکے گی۔ پھول گرلز کلب پاکستان کی صدر آپی تسلیم کوثر نے کہا کہ پھول بچوں کی سب سے بڑی این جی او ہے جو کہ پاکستان بھر میں بچوں کے لیے کام کر رہی ہے۔ ہمارا مقصد بڑوں کو خوش کرنا اور بچوں کو خوشی دینا ہے۔ عبدالصمد مظفر صدر پھول کہانی گھر لاہور نے کہا کہ نئی صدی کے لیے درختوں کی پیداوار بڑھائی جائے اس سے آلودگی کم ہوگی اور ضروری ہے کہ اپنے آس پاس کے ناخواندہ بچوں کو

بقیہ صفحہ 67 پر

پھول کہانی گھر پاکستان کا پہلا ماہانہ اجلاس

(نمائندہ خصوصی) پھول کہانی گھر کا پہلا ماہانہ اجلاس ایوان وقت میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت پھول کہانی گھر پاکستان کی صدر ماریہ مجید نے کی۔ حافظ وقاص اکبر نے تلاوت قرآن مجید کی۔ عبدالصمد مظفر صدر پھول کہانی گھر لاہور نے اجلاس کے مقاصد بیان کیے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم پھول کہانی گھر یونٹس کے صدور اجلاس میں شریک ہوئے اور کہانی گھر کے اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس شعبے نے ہم کو اعتماد اور محفل میں کچھ کہنے کا حوصلہ دیا ہے۔ اجلاس میں شریک صدور کی کارکردگی رپورٹ بھی دیکھی گئی پھول کہانی گھر پاکستان کی صدر ماریہ مجید نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے کہانی گھر کو تربیتی ادارہ بنانا ہے۔ جس سے بچے کچھ سیکھ سکیں۔ بچوں کی بہتر طریقے سے اصلاح ہو ماریہ آپی نے ٹاؤن شپ لاہور کی صدر فریدہ خانم کو جنوبی لاہور اور محمد عابد قادری کو وار برٹن میں کہانی گھر کی نئی ذمہ داریاں دیں۔ شرکاء نے ماہانہ اجلاس کی ابتداء کو بہت پسند کیا اور کہا کہ ہر ماہ اجلاس منعقد ہونے چاہئے اور ٹریننگ ورکشاپ بھی ہو

مانگا منڈی پھول کلب کے سیمینار سے شیخ فضل الٰہی، تسلیم کوثر، طاہر تزکمن، تسلیم رسول، شیخ شاہد لطیف، محمد سلیم شہزاد، عبدالصمد مظفر، عرفان الحق، ندیم ظفر، مراد پندرانی اور دیگر خطاب کر رہے ہیں

سالگرہ کا دن آیا ہے پھول کلب وہاڑی کے زیر اہتمام پھول شو

پھول تخلیقی صلاحیتیں ابھارنے کا بہترین ذریعہ ہے ماں باپ اور اساتذہ بھی پڑھیں پروگرام میں سب سے زیادہ انعام مرغوب ماڈل سکول نے جیتے

اہتمام: ذیشان شیخ معاونین: عامر جمیل' شہزاد وسیم' عمران مغل کمپیوٹر: ثوبیہ نصیر علی' عمران اختر' کبیر احمد چوہدری تصاویر: عمران قادری رپورٹ: جاوید نشتر "سالگرہ کا دن آیا ہے" کے نام سے ہونے والی خوبصورت تقریب (جسے پھول کلب وہاڑی نے صرف چار دنوں کے شارٹ نوٹس پر سجایا تھا) کا انعقاد خورشید ہال کی خوبصورت عمارت میں کیا گیا۔ تقریب کی صدارت مرغوب ماڈل سکول بورے والا کے سرپرست اعلیٰ الحاج گلزار حق نے کی جبکہ مہمان خصوصی پاکستان ہاکی ٹیم کے معروف کھلاڑی اولمپئن وسیم احمد اور وہاڑی کے مشہور آرٹسٹ صابر پیا تھے۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ یہ سعادت ایم پی ایس سکول کے نوید اکرم نے حاصل کی۔ دنیا کے سب سے پیارے انسان حضرت محمد ﷺ کی شان میں خراج عقیدت نعت کی صورت میں گورنمنٹ کامرس کالج کے شہباز نے پیش کیا۔ تہمینہ ناز نے اپنی خوبصورت آواز میں ملی نغمہ "ہمارا پرچم یہ پیارا پرچم" پیش کر کے داد وصول کی۔ پروگرام میں مرغوب ماڈل سکول بورے والا بہترین فارم میں اساتذہ اور بچوں کے ساتھ موجود تھا۔ جنہوں نے سب سے زیادہ آئٹم پیش کر کے سب سے زیادہ انعامات جیتے۔ پھول کلب جنوبی پنجاب کے صدر محمد ذیشان اختر شیخ جو پھول کلب وہاڑی کے نگران صدر بھی ہیں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہاڑی پھول کلب نے اب تک سالانہ بہترین کارکردگی پر مسلسل دو بار بیسٹ ایوارڈ حاصل کیا ہے جو پھول کلب وہاڑی کی پالیسیوں پر پھول انتظامیہ کے اطمینان کا عملی اظہار ہے۔ ابرار الحق کے مشہور گیت "بہہ جا سائیکل تے" پر مرغوب ماڈل سکول بورے والا، جانباز پبلک سکول، پاک گرامر سکول اور مسلم پبلک سکول کے درمیان مقابلہ ہوا جو ووٹنگ کے ذریعے مسلم پبلک سکول کے ننھے بچوں نے بھاری اکثریت سے جیت لیا۔ ایم پی ایس سکول اور مرغوب ماڈل سکول کے بچوں نے "جب چڑھیا چھبری" پر پرفارم کیا جو کہ مرغوب ماڈل سکول نے جیت لیا۔ شاہین پبلک سکول کے بچوں نے خوبصورت پنجابی بھنگڑا پیش کیا۔ بچوں کی تیاری' پرفارمنس اور ڈریسنگ واقعی زبردست تھی۔ مسلم پبلک سکول نے بھی ایک پنجابی بھنگڑا پیش کیا۔ مہمان خصوصی صابر پیا نے اپنی خوبصورت آواز میں خوبصورت ملی نغمہ "چلو چلیں پیا ہم اپنے پاکستان میں" پیش کیا۔

پھول کلب مظفر گڑھ کے زیر اہتمام ٹیکسٹائل ملز کے دورے کے شرکاء

پھول کلب مظفر گڑھ کا مطالعاتی دورہ ٹیکسٹائل ملز

بچوں نے دھاگہ اور کپڑے کی تیاری کے مختلف مراحل دیکھے پھول کلب کی سرگرمیوں پر بحث ہوئی

اہتمام و رپورٹ: واجد وزیر سرا معاونین: محمد ارشاد حقانی' محمد عمران سلیم پرنسپل منہاج ماڈل سکول' مغیث الدین لودھی' محمد طاہر پاشا' راشد پرویز ملک خصوصی تعاون: محمد ایوب شاہ جنرل منیجر محمود ٹیکسٹائل مل مظفر گڑھ' میاں نوید سرور قریشی لیبر آفیسر فیکٹریز' غلام عباس سومرو لیبر آفیسر فیکٹریز' پرنس نعیم کاشف قریشی' بسم اللہ جنرل سٹورز' شبیر عادل ادیب و شاعر تمام ممبران کو منہاج ماڈل سکول میں جمع ہونے کو کہا گیا تھا۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام مل ہذا کی انتظامیہ کے ذمہ تھا۔ مل جاتے ہوئے گاڑی خراب ہو گئی تو جنرل منیجر صاحب کی خصوصی کاوش سے دوسری گاڑی میں پھول کلب کے ممبران مل جا پہنچے۔ مل گیٹ پر جنرل منیجر نے بچوں کو خوش آمدید کہا اور حفاظتی ہدایات دیں جن کا بچوں نے وزٹ کے دوران بھرپور خیال رکھا۔ بچوں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا ایک کا ذمہ منیجر کوالٹی کنٹرول حفیظ صاحب نے لیا جب کہ دوسرا گروپ منیجر پروڈکشن کی سرکردگی میں تھا۔ محمود مل ایک بڑی مل ہے جو دو یونٹوں میں تقسیم ہے ایک میں دھاگہ بنتا ہے دوسرے میں کپڑا۔ محمود مل کو اعلیٰ کوالٹی کا کپڑا ایکسپورٹ کرنے کا اعزاز بھی ہے۔ یہاں سارا سال کام جاری رہتا

بقیہ صفحہ 67 پر

پاکستان ماڈل سکول کی تقریب بچوں نے فینسی ڈریس شو خاکے اور ڈرامے پیش کیے

لاہور (پھول نیوز) بیکو روڈ ٹاؤن شپ لاہور میں پاکستان ماڈل پبلک سکول میں صحت مند بچوں کے درمیان مقابلہ کی یادگار تقریب منعقد ہوئی۔ ننھے طالب علم احتشام الحق نے تلاوت کی اور آٹھویں جماعت کی طالبہ قراۃ العین نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد رسمی طور پر سکول کے ڈائریکٹر مجاہد حسین نے نہایت پیارے الفاظ میں صحت مند بچوں کے مقابلے کی اس تقریب کی غرض و غایت بیان کی اور کہا کہ یہ بچے ہی ہمارا مستقبل ہیں ہمارے بچے صحت مند ہوں اور پڑھے لکھے بھی ہوں تو اس پیارے وطن کا مستقبل بہت ہی تابناک ہوگا۔ سکول کی دو بچیوں ہما اور ثنا نے ایک خاکہ پیش کیا جبکہ

بقیہ صفحہ 67 پر

روبینہ رشید پھول سوشل سروس کی سیکرٹری جنرل بن گئیں

لاہور (پھول نیوز) آنسہ روبینہ رشید جو پنجاب یونیورسٹی میں بی فارمیسی کے سیکنڈ پروفیشن کی طالبہ ہیں کو پھول سوشل سروس پاکستان کی جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے۔

بچوں کے عالمی دن پر پھول کلب گوجرہ فاروق ولیج کی تقریب

پاسبان سکاؤٹس کی بڑی تعداد نے شرکت حکومت بچوں کو حقوق دے' مقررین کا مطالبہ

رپورٹ و اہتمام...... میاں محمد افتخار معاون...... عمیر احمد سیکرٹری فاروق کلب تحصیل گوجرہ...... ایڈیشنل سیکرٹری جنرل سٹی و تحصیل گوجرہ تعاون...... پاسبان سکاؤٹ بچوں کے عالمی دن کے موقع پر پھول کلب فاروق گوجرہ نے فیصلہ کیا کہ اس ضمن میں پروگرام کسی گاؤں میں ترتیب دیا جائے اس لئے نواحی چک نمبر 297 ج ب تہیم آباد کے گورنمنٹ پرائمری سکول کا انتخاب کیا گیا۔ پھول کلب سٹی و تحصیل گوجرہ کے ایڈیشنل سیکرٹری جنرل عمیر احمد نے خصوصی معاونت کی۔ مقبول احمد لدو صدر کلب بدوملہی بنگلہ نے خصوصی شرکت کی۔ بچوں کے عالمی دن کی اس تقریب کی صدارت سینئر ہیڈ ماسٹر محمد شریف نے کی۔ میاں محمد افتخار نے سکول کے بچوں کی کثیر تعداد سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک کے تقریباً 85 فیصد بچے تعلیم صحت اور خوراک جیسی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں حکومت کو چاہئے کہ وہ بچوں کو ان کے بنیادی حقوق دیے جائیں تاکہ ایک خوشحال اور مثالی معاشرہ تشکیل پا سکے۔ ایڈیشنل سیکرٹری جنرل عمیر احمد نے کہا کہ بچے وطن سے بے لوث اور سچی محبت کرتے ہیں۔ قیام پاکستان اور تحریک پاکستان پر بھی بچوں کا جوش و خروش اور جذبہ حب الوطنی دیدنی تھا۔ مقبول لدو نے کہا کہ پھول بچوں کے نظریات اور سوچ کو تبدیل کرتا ہے۔ مہمان خصوصی محمد شریف نے کہا کہ وہ پھول کلب اور پاسبان سکاؤٹس کے مشکور ہیں

پاکستان ماڈل پبلک سکول کے پروگرام میں بچے مختلف آئٹم پیش کر رہے ہیں' مجاہد حسین ڈائریکٹر اور مسز بشریٰ مجاہد پرنسپل بچوں کو انعامات دے رہے ہیں

گوجرانوالہ میں جشن پھول کے موقع پر مس ساجدہ، حافظہ روبینہ، ثمرہ عبدالستار، فوزیہ جاوید، نبیلہ، ثمینہ یاسمین، خدیجہ اور شیریں خطاب کر رہی ہیں۔ حماد الرحمان گورایہ، حمیرا چاندنی، فیاض اللہ دتہ بیٹھے ہیں، دوسری جانب بچے پھول کی سالگرہ کا کیک کاٹ رہے ہیں

"بچے کائنات کا حسن ہیں" پھول کلب ملتان کا "پھول فیملی شو"

بچوں نے دلچسپ اور رنگا رنگ آئٹم پیش کئے الیکٹرانک میڈیا بچوں کو تخریبی سرگرمیوں پر لگا رہا ہے۔ بڑوں کیلئے چیلنج ہیں مقررین کا خطاب

رپورٹ و اہتمام: نعیم اقبال نعیم تعاون: دی ڈیسنٹ پبلک سکول ایم ڈی اے ملتان دی ڈیسنٹ پبلک سکول میں منعقدہ پھول فیملی شو ایک بے مثال پروگرام تھا۔ صدارت بیگم شمیم رانا ضلعی صدر مسلم لیگ شعبہ خواتین نے کی مہمان خصوصی میں خواجہ مظہر صدیقی صدر پھول کلب پنجاب بیگم نسیم ملک جنرل سیکرٹری مسلم لیگ شعبہ خواتین احمد ندیم بانی ادارہ اور عدیلہ خان صدر پھول گرلز کلب ملتان شامل تھے۔ اشفاق احمد ساجی رہنما، میمرا جبیں پرنسپل دی ڈیسنٹ پبلک سکول اور پروفیسر خولہ طاہر مہمان اعزاز تھے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت جہانگیر شاہ نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول کاشف قیصر نے حاصل کی دی ڈیسنٹ پبلک سکول کے بچوں نے خوبصورت رنگ برنگے ملبوسات میں معزز مہمانوں کو ویلکم کیا۔ (جب یہ بچے سٹیج پر پرفارمنس کیلئے آئے تو میوزک کے درمیان اچانک

"ایملی فائر" جل گیا اور بچوں کو "ڈیل کم" روکنا پڑا) اس کے بعد بچوں کے دلچسپ اور رنگا رنگ آئٹم کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خاکے ڈرامے، ٹیبلوز اور ڈانس پروگرام کے ذریعے بچے پنڈال میں موجود مہمانوں کو محظوظ کرتے رہے۔ قیصر عزیز، جہانگیر شاہ، صائمہ ارفع، سعدیہ، ثمینہ، راحیلہ، نائلہ بیگم، عظمیٰ، منظور، میمونہ تنویر، سائرہ ملک، ارفع، جویریہ، اسامہ، ندا، جعفر، ربعیہ، جعفری، اعجاز، عابد، ساجد، سجاد، عرفان، رضا علی اور مظفر صدیقی نے خوبصورت آئٹم پیش کئے۔ تقریب کے آخر میں کے نظامت کے فرائض دی ڈیسنٹ پبلک سکول کی طالبہ صوفیہ ملک اور پھول کلب ملتان کے صدر نعیم اقبال نعیم نے بطور صدارت نے سرانجام دیئے۔ تقریب سے اظہار خیال کرتے ہوئے مقررین عرفات ظہور سینئر نائب صدر پھول کلب ملتان رضوان مدنی جنرل سیکرٹری کہانی گھر، فیصل نعیم پریس سیکرٹری، عمر فاروق، اشفاق ندیم، پرنسپل میمرا جبیں اور

پروفیسر خولہ طاہر نے کہا کہ الیکٹرانک میڈیا بچوں کو تخریبی سرگرمیوں کی طرف راغب کر رہا ہے۔ مہمان گرامی خواجہ مظہر صدیقی، بیگم نسیم ملک، محمد احمد ندیم اور عدیلہ خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دور حاضر میں بڑوں کیلئے بیشمار چیلنجز موجود ہیں۔ بیگم شمیم رانا نے صدارتی خطاب میں کہا کہ بچے کسی بھی ملک کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ ماہنامہ پھول بچوں کو تعلیم، تفریح اور تربیت فراہم کر رہا ہے اور پھول کلب ملتان یہ فریضہ بخوبی سرانجام دے رہی ہے۔ مختلف مقابلوں میں حصہ لینے والے بچوں نائلہ، ارفع، جہانگیر شاہ، صوفیہ ملک، عروج حنا، سائرہ یاسمین، رفعت الرحمٰن، عرفان اشرف، سائرہ ملک اور مدیحہ ملک میں بہترین کارکردگی پر میڈلز اور ماہنامہ پھول کے گفٹ تقسیم کئے اور یوں کئی گھنٹے جاری رہنے والا بے شمار حسین یادوں کے نقوش چھوڑتا "پھول فیملی شو" اختتام پذیر ہوا۔

وزیر آباد میں مقابلہ نظم نویسی

وزیر آباد پھول کلب گرلز ونگ کے زیر اہتمام مقابلہ نظم نویسی منعقد کیا جا رہا ہے۔ مقابلے میں شرکت کے لئے وزیر آباد اور اس کے گردونواح یعنی گوجرانوالہ ڈویژن کے تمام پھول ساتھیوں کو مقابلے میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ نظم کا عنوان "پاکستان اور ہم" رکھا گیا ہے۔ نظمیں 30 جنوری تک دو روپے والے تین ڈاک ٹکٹ کے ساتھ اس پتے پر بھیجی جا سکتی ہیں۔ عفیفہ افضل سندل صدر پھول گرلز کلب وزیر آباد گلی نمبر 7 نظام آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

گوجرہ میں چلڈرن کمپلیکس کی تعمیر کا مطالبہ

رپورٹ: مواحد خان نصر من اللہ اہتمام: ڈاکٹر محمد جمیل نواز سعادتیں: تیمور ٹیپو عبداللہ سپی ثمینہ انور میمونہ انور تعاون: مسلم کیمبرج اکیڈمی بھلی برادر بچوں کے عالمی حقوق کے حوالے سے پھول کلب تحصیل گوجرہ بوائز اینڈ گرلز ونگ کی مشترکہ شاندار خصوصی تقریب مسلم کیمبرج اکیڈمی بلونت پورہ گوجرہ میں منعقد ہوئی جس کی صدارت سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر حاجی محمد نواز بھلی نے کی۔ مہمان خصوصی سے گذ سٹیزن و ممبر ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ڈاکٹر محمد زین العابدین تھے۔ مہمانان اعزاز کے طور پر چوہدری مشہور اختر، شعیب اختر، چوہدری محمد افضل، بابر سکندر، ڈائریکٹر ایلیٹ جیمز، چوہدری ارشد و ڑائچ شامل تھے۔ تلاوت

جلال پور پیروالہ پھول کلب کا افطار ڈنر

اہتمام: جاوید اقبال نسیم، آسیہ نواز رپورٹ حسن نبیل بزدار پھول کہانی گھر جلال پور پیروالہ کے زیر اہتمام جاوید قسیم کی طرف سے افطار ڈنر جس میں بہت بڑی تعداد میں ممبران نے شرکت کی۔ افطار کے بعد سب نے نماز مغرب حافظ خالد کی امامت میں ادا کی نماز کے بعد کہانی گھر کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت کی سعادت ماہ نور نے حاصل کی اس کے بعد نعت رسول مقبول جودی علی نے سنائی۔ سب سے پہلے کمپیئر آسیہ نواز نے حافظ خالد کو دعوت دی۔ انہوں نے رمضان کے احترام کے بارے بتایا اور کہا کہ ایک دکاندار سیزن میں بہت زیادہ مال اکٹھا کر کے رکھتا ہے کہ اس کو اچھے داموں میں فروخت کر کے نفع حاصل کرے گا۔ اسی طرح ہمیں بھی رمضان کو نیکیوں کا سیزن سمجھنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانی چاہئیں۔ جاوید اقبال نسیم نے کہا کہ ماہ رمضان میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ عشاء کے آخر میں شاکرہ بتول، نواز انجم سیف اللہ ربانی سیدہ طاہرہ نورین نے بھی ماہ رمضان اور ذمہ داریاں پر روشنی ڈالی۔ ایک ننھی سی بچی نادیہ نے نعت "میٹھا میٹھا ہے میرے محمد کا نام" سنائی جسے بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ اس کہانی گھر کی خاص بات کہ مہمان خصوصی آسیہ کے دادا جان نے تمام اہتمام کیا اور اپنی باتوں میں کہا کہ رمضان میں جو بچے روزے نہیں رکھتے ان کو بھی احترام ہے۔ کرنا چاہیے اور کھانا وغیرہ علیحدہ کھانا چا

بچے رمضان کیسے گزاریں پھول کلب ملتان کی خصوصی تقریب

اہتمام و رپورٹ: رضوان مدنی تعاون: طاہر پبلک سکول ملتان پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام رمضان المبارک کے سلسلے ایک خصوصی تقریب "بچے ماہ رمضان کیسے گزاریں؟" طاہر پبلک سکول ملتان کے وسیع و خوبصورت ہال میں منعقد کی گئی صدارت امیر جماعت اسلامی ملتان ظفر اقبال راؤ نے کی۔ مہمانان خصوصی میں علامہ فاروق خان سعیدی (مذہبی سکالر) اور خالد پرویز (محقق و کالم نگار نوائے وقت) تھے۔ نظامت کے فرائض رضوان مدنی نے سرانجام دیئے۔ تلاوت کی سعادت طاہر پبلک سکول کے طالب علم زبیر خادم نے حاصل کی جبکہ نعت سونیا ایوب، اسما وقار اور ہاجرہ نے پیش کی۔ پروفیسر خالد پرویز نے روزے کے متعلق بچوں کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب انوکھا محبوب اور انوکھا باغ سے چند واقعات و حکایات سنائی فاروق خان سعیدی نے کہا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ بچپن سے روزہ رکھنے کی عادت بہت سی برائیوں سے

بقیہ صفحہ 67 پر

گوجرانوالہ میں جشن پھول کی دو تقاریب

سنڈی وہیل نے سالگرہ کا کیک کاٹا

اہتمام: نائلہ آپی رپورٹنگ ٹیم: حافظ روبینہ مقدس نگہت میمونہ سحر گوجرانوالہ میں ماہنامہ پھول کی سالگرہ کے سلسلے میں پہلی تقریب جشن پھول کے نام سے بلقیس اختر میموریل سکول میں منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن حکیم کی سعادت ثمرہ عبدالستار نے حاصل کی۔ کمپیئرنگ کے فرائض پھول ٹیچرز کونسل کی رکن حافظہ روبینہ مقدس نے انجام دیئے۔ مس ساجدہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پھول کے پلیٹ فارم پر مختلف اذہان کے لوگوں کو آپس میں مل بیٹھنے اور بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا بہترین موقع ملتا ہے۔ فوزیہ جاوید نے اپنے خطاب میں کہا کہ روشنی ہم سے ہے ہم ہی اس ملک کے لیڈر ہیں اسی لئے پھول ہمیں اعتماد بخشتا ہے جو ہماری انسانی شخصیت کا سرمایہ ہے۔ نبیلہ نے پھول کے حوالے سے کہا کہ میں کافی عرصے سے پھول پڑھ رہی ہوں پھول نے میرے اندر

اپنی بھینی بھینی مہک سے میرا وجود مہکا دیا ہے۔ ثمینہ یاسمین نے کہا کہ پھول ایسے انتہائی خوبصورت رسالہ میں موجود تمام سلسلے ہمارے فکری رجحان کی تربیت کرتے ہیں۔ خدیجہ نے دوران خطاب کہا کہ پھول کے مطالعے سے ذہنی طور پر مثبت سوچ کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ میرے انداز تعمیری کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ شیریں نے کہا کہ پھول میں ادارت انتہا پراثر ہوتا ہے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے اب بھی پڑھتے رہنا چاہیے۔ اس موقع پر نائلہ آپی صدر پھول سنڈی وہیل، حمیرا چاندنی صدر کہانی گھر اور معروف ماہر تعلیم اللہ دتہ اور دیگر سماجی و علمی شخصیات بھی موجود تھیں۔ پھول کلب شمالی پنجاب کے صوبائی صدر حماد الرحمان گورایہ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ ماہنامہ "پھول" بچوں

بقیہ صفحہ 67 پر

پھول کہانی گھر ٹاؤن شپ کے دوسرے سالانہ پروگرام کے شرکاء

بقیہ: سیمینار

پڑھائیں پڑھیں اور پڑھائیں پر عمل کریں۔ سکول ہذا کے ہونہار طالب علم سعید مشرت آتے ہی جارحانہ انداز اپناتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور بہت پر اعتماد انداز میں بولے بچے کا موقف تھا کہ اگر انسان نے کچھ پانا ہے تو اپنا آپ سنوار یں اس کے بعد عرفان اور تشویر نے بہت اچھا خاکہ پیش کیا۔ پھول کہانی گھر شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ کے صدر محمد مراد چندرانی نے اپنے خطاب میں سندھ کی پسماندہ اور ناخواندہ صورتحال کا ذکر کیا اور بتایا کہ سندھ کے بچے بھی سوچ رہے ہیں اور اس سوچ میں زیادہ عمل پھول کا ہے۔ پھول آفس کے سیکرٹری برائے انفارمیشن عرفان الحق نے اپنے خطاب میں کہا کہ بچوں پر سختی نہیں کرنی چاہیے۔ بچوں کو پیار اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سید رضا شاہ اور ساتھیوں نے مزاحیہ خاکہ پیش کیا۔ (جو گزارے کے لائق تھا) مسز نسیم اختر نے کہا کہ پھول بچوں کو بہترین تربیت دے رہا ہے۔ حفیظ الرحمٰن نے اپنے خطاب میں کہا کہ بچوں نے ہی ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے ان کی بہتر تربیت ہونی چاہیے۔ محمد طاہر ترکمن نائب صدر پھول کلب پاکستان نے اپنے خطاب میں کہا کہ یہ پھول ہی کی کشش ہے جو مجھے اتنی دور سے یہاں کھینچ لائی ہے۔ تسلیم رسول وائس پرنسپل ہذا نے پھول کلب کی سرگرمیوں کو بہت پسند کیا۔ سیمینار کے مہمان خصوصی فضل الٰہی شاد ایڈووکیٹ نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ سب قائداعظم کے فرمان کے مطابق کام' کام' کام پر عمل کریں۔ مستقل مزاجی اور حالات کے پیش نظر کام کریں' جدوجہد' کوشش اور کردار سازی سے ہی ہمارا مستقبل درخشندہ ہے ہمارے ملک میں چند ایسے افراد ہیں جو سرمایہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ بچوں کے مستقبل کی کوئی فکر نہیں آپ نے مزید کہا کہ پاکستان کے آئین کے مطابق 14 سال سے کم عمر بچے مشقت نہیں کر سکتے لیکن اگر روزمرہ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو ہمیں یہ بچے ہر وقت ہر جگہ پر کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مہمان خصوصی نے پھول کلب مانگا منڈی کی طرف سے پھول کے شعبوں میں اعلیٰ کارکردگی پر تسلیم کوثر صدر پھول گرلز کلب پاکستان' محمد طاہر ترکمن نائب صدر پھول کلب پاکستان اور عبدالصمد مظفر صدر پھول کہانی گھر لاہور کو خصوصی ایوارڈ تقسیم کئے۔

بقیہ ملتان

اور خواجہ مظہر صدیقی (صدر پھول کلب پنجاب) شامل تھے صدارت بیرسٹر ظفر اللہ خان (ایڈمنسٹریٹر بلدیہ ملتان) نے کی وقت مقررہ سے پہلے مختلف سکولوں کے بچے ہال میں پہنچ چکے تھے پروگرام کا آغاز تحسین حیدر نے کی جگہ معاونت کے لئے عدیلہ خان اور مدیحہ غفور بھی شامل تھیں۔ کلام الٰہی کے فیوض و برکات سے مستفید کرنے کے لئے دی ڈیسنٹ پبلک سکول کے طالب علم قیصر منیر کو دعوت دی گئی۔ نعت رسول مقبول گورنمنٹ اقبال گرلز ہائی سکول ملتان کی طالبہ ماریہ رفیع نے پڑھی۔ اس کے بعد دھوں کو گرما دینے والے قومی نغموں اور ترانوں کو جوش دلانے کے لئے وطن کی محبت لبریز ٹیبلو "اے وطن ہم ہیں تری شمع کے پروانوں میں" دی ڈیسنٹ پبلک سکول کی طلباء طالبات نے پیش کیا۔ گورنمنٹ اقبال گرلز ہائی سکول کی طالبات نے "مالک اور نوکر" پر خاکہ پیش کیا۔ اسلامک ماڈل سکول کے طلباء طالبات نے حضرت علامہ اقبال کے امر نظم "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" بہت اچھے انداز میں پیش کی۔ بچوں کو

ڈرانے کے لئے کرائے کی چڑیل آئی ہوئی تھی بچوں نے کسی قسم کی دلچسپی کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔ "سیکہ اور سسرال" کے عنوان سے خاکہ برائٹ ویز جونیئر ماڈل سکول قدیر آباد ملتان کی طالبات بسم اللہ خان' ریحانہ قمر' نفیسہ جاوید' نازیہ ملک' نجیرہ خان اور ملکہ خان نے پیش کیا۔ اس خاکے کی جان بسم اللہ خان کی بے ساختہ اداکاری تھی ایک ایک جملے کی ادائیگی پر زبردست داد دی گئی۔ ہال قہقہوں سے دیر تک گونجتا رہا۔ عہدیداران پھول کلب نعیم اقبال' نعیم محمد زبیر' ارشد نواز' راشد' عرفان ظہور' زبیر ناصر نے پھول کے اغراض و مقاصد اور پھول کلب ملتان کی کارکردگی پیش کی۔ فیصل نعیم نے "یہ پھول ہمارا ہے" اپنی توتلی زبان میں سنا کر خوب داد وصول کی' چہروں پر خوشیاں بکھیرنے کے لئے پیروڈی "لیتے دے بوجھو چ کتابیاں" ڈیسنٹ پبلک سکول کی تیار کردہ ننھی منی بچیوں نے پیش کی۔ ہمارا من پسند گانا "اتنے بڑے جیون ساگر میں تونے پاکستان دیا۔ ہو اللہ" کو سنانے اقبال گرلز ہائی سکول کی طالبات سٹیج پر آئیں پھول کلب کے ممبر رفیق نازاوران کی ٹیم نے ٹیکواڈو کا شاندار مظاہرہ کیا۔ ان میں ایک چھوٹی سی پیاری سی بچی سعدیہ سلطان کو قلابازیاں اور کک لگاتے دیکھ کر سب حیران رہ گئے ڈیسنٹ پبلک سکول ملتان کی طالبات نے مختلف پاکستانی گانوں کے بول پر تیار کیا خاکہ کوئی خاص تاثر نہ چھوڑ سکا۔ برائٹ ویز جونیئر ماڈل سکول کے طالب علم فرحان سلطان نے "نشان حیدر" پر خوب تقریر کی۔ اب چہروں پر مسکراہٹ بکھیرنے کے لئے تحسین عبداللہ آئے اور ان کے مزاحیہ اشعار سے محفل کشت زعفران بنی رہی۔ خاکہ "خاندانی پہلوان" عمران ممتاز اور سکندر نے پیش کیا۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اسلام شاد (جنرل سیکرٹری پرائیویٹ سکولز) نعیم ارشد' فضل کریم شہزاد' مسز ثریا خالد نے کہا کہ پھول جس انداز میں بچوں کی تربیت کر رہا ہے اور روز بروز اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔ کرنل آصف جمال (ڈی جی ایم ڈی اے) نے کہا کہ آج کی تقریب میں شرکت کر کے میری ساری مایوسی ختم ہو گئی ہے۔ پھول بچوں کی اس انداز میں تربیت کر رہا ہے تو مجھے بے پناہ مسرت ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پاکستان کی بہتری کے لئے مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ مجھے تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا ہے کہ پھول نوائے وقت کا میگزین ہے تو مجھے اور خوشی ہوئی۔ نوائے وقت سے خاص محبت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاہدین کو جیکٹ سے ان کی ضروریات زندگی کا سامان دے آتے ہیں۔

بقیہ: دودھ

ہے۔ خام مال کا صفائی سے لے کر پیکنگ اختیار کرنے تک کے تمام مراحل سرانجام پاتے ہیں۔ نظم وضبط سے تمام مراحل دیکھے ایک جگہ بچے خاص طور پر بہت خوش ہوئے جہاں مختلف خاص ٹیوب لائٹس کی روشنی میں انڈے دھاگے اور ناخالص دھاگے کے گوتے کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ آخر میں پیکنگ کا مرحلہ دیکھا۔ کوالٹی کنٹرول کے شعبے میں گئے جہاں ممبران کی خواہش پر مختلف ٹیسٹ پر فارم کئے گئے وزٹ سے فارغ ہو کر مل کی طرف سے دی گئی ریفریشمنٹ سے ممبران نے بھرپور انصاف کیا۔ پھول کلب مظفر گڑھ کے عہدیداروں کے ساتھ جنرل منیجر صاحب نے خصوصی نشست کی اور پھول کلب کی سرگرمیوں کے بارے میں تبادلہ خیال کیا اور نظام تعلیم پر بحث میں حصہ بھی لیا۔ سکولوں کے بچوں نے حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں۔ منہاج ماڈل سکول' لاریب سکول' وطن فاؤنڈیشن'

لعل انجلز' مکتب دانش' اعلیٰ پبلک سکول' حسن پبلک سکول' کنڈر گیلیکسی' تعمیر ملت پبلک سکول۔

بقیہ: ماڈل سکول

طالبہ رابعہ ادریس نے ایک نظم سنائی کامران اور انکے ساتھیوں اور قراۃ العین سلیم اور ساتھی بچوں نے نہایت ہی موثر اور حیران کن انداز میں معروف کشمیری نغمہ "تیری جنت میں آئیں گے اک دن" سنایا۔ اس دوران "کب ہوں گے کم اس دنیا کے غم" کا کشمیر کے حوالے سے ایک ٹیبلو پیش کیا۔ "اس پرچم کے سایہ تلے ہم ایک ہیں" ربعیہ' ماہ رخ اور اسلم نے خوبصورت ہم آہنگ آواز میں سنایا۔ بچوں نے "قائداعظم تیرا احسان ہے احسان" اور پہاڑ اور گلہری خاکہ پیش کیا کومل شاہد اور کومل عزیز حاضرین کے لئے دلچسپی اور توجہ کا اس لئے مرکز بن گئیں کہ ایک بچی اپنی جسامت کے اعتبار سے پہاڑی جبکہ دوسری ننھی منی بچی گلہری معلوم ہوتی تھی۔ اس تقریب میں سکول کے بچوں نے نہایت ہی دلکش فینسی ڈریس شو بھی پیش کیا۔ سکول کی پرنسپل محترمہ بشریٰ معروف عالم دین ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کی بیٹی ہیں۔ تین گھنٹے جاری رہنے والی اس تقریب کی کمپیئرنگ ریڈیو اور ٹی وی کے معروف پروڈیوسر عرفان جمیل نے کی۔ صحت مند بچوں کے مقابلہ میں ڈیڑھ درجن بچے پیش کئے گئے عمران جاوید کو نئے سال کا صحت مند بچہ قرار دیا گیا۔

بقیہ رمضان

بجاتی ہے۔ لعل حسین شاہ اور خالد حسین پرنسپل سکول ہذا نے خطاب کرتے ہوئے کہا پھول کلب ملتان کی یہ اچھی کوشش ہے۔ انہوں نے بچوں میں اسلامی جذبہ بیدار کرنے کے لئے پروگرام مرتب کیا۔ پھول کلب ملتان کے عہدیداران نعیم اقبال' عرفات ظہور' فیصل نعیم' چودھری عامر مدنی اور مظہر عباس نے روزے کے متعلق خطاب کیا۔ صدر تقریب راؤ اقبال (امیر جماعت اسلامی ملتان) نے اپنے خطاب میں بچوں پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالیں غیر قوموں کے فیشن کو چھوڑ کر سنت نبوی پر عمل پیرا ہوں۔

بقیہ گوجرانوالہ

کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا مقدس مشن لے کر اپنی اشاعت کے اگلے سال میں داخل ہو گیا ہے۔ حماد الرحمان گوراپہ نے مزید کہا کہ ماہنامہ پھول ادب کے ذریعے بچوں کی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے۔ آخر میں صدر پھول کلب پنجاب شمالی حماد الرحمان گوراپہ نے مس روبینہ مقدس کو پھول نیچر کونسل کا رکن جبکہ فوزیہ جاوید اور شیریں کو پھول کلب کے یونٹ کا صدر نامزد کیا۔ تقریب کے اختتام پر پھول سنڈی وِنگ کی صدر نائلہ آپی کی جانب سے پھول کی سالگرہ کا کیک پھول بچوں کے جھرمٹ میں کاٹا گیا۔ جشن پھول کی دوسری تقریب مریم کمپلیکس میں ہوئی جہاں پھول نیچرز کونسل کے ممبر عظمت رشید نے دوران خطاب کہا کہ بچوں کی صحیح اور مستقبل سے ہم آہنگ تعلیم و تربیت ایک کٹھن کام ہے ماں باپ اور اساتذہ کی تربیت کے بعد مطالعہ ایسی چیز ہے جس سے بچے کچھ سیکھ سکتا ہے۔ پھول ممبر قاسم یوسف نے کہا کہ پھول تو واقعی پھول ہے اس کے مطالعے سے روح معطر ہو جاتی ہے۔ دانیال محمود نے کہا کہ پھول میں ایڈیٹر بھیا کا انفرادی اور سبق آموز اداریہ ہماری ذہنی تربیت میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

پھول کلب ملتان کے "پھول فیملی شو" میں بچے مختلف آئٹم پیش کر رہے ہیں

پھول کلب وہاڑی کی افطار پارٹی

اہتمام: ذیشان اختر شیخ معاونین: حافظ محمد جمیل' مزمل علیمی' محسن اشرف رپورٹ: عثمان اختر پھول کلب وہاڑی نے گذشتہ دنوں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا۔ محفل میلاد کی صدارت پھول کلب جنوبی پنجاب کے صدر محمد ذیشان اختر شیخ نے کی جبکہ مہمان خصوصی پاک گرامر سکول کے پرنسپل حافظ محمد جمیل تھے۔ محفل میلاد میں بچوں نے اپنی خوبصورت آواز میں دنیا کے سب سے پیارے انسان حضرت محمد ﷺ کی شان میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے پھول کلب جنوبی پنجاب کے صدر محمد ذیشان اختر شیخ نے کہا کہ رمضان المبارک نیکیوں کا مہینہ ہے اور پھول کلب وہاڑی نے بھی اس مبارک مہینے میں محفل میلاد اور افطار پارٹی کا اہتمام کر کے اپنا نام اللہ کے ہاں کامیاب ہونے والوں کی لسٹ میں لکھوا لیا ہے۔ پاک گرامر سکول کے پرنسپل حافظ محمد جمیل نے کہا کہ ماہ رمضان میں پھول کلب کا یہ اقدام خوش آئند ہے۔ امید ہے کہ پھول کلب آئندہ بھی ایسی روحانی تقاریب منعقد کرتا رہے گا۔

پھول کلب وہاڑی کے زیراہتمام تقریب سے صدر پھول کلب جنوبی پنجاب ذیشان شیخ خطاب کر رہے ہیں

ٹھہریئے اس طرح بات نہیں بنے گی

آیئے کمپیوٹر کو ذرا ڈھنگ سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں

نعیم احسن --- دوسری قسط

لیفٹ کلک

جب بایاں ماؤس بٹن پریس کر کے چھوڑا جاتا ہے تو اسے لیفٹ کلک کہتے ہیں۔ ونڈوز میں زیادہ تر استعمال لیفٹ کلک کا ہے۔ اس لئے جب صرف کلک کرنے کو کہا جاتا ہے تو اس سے مراد لیفٹ کلک ہی ہوتا ہے۔ ونڈوز کے پرانے ورژنز یعنی 3.X وغیرہ میں صرف یہی بٹن ہی استعمال ہوتا تھا۔ دائیں ماؤس بٹن کا ان میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ تاہم ونڈوز 95-98 اور 2000 وغیرہ میں دائیں ماؤس بٹن کا استعمال اب کسی طور پر بھی بائیں ماؤس بٹن سے کم نہیں ہے۔

رائٹ کلک

جب دایاں ماؤس بٹن تیزی سے پریس کر کے چھوڑا جاتا ہے تو اسے رائٹ کلک کہتے ہیں۔ ونڈوز میں اب کثرت سے رائٹ کلک کا استعمال بھی ہونے لگا ہے بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ رائٹ کلک سے بہت سے ایسے کام کئے جاسکتے ہیں۔ جنہیں کرنے کے لئے دوسری صورت میں کئی اقدام کرنے پڑتے ہیں۔ ونڈوز 98 اور 2000 میں رائٹ کلک کا بڑا اہم کام ہے۔ اس سے Contex Sensitve مینو ظاہر ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی چیز پر رائٹ کلک کرنے سے ایک مختلف مینو ظاہر ہوتا ہے جس میں صرف اس چیز کے متعلق آپشن ہوتے ہیں۔

ڈبل کلک

ڈبل کلک سے مراد یہ ہے کہ ماؤس بٹن کو دو مرتبہ لگاتار اس طرح کلک کیا جائے کہ ان کا درمیانی وقفہ نہ ہونے کے برابر ہو بالکل اسی طرح جیسے کسی دروازے پر دستک دی جاتی ہے۔ تو بہت کم درمیانی وقفہ کے ساتھ ٹھک ٹھک کیا جاتا ہے۔ ونڈوز میں ڈبل کلک کے لئے لیفٹ بٹن ہی استعمال ہوتا ہے۔ دائیں ماؤس بٹن کو ڈبل کلک نہیں کیا جاتا۔ بعض لوگ تیزی سے رائٹ کلک نہیں کر سکتے۔ اس لئے ونڈوز میں یہ سہولت بھی موجود ہے کہ کلک کا درمیانی وقفہ بڑھایا جاسکے۔ اس طرح ہم ونڈوز کو یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم تیزی کے ساتھ کلک نہیں کر سکتے اس لئے اگر ہمارے کلک کرنے کا درمیانی وقفہ تھوڑا زیادہ بھی ہو جائے تو اسے ڈبل کلک ہی سمجھا جائے۔

ڈریگ کرنا

ڈریگ کرنے کا عمل اس طرح ہوتا ہے کہ دائیں یا بائیں ماؤس کو کلک کرنے کی بجائے اسے مستقل طور پر دبائے رکھتے ہوئے ماؤس پوائنٹر کو سکرین پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جائے۔ اس میں ماؤس کو حرکت دینے سے قبل بٹن پریس کرنا ہوتا ہے اور جس جگہ اس حرکت کا اختتام ہونا ہوتا ہے۔ وہاں ماؤس بٹن کو چھوڑنا ہوتا ہے۔ ماؤس کو حرکت دیتے وقت مسلسل بٹن پریس کر کے رکھنا پڑتا ہے۔

ڈریگ کرنے کے ساتھ ساتھ ڈریگ اینڈ ڈراپ کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ کسی آبجیکٹ کو سکرین پر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانے کے عمل کو "ڈریگ اینڈ ڈراپ" کہتے ہیں۔ ان سب اعمال کی وضاحت اس وقت ہو جائے گی جب آپ ونڈوز استعمال کرنا شروع کریں اور ساتھ ہی ان کی اہمیت کا بھی آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

پرائمری اور سیکنڈری ماؤس بٹن

عام طور پر ماؤس کے دو بٹن ہوتے ہیں ان میں سے ایک پرائمری بٹن اور دوسرا سیکنڈری بٹن ہوتا ہے۔ اگر ونڈوز کی وہی سیٹنگ برقرار رہنے دی جائے تو انسٹال کرتے وقت ہوتی ہے تو بایاں ماؤس بٹن "پرائمری" یا ابتدائی بٹن ہوتا ہے اور دایاں "سیکنڈری" یا ثانوی بٹن ہوتا ہے۔ جو لوگ دائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں ان کی شہادت کی انگلی پرائمری ماؤس بٹن پر آئے گی۔ لیکن جو لوگ بائیں ہاتھ سے کام کرنے کے عادی ہیں وہ جب ماؤس کو بائیں ہاتھ سے کام کرنے کے لئے استعمال کریں گے تو ان کی انڈکس فنگر دائیں ماؤس بٹن پر آئے گی۔ ایسے لوگ چاہیں تو دائیں بٹن کو پرائمری اور بائیں بٹن کو سیکنڈری بنا سکتے ہیں۔ فی الحال ہم اس الجھن میں پڑے بغیر ونڈوز کی بنیادی سیٹنگ کے مطابق بائیں بٹن ہی کو پرائمری بٹن سمجھتے ہوئے کام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ایڈوانس لیول کی باتیں آپ

اس قسم کی تصویروں کے ذریعے ونڈوز آپ سے ڈائیلاگ کرتا ہے

ونڈوز سیکھنے کا آغاز کمپیوٹر آن کرنے سے ہوسکتا ہے

اس وقت خود ہی سمجھ جائیں گے۔ جب آپ ونڈوز کا استعمال سیکھ جائیں گے۔

ونڈوز کا آغاز

جس کمپیوٹر میں ونڈوز انسٹال کیا گیا ہے وہ کمپیوٹر ایک ونڈوز مشین کے طور پر بوٹ ہوتا ہے۔ کمپیوٹر آن کرنے پر جو کام سب سے پہلے ہوتا ہے اسے بوٹ اپ پروسس کہتے ہیں۔

ونڈوز سیکھنے کا آغاز کمپیوٹر آن کرنے سے ہوسکتا ہے۔ کمپیوٹر کو آن آف بٹن کے ذریعے آن

کریں۔ تھوڑی دیر تک سکرین سیاہ رہے گی اور اس پر مختلف طرح کے حروف سفید رنگ میں ظاہر ہوتے رہیں گے۔ یہ کام چند سیکنڈ تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد سکرین گرافک موڈ میں چلی جاتی ہے اور ونڈوز کی ابتدائی سکرین ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ونڈوز 95 کی سکرین ہے۔ ونڈوز 98 اور ونڈوز 2000 کی سکرین شکل میں اس سے تھوڑی مختلف ہے لیکن وہ سکرین بھی اسی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ جب تک یہ سکرین ظاہر رہتی ہے اس وقت تک آپ کو انتظار کرنا ہوتا ہے۔ اس سکرین کو بوٹ ٹائم سکرین کہتے ہیں اور یہ اس وقت تک آپ کو دکھائی دیتی رہتی ہے جب تک ونڈوز لوڈ نہ ہوجائے۔ اس دوران سکرین کے نچلے حصے میں ایک پٹی میں نیلے رنگ کی ایک لہر چلتی رہتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ونڈوز لوڈ ہونے کا کام ہورہا ہے۔

جس کمپیوٹر پر آپ نے کام شروع کیا ہے اگر وہ کسی نیٹ ورک کا حصہ ہے تو ایک اور طرح کی تصویر ظاہر ہوگی۔

اس قسم کی تصویروں کو ڈائیلاگ باکس کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس قسم کی تصویروں کے ذریعے ونڈوز آپ سے ڈائیلاگ یعنی بات چیت کرتا ہے۔ اس قسم کے ڈائیلاگ باکسز میں سے آپ اپنی مرضی کی چیز کا انتخاب کرکے ونڈوز کو ہدایت دیتے ہیں کہ اسے کون سا کام کرنا ہے۔

اس ڈائیلاگ باکس میں نیٹ ورک سے منسلک ہونے کے لئے پاس ورڈ دیا جاتا ہے۔ پاس ورڈ سے مراد ایک مخصوص کوڈ ہوتا ہے جو کمپیوٹر استعمال کرنے والا یا ونڈوز انسٹال کرنے والا شخص خود ہی طے کرتا ہے۔ اگر آپ کو پاس ورڈ معلوم نہ ہو تو اپنے کسی سینئر سے معلوم کریں۔ جسے اس کا علم ہو۔ یہ پاس ورڈ دے کر انٹر پریس کر دیں۔ پاس ورڈ درست ہونے کی صورت میں سکرین کی شکل یکسر بدل جائے گی اور اگر پاس ورڈ درست نہیں ہو گا تو اس کے لئے ونڈوز آپ کو پیغام دے گا کہ آپ کا دیا گیا پاس ورڈ درست نہیں ہے۔

ایسی صورت میں دوبارہ درست پاس ورڈ دیں اور انٹر پریس کریں۔

بعض صورتوں میں (جیسے کہ اگر کمپیوٹر کسی نیٹ ورک سے منسلک نہ ہو اور انفرادی طور پر الگ تھلک کام کر رہا ہو تو) یہ ڈائیلاگ باکس ظاہر نہیں ہوتا اور براہ راست وہ سکرین آ جاتی ہے جو اس ڈائیلاگ باکس میں پاس ورڈ درج کرکے انٹر پریس کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ سکرین ونڈوز کے ماحول یا انوائرنمنٹ میں آپ کی میزبان ہوتی ہے یہی ونڈوز کا سنٹر پوائنٹ ہے۔ اس کا مرکزی عنصر ہے اور ونڈوز میں کئے جانے والے تمام کاموں کا نقطہ آغاز یہی سکرین ہے۔ اسے ونڈوز کا ڈیسک ٹاپ کہتے ہیں۔

ونڈوز ڈیسک ٹاپ

ونڈوز 95-98 اور 2000 میں بہت معمولی فرق کے ساتھ یہ سکرین ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔ یہاں ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اسے ڈیسک ٹاپ (Desktop) کیوں کہتے ہیں۔

ڈیسک کا مطلب میز ہے اور ڈیسک ٹاپ میز کی اوپری سطح کو کہتے ہیں۔ جب میز کرسی پر بیٹھ کر کوئی کام کیا جاتا ہے تو میز پر ضرورت کی بہت سی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ جیسے فائل فولڈرز، لکھنے کا پیڈ، قلم، رولر، کلپ بورڈ، کیلکولیٹر اور اسی طرح کی دیگر چیزیں ضرورت کے مطابق لوگ اپنی میزوں پر رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور اہم چیز بھی ہوتی ہے جو میز کے اوپر نہیں بلکہ میز کے نیچے رکھی جاتی ہے۔ اس میں کام کرنے کے دوران آپ اپنی غیر ضروری چیزیں پھینکتے ہیں۔ آپ نے پہچان لیا ہوگا؟ اسے ردی کی ٹوکری کہتے ہیں۔

کمپیوٹر کی سکرین پر ظاہر ہونے والے ونڈوز ڈیسک ٹاپ کو بھی اسی لئے ڈیسک ٹاپ کہا جاتا ہے کہ اس پر آپ کی ضرورت کی تمام اشیاء موجود ہو سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ ردی کی ٹوکری بھی جو عام حالت میں میز کے اوپر نہیں رکھی جاتی۔ اب یقیناً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ڈیسک ٹاپ کیا ہوتا ہے۔ ونڈوز میں بھلا یہ آپ کا

ماؤس کو حرکت دیتے وقت مسلسل بٹن پریس کر کے رکھنا پڑتا ہے

میزبان کیسے ہے؟ یہ اس طرح ہے کہ اس جگہ سے آپ کام کا آغاز کرتے ہیں۔ لیکن کام شروع کرنے سے پہلے ہم دیکھیں گے کہ ونڈوز ڈیسک ٹاپ پر ہمارے لئے کیا کچھ ہے۔

ڈیسک ٹاپ کی تصویر کو غور سے دیکھیں۔ ایک نظر دیکھنے پر یہ دو حصوں پر مشتمل نظر آتی ہے۔ اس کی نچلی طرف ایک لمبی پٹی ہے جو سکرین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ پٹی چوڑائی میں صرف آدھ انچ یا بعض اوقات اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ اسے '' ٹاسک بار (Taskbar) کہتے ہیں۔ اس کے اوپر کا سارا حصہ یکساں ہوتا ہے۔ لیکن اس پر کئی چیزوں کی تصویریں ایک ترتیب سے نظر آتی ہیں۔ ان تصویروں کو آئیکونز (Icons) کہتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں '' شارٹ کٹ'' بھی کہتے ہیں۔

واہ کیا بات ہے

مرتب: عقیلہ اقبال

زندگی

میں نے ساحل سمندر پر ایک بچے کو دیکھا جو ایک کشتی پر نظریں جمائے ریت کے گھروندے بنانے میں مشغول تھا۔ اچانک لہریں سی اٹھیں۔ کشتی ڈگمگائی بے چین سی صدائیں بلند ہوئیں۔ بچہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس کے صحتمند گالوں پر پڑتے ڈمپل کو دیکھ کر میں نے سوچا۔

یہی تو زندگی ہے۔

اتنے میں اک لہر سی اٹھی اور گھروندہ بہہ گیا۔ بچے کی موٹی موٹی آنکھوں میں پانی کی نمکین لہریں ابھر آئیں تب میں نے سوچا۔ "نہیں"۔

زندگی تو یہ ہے۔

(مصباح وقار-پنڈی سیدپور ضلع جہلم)

ایک خوشگوار لفظ

ہمدردی کا لفظ اگر بولا جائے تو وہ ٹوٹے ہوئے دل کو سکون پہنچاتا ہے اسی طرح ایک آنسو جو کسی کیلئے بہایا جائے یا ایک اشارہ یا حرکت جو اس سلسلے میں کی جائے ہمارے لئے ایک سچا دوست حاصل کر لیتی ہے اسی طرح ایک کرخت لفظ اور سخت نظر کی وجہ سے کئی اس طرح مرجھا جاتے ہیں جس طرح نئے کھلے ہوئے پھول اگر ان کو سخت ہاتھ لگائے جائیں ورنہ یہی پھول ہماری پرامن زندگی زندگی میں خوشی مہیا کرتے اسلئے ایک خوشگوار لفظ یا ایک خوشگوار نظر معمولی چیز نہیں۔ یہ دلوں کے زخموں کو بھرتی ہے اور انہیں ٹوٹنے سے بچاتی ہے انگریزی سے ترجمہ (عائشہ بھٹہ- سلانوالی)

بے شک دیر تک سوچو

☆...... بیوقوف آدمی کی دوستی اور دشمنی سے بچو کیونکہ کوئلہ اگر گرم ہو تو ہاتھ کو جلا دیتا ہے اور اگر ٹھنڈا ہو تو ہاتھ کالے کر دیتا ہے۔

☆...... کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ، تجربہ سے عقل، عقل سے خیال اور خیال سے نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں۔

☆...... قسمت پہیے کی مانند گھومتی ہے۔ کوئی نیچے آ جاتا ہے اور کوئی اوپر۔ تم جب اوپر آؤ تو نیچے والوں کے ہاتھ تھام لو کیونکہ اگلے چکر میں تمہیں ان کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔

☆...... بیشک بہت دیر تک سوچو مگر تمہارا فیصلہ سوچنے کے بعد اٹل ہونا چاہئے۔

(راحت اکبر- گرین ٹاؤن لاہور)

"توبہ"

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت جنید بغدادیؒ سے توبہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ توبہ میں تین باتیں ہونی چاہئیں۔ اول "ندامت" دوسرے اس بات کا مصمم ارادہ کہ آئندہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ تیسرے ماضی میں کیے گئے گناہوں کے کفارے کا خیال۔

(شہناز چوہان- شہداد پور)

مثال دنیا

مولانا روم سے کسی نے دنیا کی حقیقت پوچھی تو آپ نے فرمایا

دنیا کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص جنگل میں چلا جاتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے شیر آ رہا ہے۔ وہ بھاگا جب تھک گیا تو دیکھا کہ آگے گڑھا ہے۔ چاہا کہ گڑھے میں گر کر جان بچائے لیکن گڑھے میں ایک اژدھا نظر آیا۔ اب آگے اژدھے کا خوف، پیچھے شیر کا ڈر۔ اتنے میں ایک درخت کی ٹہنی پر نظر پڑی اسے پکڑ کر درخت پر چڑھ گیا مگر درخت پر چڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ درخت کی جڑ کو دو سفید اور سیاہ چوہے کاٹ رہے ہیں۔ بہت خوف ہوا کہ تھوڑی دیر میں درخت کی جڑ کٹ جائے گی اور میں نیچے گر پڑوں گا اور پھر شیر اور اژدھا کا لقمہ بننے میں دیر نہیں لگے گی۔

اتفاقاً اس کی نظر شہد کے ایک چھتے پر پڑی وہ اس شہد شیریں کو پینے میں اتنا مشغول ہو گیا کہ نہ شیر کا ڈر رہا نہ اژدھے کا خوف اور نہ چوہوں کا غم۔

اتنے میں دفعتاً درخت کی جڑ کٹ گئی اور وہ گر پڑا۔ شیر نے چیر پھاڑ کر گڑھے میں گرا دیا اور اژدھے کے منہ میں جا پہنچا۔

جنگل سے مراد دنیا ہے اور شیر موت ہے کہ پیچھے لگی ہے۔ گڑھا قبر ہے جو اس کے آگے ہے اور اژدھا اعمال ہے کہ قبر میں ڈسیں گے۔ چوہے دن اور رات ہیں۔ درخت عمر ہے اور شہد کا چھتا دنیائے فانی کی غافل کر دینے والی لذت ہے کہ انسان دنیا کی فکر میں موت اور اعمال بد کی جوابدہی وغیرہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور پھر اچانک موت آ جاتی ہے۔

(روبینہ رمضان- نارووال)

پاکیزگی کا ستون

ایک شخص محمد دین نے ضلع لدھیانہ کے کسی گاؤں میں آٹا پیسنے کی مشین لگائی ہوئی تھی اس نے اس کی مالیت دو ہزار دو سو روپے درج کی ہوئی تھی۔ مشین خریدنے کی اصل رسید بھی درخواست کے ساتھ منسلک تھی۔ ہمارا بورڈ پانچ ہزار روپے سے زائد مالیت کے اثاثوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ میں نے محمد دین سے کہا کہ اگر اس نے اپنی مشین کی قیمت دو ہزار دو سو روپے کی جگہ پانچ ہزار درج کی ہوتی تو بورڈ اسے ضرور معاوضہ دیتا کیونکہ اس کے کاغذات بڑے صاف اور سچے ہیں۔ اس نے جواب دیا اچھا میری قسمت۔ قیمت ہی دو ہزار سو روپے ہے تو پانچ ہزار کیسے لکھ دیتا۔ بورڈ والے نے کہا تم نے یہ مشین آٹھ برس پہلے خریدی تھی اب تو قیمتیں بڑھ گئی ہیں اب تو اس کی قیمت پانچ ہزار سے اوپر ہو گی۔ محمد دین ہنسا۔ صاحب آپ بھی بڑے بھولے ہیں۔ پرانی ہو کر تو مشین کی قیمت گھٹتی ہے بڑھا نہیں کرتی۔ محمد دین کو ہم کچھ نہ دے

سکے لیکن وہ ہمیں بہت کچھ دے گیا۔ صبح سے لے کر شام تک ہمارے بورڈ کو جھوٹ' فریب اور لالچ کے جس طوفان بدتمیزی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس ماحول میں محمد دین جیسے انسان دیانت امانت اور پاکیزگی کے وہ ستون ہیں جن کی برکت سے قومیں زندہ ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔

قدرت اللہ شہاب کی تصنیف "شہاب نامہ" سے اقتباس

(آسیہ رضا/ابعا افضل- ٹیکسلا کینٹ)

جس کا علم نہ ہو

دکان پر ایک خاتون ایک پونڈ مکھن لئے ہوئے آئیں اور دکاندار سے بولیں "مجھے افسوس ہے یہ مکھن مجھ سے کیچڑ میں گر گیا تھا۔ اگرچہ میں نے اسے خوب اچھی طرح دھو لیا ہے پھر بھی کراہت محسوس ہو رہی ہے۔ براہ کرم اس کے بدلے مجھے دوسرا مکھن دے دیجئے۔ یہ مکھن آپ کسی اور کے ہاتھ بیچ دیجئے گا۔ آپکا بھی نقصان نہیں ہو گا اور جو شخص اسے خریدے گا اسے بھی کچھ پتہ نہیں چلے گا کیونکہ جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو وہ کراہت کا باعث نہیں ہوتی۔"

دکاندار نے سر جھکا کر کہا "آپ کا حکم سر آنکھوں پر" مکھن لے کر وہ دکان کے اندرونی حصے میں گیا اندر پہنچ کر اس نے مکھن کا کاغذ اتارا اور نیا کاغذ لپیٹ دیا پھر وہ اسی مکھن کو لے کر نکلا اور خاتون کے حوالے کر دیا۔

خاتون شکریہ ادا کر کے چلی گئیں۔ دکاندار نے مسکرا کر دکان میں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کہا "جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو وہ کراہت کا باعث نہیں ہوتی۔"

(صبا خان- لاہور)

جس کے پاس جو ہو

ایک پچیس سالہ نوجوان جب یروشلم کی ایک گلی سے گزرا تو ایک شخص نے برابر سے نمودار ہو کر کہا۔ بے دین گمراہ ہمیں اپنے آباؤاجداد سے منحرف کرنا چاہتا ہے۔ خدا تجھے ذلیل اور خوار کرے اور تباہ و برباد کرے۔ نوجوان نے مسکرا کر اس شخص کو دعائیں دینا شروع کر دیں۔

ایک تیسرے شخص نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ شریر تمہیں گالیاں دے رہا ہے اور جواباً تم اسے دعائیں دے رہے ہو۔ تم اس کو گالیاں بھی دے سکتے تھے۔

شریف نوجوان نے تحمل سے جواب دیا جس کے پاس دینے کیلئے جو کچھ ہوتا ہے' دوسروں کو وہی دیتا ہے۔ میرے پاس دعائیں تھیں میں نے اس کے جواب میں اس کو دعائیں دیں۔ یہ شریف نوجوان حضرت عیسیٰ تھے۔

(محمد انور تبسم- گڑھ فتح شاہ)

راز کائنات

مشہور فلسفی ابن طفیل نے ایک دن خوش ہو کر لوگوں کو بتایا۔ اے لوگو! میں نے وہ راز پا لیا جس سے انسانی معاشرہ خوش و خرم رہ سکتا ہے۔

ایک دوست نے دریافت کیا وہ کس طرح؟

ابن طفیل نے جواب دیا۔ کائنات کی ہر چیز دوسروں کیلئے ہے درخت اپنا پھل خود نہیں کھاتا دریا اپنا پانی خود نہیں پیتا یہ بہاریں' برساتیں' زمزمے دوسروں کیلئے ہیں بس وہی انسانی زندگی اچھی اور کامیاب کہلاسکتی ہے جو دوسروں کیلئے ہو۔

(زمرد طاہر- قصور)

"ٹکراؤ"

مشاعرے میں فراق گورکھ پوری کی موجودگی میں ایک نوجوان شاعر نے ان کی زمین میں غزل پڑھی جس میں ان کا ایک شعر شامل تھا۔ مشاعرے کے بعد فراق نے اسے پاس بلایا اور کہا "میاں یہ کیا؟ تم نے میرا شعر اپنی غزل میں ٹانک لیا" نوجوان شاعر نے تجاہل سے کہا "خیال سے خیال ٹکرا گیا ہو گا" فراق طیش میں آگئے' بولے "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سائیکل ہوائی جہاز سے ٹکرا جائے" (حافظ نصیر بیگ- تربیلا ڈیم پھالیہ)

صحبت کا اثر

شریف النفس انسان کو کوئی صحبت خراب نہیں کر سکتی۔ صندل کے درخت میں ہزار سانپ لپٹے ہوں لیکن ان کا زہر صندل پر اثر نہیں کرتا۔ (شازیہ نورین- ننکانہ صاحب)

کچھ باتیں کام کی

☆...... تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھو۔ اس سے فراغت پانے پر جائز طریقہ سے روزی کماؤ کیونکہ دولت اور علم ایک ہی وقت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔

☆...... ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق خدا کو آرام دینا ہے۔

(حاجی محمد عامر مغل- ڈسکہ)

☆...... جو خدا کے کاموں میں مصروف ہو جائے خدا اس کے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے۔

☆...... مصیبت میں صبر کرنا سخت ہے لیکن صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا سخت تر ہے۔

☆...... کسی شخص کے اخلاق و عادات پر اس وقت تک بھروسہ نہ کرو جب تک کہ اسے غصے کی حالت میں نہ آزما لو۔

(محمد عمران خاں سرمدؔ صدف- کمالیہ)

☆...... زبان کی لغزش قدم کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔

☆...... جب آدمی کا خلق اچھا ہو جاتا ہے تو اس کا کلام بھی لطیف ہو جاتا ہے۔

☆...... تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند وہ ہے جو ان میں ترقی کرتا رہے۔

☆...... صبر ایک ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی۔

☆...... سب سے زیادہ عاجز و لاچار وہ شخص ہے جو دوستوں سے محروم ہو اور اس سے عاجز و لاچار وہ ہے جو دوستوں کو پا کر گنوا دے۔

☆...... ہر انسان کی قیمت اس کی خوبیاں ہیں۔

☆...... سب سے زیادہ غنی اور بے نیاز کرنے والی دولت عقل ہے۔

☆...... جلدبازی حماقت ہے اور یہ انسان کی بدترین دشمن ہے۔

☆......جس کام کو پورا کرنے کی طاقت نہ ہو اسے اپنے ذمہ مت لو۔

(فرزانہ صابر- صادق آباد)

اسے اللہ بچائے گا

حضرت اسماء بنت یزیدؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "جس آدمی نے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنے سے دوسروں کو منع کیا اللہ ضرور اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔" (علی حسن نوید- لاہور)

ایک آنسو

آپ کا ایک آنسو کسی کے زخموں پر مرہم رکھ سکتا ہے۔ آپ کا ایک آنسو آپ کے گناہوں کو دھو سکتا ہے۔ آپ کا ایک آنسو کسی کے دل میں نرماہٹ اور محبت جگا سکتا ہے۔ آپ کا ایک آنسو کسی کو فتح کر سکتا ہے۔ مگر یاد رہے یہ آنسو فریب نہ ہو بلکہ حقیقی اور دل سے ٹپکا ہو تو اثر ضرور رکھے گا ورنہ سوائے پانی کے کچھ نہیں۔

(سونیا لطیف قریشی- مظفرگڑھ)

ہم حیران رہ گئے

پاکستان عالمی معیار کا بہترین فٹ بال تیار کر رہا ہے

پھول ٹیم سیالکوٹ کی ایک فٹ بال فیکٹری جا پہنچی

رپورٹ: عروبہ بتول
تعاون: احمر اکیڈمی اچھرہ لاہور

کچھ دن پہلے بھیا جی سے کسی تفریحی و سفری پروگرام کی فرمائش کی۔ "بھیا جی بھی تو ہمارے ہی بھیا ہیں اور مان دینا ان کی عادت۔" کہنے لگے کوئی آئیڈیا؟ ڈرتے ڈرتے ہیڈ مرالہ کا مشورہ دیا۔

بولے' پرابلم ختم۔ بعد میں جو کچھ ہوا بس اللہ جی کی مرضی سے ہو گیا۔ کب ہوا' کیسے ہوا' کچھ پتا ہی نہیں چلا۔ فوراً سے پہلے عفیفہ باجی کو سیالکوٹ فون کیا' کہ ہم ان کے گھر کو رونق بخشنے والے ہیں۔ وہ بھی فوراً مان گئیں' ہاں ان کو اپنی گھریلو کیاریوں کی کچھ فکر ضرور تھی۔ جو کہ اب تک ختم ہو چکی ہو ں گی۔ ان کیاریوں میں مولیاں' گاجریں' مرچیں' لیموں' گوبھی اور پالک سبھی کچھ تھا۔

خیر مقررہ تاریخ کو صبح پونے سات بجے پہنچنے کا سندیسہ ملا۔ ہم بھی "حسب عادت" پورے سات بجے پہنچے۔ ہماری پیاری پیاری بہنیں۔ شفا اور شموس اپنی امی جان کے ہمراہ موجود تھیں۔ اور ہاں بابر بھائی اپنی کلاس فیلوز کو پونے سات کا وقت بتا کر خود ابھی تک غائب تھے۔

روبینہ رشید' تحریم زنیرہ رضوان بھائی منصور فائز کا یہ پھول ٹیم کے ساتھ پہلا دورہ تھا۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام عبدالصمد مظفر نے بڑی سمجھداری سے کیا۔

رستہ میں بھیا جی نے معلومات کی پٹاری کا رخ پہیلیوں کی طرف موڑ دیا۔ مثلاً وہ کون سا جاندار ہے جس سے انسان نے عقل سیکھی مگر وہ جانور ہے اور نہ انسان؟ سبھی سوچتے رہے۔ بالآخر معلوم ہوا کہ جواب کوا ہے۔

خوب لطیفے بھی سنے اور سنائے گئے۔ سب سے زیادہ لطیفے ماریہ مجید کی طرف سے آئے اور پھر کہنے لگیں کہ میں تو اتنا نہیں بولتی۔

ناشتے کی باری پر بھی خاموش' سب سے پہلے ثنائیلہ کی طرف سے ناشتہ آیا۔ جس کے مینو میں "سلائس" شامل تھی۔ اس نے خوشی خوشی سب کو حصہ دیا۔ اور پھر عمر کی طرف سے جس کے مینو میں "بن" شامل تھا۔ دونوں کی طرف سے محبت بھرا اصرار اس قدر شدید تھا کہ کھاتے ہی بنی جو لوگ اپنے اپنے ناشتے چھپائے بیٹھے تھے انہوں نے بھی جھجکتے ہوئے اپنا ناشتہ پیش کر دیا۔

میرے بریک فاسٹ منی سی "نارنجیوں" نے سب کو بہت پریشان کیا۔ جس کے پاس جتنی آ گئیں انہوں نے خوب اڑائیں اور جن کے پاس صرف خوشبو آئی وہ سوچتے رہے کہ آخر "کینو" ہیں کہاں۔ ابھی تو سفر شروع ہوا تھا کہ سیالکوٹ پہنچ گئے' تاہم سڑک کے دونوں اطراف سبزے اور فصلوں نے سبھی کو خوب محظوظ کیا۔

عفیفہ آپی نے خوب تپاک سے "ویل کم" کہا۔ چائے اور لوازمات پیش کئے اور تمام قوم نے خوب انصاف کیا۔ اور باقی بچ جانے والی مٹھائی اور بسکٹ شفاء نے ہائی جیک کر لئے۔ سبھی حیران تھے کہ آخر وہ ایسی کب تھیں۔ مگر راز بعد میں کھلا۔ جب انہوں نے کھانے کے بعد سب کو سویٹ ڈش کھلا کر ثواب حاصل کیا۔ بھیا جی کے "حق" میں ہونے والی "سازش" کی تیاری مکمل تھی۔ کمرے کی لائٹس آف کر کے ان کو کمرے میں لایا گیا۔ اور ان پر پھولوں کی پتیاں پھینک کر ہپی برتھ ڈے کہا گیا۔ انہوں نے خوب تصویریں بنائیں۔ (لائیٹ آن ہونے کے بعد بھیا جی نے

حیرانی سے ایک نظر خود پر اور ایک نظر انکل اختر پر ڈالی............ پھر ہمارے اصرار پہ کیک کاٹا اور خوب دعائیں سمیٹیں اور ہمیں بھی خوب دعائیں دیں۔

چائے کے بعد فٹ بال فیکٹری کا دورہ کیا گیا۔ چائلڈ لیبر پر پابندی کے بعد تمام کام بڑوں سے ہی لیا جاتا ہے۔ ہمارے ہنرمندوں کی محنت اور مہارت آج ساری دنیا میں مانی جاتی ہے۔ جس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ اولمپکس میں استعمال ہونے والے ہر قسم کے فٹ بالوں کا نوے فیصد پاکستان مہیا کرتا ہے۔ سٹچنگ کرتے ہوئے کاری گروں کے ہاتھ بیک وقت چلتے ہیں تو کسی مشینی عمل کا گماں ہوتا ہے۔ حمیرا فاروق کو نہ جانے کیا سوجھی پوچھنے لگیں کہ فٹ بال سر پر لگے تو چوٹ کیوں نہیں لگتی اور وجہ جان کر سب ہی حیران ہوئے کہ فٹ بال کا بیرونی ڈیزائین جن کو آج تک صرف خوبصورتی ہی سمجھتے رہے وہ دراصل چوٹ سے بھی بچاتے ہیں۔ یہ باتیں ہمیں شاہد اور اکرم بھائی (سپروائزر) نے بتائیں۔ انہوں نے فٹ بال کی تیاری کے تمام مرحلے سمجھائے۔ دونوں دس سال سے فٹ بال بنانے اور بنوانے کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے مطابق وہ اپنی فیکٹری میں 10000 فٹ بال ماہوار تیار کرتے ہیں۔ ایک بال میں عام طور پر 0.8 سے 1.0 Bar تک ہوا بھری جاتی ہے۔ اور اس کا اوسط وزن 440 gms per Piece ہوتا ہے۔ عائشہ آپی نے سب سے پہلے فٹ بالوں کا تحفہ مانگا اور شرماتا ہوا جواب آیا کہ ہم تو دے ہی رہے تھے۔

فٹ بال فیکٹری سے ہیڈ مرالہ روانگی ہوئی۔ وہاں پر بھیا جی نے سب کو ڈیم کے کام کرنے کا طریقہ بتایا۔ ڈیم کی ہسٹری کے متعلق معلومات شاہد بھائی سے لی گئیں۔ حمیرا جن کے سپرد یہ ذمہ داری بھیا جی نے لگائی تھی وہ صرف ہنستی ہی رہیں بھیا جی نے اپنے تجربے کی بناء پر چاول کی کٹائی کے سارے مرحلے سمجھائے اصل میں وہاں سے دو اونٹ گزر رہے تھے اور ان پر چاول کی پرالی لدی تھیں عائشہ آپی تو بس لٹو ہی ہو گئیں کہ اس کے ساتھ فوٹو بنوانی ہے۔ ڈیم کنارے کھانا کھایا گیا جو کہ بڑی مہارت سے گرم کیا گیا لکڑیاں لائی گئیں اور جلائی گئیں اور پھر اتنی ہی محبت سے ہر کسی کو کھلایا بھی گیا۔

میں نے ماریہ اور عائشہ آپی نے بھی ماریہ کے پیسوں سے سب سے چوری گول گپے اڑائے اور کھانے کے دوران ہی بہت ہمدردی سے کھانا نہ کھانے کی وجہ دریافت کرتے رہے۔

کھانے کے دوران نوشین آپی کہنے لگیں جن کے گھر مہمان آئیں ان کو پتہ چلتا ہے بھیا جی نے سمجھایا کہ مہمان سمجھتے ہیں کہ میزبان بیچارہ پریشانی میں ہے مگر وہ کتنا خوش ہوتا ہے کوئی اس سے پوچھے۔ آخر رزق اس کے حقدار کو پہنچا رہا ہوتا ہے۔

ہم کہاں خاموش رہنے والے تھے فوراً بولے! تو آپ کے گھر آنا ہی پڑے گا اس کے بعد جو کچھ ہوا صرف ہمارے ساتھ ہوا۔ راز ہی رہے تو بہتر ہے۔ ڈیم پہ موجود رینجرز والوں کا رویہ بہت برا تھا کچھ ساتھی ان کی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو ان میں ایک صاحب نے سختی سے کہا سویلین کا ہماری مسجد میں نماز کا حکم نہیں ہے۔ منع کرنے کیلئے وہ نامعقول اپنی بندوق تک اٹھا لایا۔ یہ فوج والے کیسے جوان تیار کر رہے ہیں۔ کم عقل و کم فہم دل بہت برا ہوا۔

اب واپسی کا سفر تھا ہمیشہ کی طرح یقیناً اداس کر دینے والا۔ ماریہ کچھ زیادہ ہی اداس تھیں۔ اتنی جلدی واپسی پر واپسی پر سب ہی اپنے اپنے شعر سناتے رہے سب سے اچھا ''دیوان'' غضنفر بھائی کا رہا۔

Keep it up کچھ سنتے کچھ اپنی سناتے دوستیاں کرتے اور پہلی والی کی تجدید کرتے ہماری کوچ نے لاہور کو چھوا۔ جاتے جاتے سب نے عفیفہ باجی اور گھر والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہاں سب نے اپنا مشترکہ فیصلہ بھی سنایا کہ ''تمہاری آپی تم سے زیادہ سویٹ ہیں''

شکریہ ادا کرنے والوں سے ہم بھلا کیا کہتے بس سوچ ہی سکے۔ ارادے کا حوصلہ تو پیارے اللہ جی نے دیا اور ارادے کو تم سب لوگوں کی محبت اور توجہ نے کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ پیارے لوگو! تم لوگوں کے ساتھ کے بغیر یہ کیسے ممکن تھا شکریہ تو مجھے تم لوگوں کا ادا کرنا تھا اور تم سب نے موقع ہی نہ دیا ہاں ایک دعا ہے کہ پیارے اللہ جی تم سب کو ہمیشہ اچھا ہی رکھیں۔

اتنے خوب صورت فٹ بال دیکھ کر بچے ہی نہیں بڑے بھی مچل گئے

سلگن

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

Best

ماسی بشیراں انڈہ پھینٹ رہی ہے اور مجھے لگ رہا اس برتن میں انڈہ نہیں میرا ہی وجود ہے جو پھینٹا جا رہا ہے۔ غصہ زیادہ ہو یا بے بسی دونوں ہی صورتوں میں انسانی وجود اسی طرح پھینٹا جاتا ہے۔

تھوڑی دیر پہلے میں نے گھر کے ملازموں میں تنخواہیں بانٹی ہیں۔ مہینے بھر کا سودا سلف لانے کیلئے پیسے دیئے ہیں۔ دھوبی کے بل، دودھ والے کا حساب اخبار والے کے پیسے بھی ادا کر دیئے ہیں۔ یہ سارا بوجھ اتار کر اصولی طور پر تو مجھے یوں شانت ہو جانا چاہئے تھا جیسے گرد بھرے پتوں سے لدے درخت کو بارش کی پہلی پھوار دھو دیتی ہے۔ ہلکا اور آسودہ کر دیتی ہے۔ مگر میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ صرف ایک نگاہ نے سب کچھ زیروزبر کر دیا۔ میری اپنی ماں کی نگاہ نے یہ کام کیا ہے۔

سردیوں اور سرد ہواؤں کا سیدھا اثر نئی کونپلوں اور پھلدار پودوں کے پھلوں پہ ہوتا ہے ان پہ ایک نامہربان سرد رات بھی بہت بھاری پڑ جاتی ہے۔ پالے سے ساری نمو مار دیتی ہے۔ نئی بڑھوتری کے امکان مٹا دیتی ہے۔ یہ پالا مارے پودے پھر کبھی پھل نہیں دے پاتے۔ پروان کیا چڑھتے وہیں چھومچھو ہو جاتے ہیں۔

جیسے جیسے سکول جانے کا وقت قریب آ رہا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کیا اس بھرے پرے گھر پر اب کبھی بہار نہیں اترے گی۔

کیا اب خزاں ہی یہاں مستقل بسیرا کرے گی اور ان سوکھے پتوں جیسے ناگوار رویوں کے ساتھ ہی جینا پڑے گا۔ میری ماں کی نگاہوں میں ناگواری ہمیشہ بوچھاڑ کی صورت رہتی ہے۔ وہ اپنے انتخاب اور ہدف کو ڈھونڈتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ اتفاق کہیے یا سوئے اتفاق کہ میں جو ان کی سب سے بڑی مداح اور حامی تھی اور ان کے ہر کام کی توجیح ڈھونڈا کرتی تھی۔ اب خود کو کتنی دیر سے سمجھا نہیں پا رہی۔ دکھ اور تکلیف سے اب میرا اپنا سانس پھول رہا ہے۔ آپ کو کیسے بتاؤں کہ میرے ماضی کے کتنے سال اس دکھ سے بھرے ہیں۔

تذکرہ نہ کیا جائے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ دکھ کا وہاں سے گزر نہیں ہوا۔ یا کسی درد نے دل میں قیام نہیں کیا۔ میرا تو دل بھی اس دکھ سے لبالب بھرا ہے اسی دکھ میں صبح ہوتی ہے اسی میں شام ہوتی ہے۔ یہ ایسی قید ہے جس سے رہائی ممکن نہیں۔ اس کی اونچی دیواریں میری اپنی ہی ماں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس کی اتنی محنت کا حاصل یہ دیواریں میں کیونکر توڑ سکتی ہوں۔ پیارے ابو میں آپ کا کیا کروں؟ میں آپ کے اس آدھے اور پورے گھر کا کیا کروں جس میں جابجا مکڑی کے جالے لگے ہوئے ہیں۔

جب جب سکول سے لوٹ کر آتی ہوں مجھے ان جالوں میں ایک بڑی سی مکڑی نظر آتی ہے۔ میں نے پہلی بار یہ جالا کب دیکھا۔ اب تو یاد بھی نہیں۔ ہاں وہ دن ضرور یاد ہے جب اپنے ابو کو ایک جالے کے پاس کھڑے روتے دیکھا تھا۔

میرا کتنا جی چاہا تھا کہ بھاگ کر ان سے لپٹ جاؤں ان کے سینے میں چھپ جاؤں ان کے دکھ اور تکلیف کو چن لوں اور رونے نہ دوں۔ پھر یہ سوچ کر رونے دیا کہ سنا ہے رونے سے اندر کا غبار دھل جاتا ہے۔ دل کو تھوڑا سکون آ جاتا ہے میں دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہ بہانہ ہو میرا خیال ہو اور ابو کو دل سے پیار کرنے کی خواہش کبھی اتنی زور آور ہوئی ہی نہ ہو کہ اس پر عمل ہوتا

ابو کیا ہوا؟ میں نے بہت مان سے پوچھا تھا انہوں نے میری طرف دیکھے بنا کہا

بچے! کچھ بھی تو نہیں۔ بس پڑھتے پڑھتے اس کا خیال آ گیا۔ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور اس میں لکھا تھا "اور ان کی مثال مکڑی کی سی ہے وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ اس بات کو جانتے۔ یہ جس چیز کو خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ ہی ہو۔ خدا اسے جانتا ہے۔ سورۃ عنکبوت کی یہ آیت تھی۔ جس نے انہیں اندر باہر سے دھواں دھواں کر دیا تھا۔

وہ گھر جو میں نے تمہاری ماں کیلئے بنایا تھا وہ بھی تو اس جالے کی طرح بودا اور کمزور ثابت ہوا۔

بس اس میں ایک ہی تار باقی ہے بچے!

اور وہ تم ہو۔ تم میرے یقین اور بے یقینی کے درمیاں۔ امید اور ناامیدی کے درمیان ایک تار عنکبوت بن کر اس لئے لٹکتی رہو گی کہ تم سے ابو نے پیار بہت کیا۔

بابا پلیز! میں زور سے بڑبڑائی تھی۔

جی بی بی جی۔ ماسی بشیراں نے گھبرا کر میری طرف دیکھا۔ وہ جانے کب سے ناشتہ لئے میرے سامنے کھڑی ہے۔ بی بی جی آپ کا ناشتہ کہاں رکھوں سکول سے دیر ہو رہی ہے آپ کو۔ وہ میرے جواب کا انتظار کئے بغیر بول رہی تھی۔

بڑی بی بی کو کمرے میں ہی ناشتہ کروا دیا ہے جی!

ہور حکم! میں ناشتہ کئے بغیر ہی سکول آ گئی ہوں۔ یہ سٹی سکول کئی سالوں سے میری زندگی میں ہے۔ بے شک یہ شہر کے مہنگے سکولوں میں سے ایک ہے مگر مجال ہے اس کی آبادی کبھی کم ہوئی ہو۔ میں عام طور پر جلدی سکول آنے کی عادی ہوں۔ پہلے اس لئے کہ مجھے کسی کی ڈانٹ سننی نہ پڑے اور اب اس لئے کہ مجھے کسی کو ڈانٹنا نہ پڑے۔ آپ ٹھیک سمجھے ہیں۔ پہلے میں یہاں پڑھا کرتی تھی۔ اب پڑھنے والوں کو سنبھالتی ہوں۔
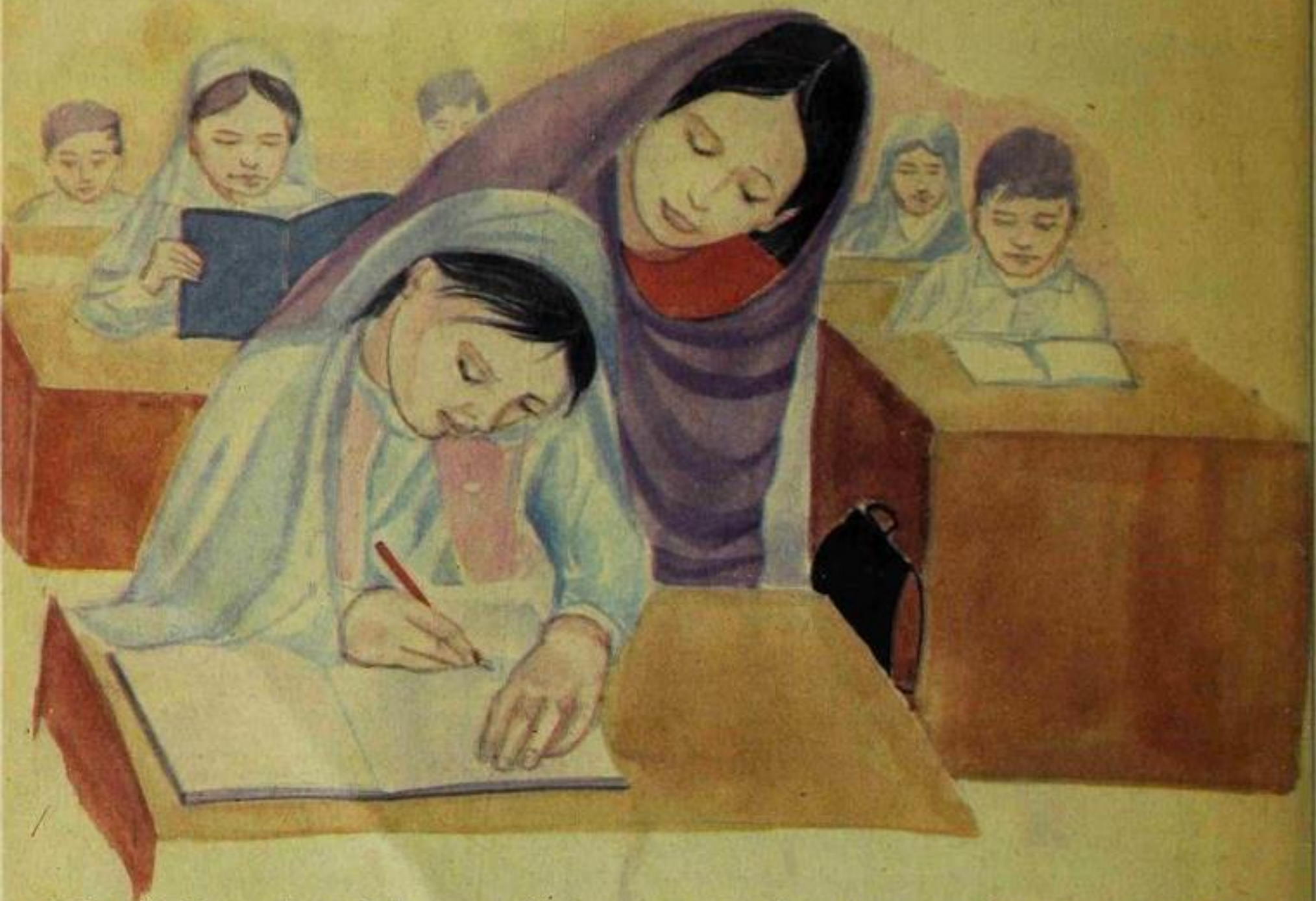
ان کو سنبھالنے سے فرصت ملے تو پڑھا بھی دیتی ہوں میری کلاس کے اکثر بچے بڑے ہی عجیب ہیں۔ان کا گھر جانے کا دل ہی نہیں کرتا۔کلاس ختم ہو جائے تو کھیلنے لگتے ہیں۔کھیلنے کو منع کریں تو کسی کونے میں آنکھیں موندھے اونگھتے نظر آئیں گے۔

وہ گھروں کو جائیں بھی تو کیسے۔ان کو لانے لے جانے والی ویگنیں تو ہیں نہیں کہ وقت پہ آ جائیں۔یہ بڑے گھروں کے بچے ہیں۔ان کو پک کرنے والے بھی بڑے لوگ ہیں۔کبھی کسی کی مما آتی ہیں تو کبھی کسی کے پاپا۔ایسا بھی ہوا ہے کہ کئی بار ہی دونوں ہی ایک دوسرے کی ذمہ داری سمجھ کر سکول آنا بھول گئے اور بچوں کو رخصت کرنے کی ڈیوٹی کی وجہ سے مجھے کئی کئی گھنٹے ان کے انتظار میں سلگنا پڑا۔

یہ سلگن بھی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ایک ٹھنڈی میٹھی ہوتی ہے بس رلا دیتی ہے ایک کڑوی کسیلی ہوتی ہے۔سلگا دیتی ہے اندر سے ہلکا دیتی ہے۔ایک سلگن ایسی بھی ہوتی ہے جو لمحوں میں جھلسا دیتی ہے آگ لگا دیتی ہے۔سلگن کوئی بھی ہو اور کیسی بھی ہو نہ من کو راحت دیتی ہے نہ تن کو۔بس سلگائے جاتی ہے۔آنسو چھلکائے جاتی ہے جھلسائے جاتی ہے۔

وہ ایک جھلسی ہوئی دوپہر تھی جب ایک کالے کوٹ والے صاحب ہمارے گھر آئے۔یہ کئی مہینوں بعد ہوا تھا کہ کسی مہمان نے ہمارے گھر کی بیل بجائی ہو ابو کے مہمان اس لئے نہیں آ سکتے تھے کہ امی انہیں ہی نہیں ان کے مہمانوں کو بھی بہت گھٹیا اور گنوار سمجھا کرتی تھی۔مسکرا کر ملنا تو درکنار وہ پاس سے گزر بھی جائیں تو آنے والے کو اپنے کانوں کی فکر پڑ جاتی جو ان کے آتے جاتے کہے جملوں کے باعث کبھی سرخ ہوتے اور کبھی گرم۔امی کے مہمانوں کو یہ گھر اپنے گھروں سے چھوٹا اس کا آرام اپنے گھروں سے تھوڑا اور اس کے باسی اپنے لوگوں سے چھوٹے لگتے تھے۔ایسے میں امی کی زبان بہت کاٹ دار ہو گئی تھی۔

دو دو ٹکے کے کالے کوٹ پہن کر آ جاتے ہیں ملنے!میرے والد تو اپنے نوکروں کو بھی ایسے ردی کوٹ پہننے نہ دیتے۔دروازہ کھولنے سے پہلے یہ ارشادات مہمان کے کانوں تک پہنچ چکے تھے دروازہ کھلا تو ایک مسکراتا ہوا چہرہ طلوع ہوا

میڈم!یہ میرا پروفیشنل کوٹ ہے پانچ ہزار روپے میں اسے اچھے کریم بخش سے خریدا تھا۔آپ کہیں تو رسید پیش کر دوں۔آج تک فائل میں لگی ہوئی ہے۔

امی نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔بلکہ گھورا تھا۔کسی نے ان کی بات کا اس قدر برمحل اور برموقع جواب کب دیا ہوگا۔

کون ہو تم......امی نے بڑے تکبر اور بدتمیزی سے سوال کیا تھا۔

’’خاتون! میں عمر، تجربے، رتبے میں آپ سے بڑا ہوں۔ یہ طرز گفتگو مناسب نہیں، کاش آپ نے کسی پڑھے لکھے خاندان میں آنکھ کھولی ہوتی تو آپ کی زبان میں کسی قدر نرمی اور زندگی میں راحت ہوتی‘‘ ’’میرے والد اس شہر کے بڑے روساء میں سے ہیں کسی بھول میں مت رہیے۔ آپ جیسے کئی دو دو کوڑی کے وکیل ان کے ذاتی ملازم ہیں اور جس سے آپ ملنے آئے ہیں اس کو بھی پہلی ملازمت میرے ہی والد نے ایک سیمنٹ فیکٹری میں لے کر دی تھی تب اس ٹٹ پونجیے کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ آج بڑا اپنا پھرتا ہے۔ دانش ور۔ وہاں رہتا تو آج جنرل منیجر ہوتا۔ ممکن ہے میرے والد اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتے۔

ممن بی بی! میرا خیال تھا تکبر حماقت ہی کی ایک قسم ہے مگر آج پتا چلا دونوں مل جائیں تو ان کا جادو دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ زبان سے فوارے کی طرح پھوٹتا ہے۔ بوند بوند نہیں گرتا۔ چھینٹے اڑاتا ہے۔ پیچ پیچ کر خود متکبر کو گراتا ہے۔ اور گرائے چلا جاتا ہے بڑی ہمت ہے عبدالقدیر صاحب کی۔ آپ جیسی خاتون کے ساتھ اتنے سال رہ لیا۔

آج وہ تو مجھے منع ہی کرتے رہ گئے کہ خود مت جایئے ڈاک سے بھجوا دیں۔ یا کسی ہرکارے کے ہاتھ مگر میں نے سوچا خود چل کر بات کرتا ہوں۔ شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔ پر آپ دوسرے کو زخم دے کر اپنی انا کو خوراک دیتی ہیں۔ آپ کو کوئی کیا سمجھائے

میں صوفے پر ہاتھ رکھے یہ سب سن رہی تھی۔ میرا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ کسی ڈر اور خوف سے نہیں صدمے سے۔ بے بسی سے۔ ایک دو بار میری سہیلیاں آئی تھیں۔ مما نے انہیں کھلانے پلانے اور حال احوال پوچھنے کی بجائے اپنا اور اپنے خاندان کی امارت کا اس قدر تذکرہ کیا کہ میری دوستیں بے مزہ ہو کر اٹھ گئیں۔ پھر کبھی مرے گھر نہ آنے کیلئے۔

ایڈووکیٹ اصلاح الدین نام ہے میرا۔ عبدالقدیر صاحب میرے کلائنٹ ہی نہیں پرانے دوست ہیں ایک کامیاب سیلف میڈ اور مہذب انسان کے طور پر انہیں ایک دنیا جانتی ہے مگر میں نے انہیں ایک متوازن اور احسان شناس آدمی پایا ہے۔

انہوں نے آپ کی خواہش اور مطالبے کے مدنظر اس گھر کا آدھا حصہ آپ کے نام کر دیا ہے اور باقی آدھا حصہ آپ کی بیٹی ملیحہ کے نام ہوگا۔ آپ کو اپنی مرضی کا حصہ چننے کا بھی حق دیا گیا ہے۔ اس دستاویز پر دستخط ہونے کے ساتھ ہی آپ دونوں کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ بھی باقی نہیں رہے گا۔

ملیحہ اسی گھر میں رہے گی اور اسے تمام عمر بغیر کسی مطالبے کے اپنی اور گھر کی ضرورت کے تمام اخراجات ملتے رہیں گے آج سے گھر کی چابیاں اس کے حوالے ہوں گی آئندہ سے نوکروں ملازموں اور لین دین کے تمام معاملات کی مختار وہی ہوگی۔ اسی کی بات مانی جائے گی۔

گڈ! امی نے جلدی سے سائن کر دیئے تھے تو اس جاہل نے بالآخر گھر پر میرا حق مان ہی لیا۔ یہ میری زندگی کا نیا تجربہ ہوگا۔ وہ بڑبڑائی تھیں

جی جی! اصلاح الدین ایڈووکیٹ زیر لب مسکرائے

خاتون! برا مت مانئے گا۔ آپ کو اس نئے تجربے میں لگے گا کہ خدا نے آپ دونوں کو اکٹھا کرنے کے تجربے کے اثرات اتنے بگڑے ہوئے دیکھے ہیں کہ اس نے تجربے کی بساط ہی لپیٹ دی ہے۔ وہ انکل چلے گئے تو میرا خیال تھا امی بہت دل سے روئیں گی۔ دکھی ہوں گی۔ عمر بھر کا رشتہ تھا ٹوٹ گیا۔ جہاں کبھی اتنے تعلق رہے ہوں وہاں وہ بنیاد ہی نہ رہے تو دل پر کیا بیتی ہوگی مگر ان کا ایک ہی تبصرہ تھا۔ خس کم جہاں پاک۔ میرے سات بھائی ہیں۔ دیکھنا کیسے پلکوں پہ بٹھاتے ہیں۔ پھر فون کے ڈائل گھومنے لگے۔ امی نے یہ خبر ہر جگہ دے کر داد چاہی۔ تب انہیں پہلی بار اندازہ ہوا کہ پلوں کے نیچے سے بہت زیادہ پانی بہہ گیا ہے۔

انہی دنوں میں مس امبر سے ٹکرائی تھی۔ میرے لئے تو ابر کا ٹکڑا تھیں۔ ایسی مہربان جیسے پیاسی دھرتی اور سوکھی دراڑوں میں اگے کسی پودے کو اچانک کہیں سے مہربان سا پانی میسر آ جائے۔ میں نے ایک روز ان سے پوچھا تھا مس یہ برو کن ہوم کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا اور پھر دھیرے سے رو دیں۔ تب تو مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ روتی دوست کو تو گلے لگا کر چپ کروایا جا سکتا ہے کوئی مس رو پڑے تو کیا کرتے ہیں۔

مس امبر نے اپنے پرس سے ایک چھوٹی سی کتاب نکالی اس پر قرآن پاک لکھا تھا۔ اس میں سے انہوں نے ایک سورۃ نکالی وہی جس پر عنکبوت لکھا تھا۔

انہی دنوں میرے ابو مجھے سیر کروانے لے گئے۔ چھوٹی سی عمر کے اتنے بڑے تجربے سے میں دوچار ہو چکی تھی کہ یہ بوجھ میری برداشت سے زیادہ تھا۔ میں نے کہا ابو ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ وہ بولے نہیں بیٹے یوں نہیں کہتے۔ رشتے ضرورتوں سے تو نہیں پہچانتے۔

یہ نہ ضرورتوں سے بنتے ہیں اور نہ ضرورتوں کی تکمیل سے جڑے ہی رہتے ہیں۔ محبت اور خدمت نہ ہو تو ایسی کوئی ایلفی ایجاد نہیں ہوئی جو کسی رشتے کو جوڑ سکے۔

ہمارے گھر ملازموں اور کام کرنے والوں کے علاوہ مہینوں کوئی نہیں آتا تھا۔ تبھی تو مجھ پر بھید کھلا کہ غم اور خوشی سے بے نیازی بھی ایک کیفیت ہے جو ان دونوں سے بے نیاز ہونے پر حاصل ہوتی ہے۔ پھر نہ پیڑ رہتی نہ جلن، چبھن بھی ہو تو وقتی سا درد ہوتا ہے۔ پھر دکھ درد۔ خوشی سب ختم ہو جاتے ہیں۔

میری ماں بڑے گھر کی بیٹی تھی۔ وہ عمر بھر اس سے بھی بڑے گھر کے خواب دیکھتی رہی۔ اسے گھر والوں نے یہ خواب دیکھنے دیا بلکہ شاید سبھی مل جل کر اسے یہی خواب دکھاتے رہے جس سے وہ تکبر اور لالچ خیال کے راستے ان کے ذہن میں جا بسا جس کو دنیا کا کوئی پلاس کوئی زنبور اکھاڑ نہیں سکتا۔

آپ کو میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ علیحدگی کے بعد میرے ابو کم کم ہی گھر آئے۔ جب آتے تو سکول سے میرے ساتھ، سیدھے میرے ہی کمرے میں نہ کوئی مطالبہ، نہ کوئی فرمائش، نہ کوئی گلہ نہ کوئی شکوہ۔ تبھی میں نے کہا تھا ابو! کوئی آپ کا کیا کرے۔

وہ بولے بیٹے ایک گھر میں نے بھی بنایا تھا۔ اس یقین کے ساتھ کہ یہ مکڑی کے گھر سے مضبوط ہوگا۔ یہاں رہنے والوں کے تعلق کی مضبوطی ہوگی مگر سال ہا سال بعد دیکھا تو محسوس ہوا۔ ممکن ہے جب اللہ نے انسانوں کے بیچ محبت اور مودت اتاری ہوگی کچھ لوگ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے تو میرے جیسے کچھ لوگ وہاں ایسے بھی ہوں گے جو کچھ اور سوچتے رہے ہوں گے اور اپنی الٹی ہتھیلیوں کو سیدھا کر کے اس دولت اور نعمت کو سمیٹنے سے ہی محروم رہے ہوں گے۔ میں نے اس روز پہلی بار اپنے ابو کا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ ان کے ماتھے پہ ڈھیر سا پیار کیا تھا۔ ان کے بالوں میں انگلیاں پھیری تھیں۔ ان کی آنکھوں پر دھیرے دھیرے مساج کیا تھا۔ اس دوران وہ بند آنکھوں سے دھیرے دھیرے مسکراتے رہے۔ پھر بولے

بچے! میری بات مانو گے

میں نے گھبرا کر کہا پاپا پلیز! میرا آپ کے علاوہ ہے اور کس کی مانوں گی۔ پر آپ مجھے بچے نہ کہیں۔ اب بڑی ہوگئی ہوں۔ آپ کا گھر سنبھالتی ہوں۔ سارا حساب کتاب رکھتی ہوں۔ سکول جاتی ہوں۔ بچوں کو سنبھالتی ہوں۔

بولے! دیکھ چاند میرے من میں تو کب کی نہ لگن رہی نہ جلن رہی

ایک تعلق نبھانا چاہا۔ سالوں نبھاتا رہا۔ پر دوسرا ساتھ نہ دے تو تانگے میں جوتے گھوڑے جیسا حال ہوتا ہے۔ نہ ڈھنگ کی چال چلا جاتا ہے نہ دوسرا ٹھیک سے چلنے دیتا ہے۔ ہاں گردن پر زخم بڑے گہرے آتے ہیں۔ روز آتے ہیں اور گھاؤ بن جاتے ہیں۔ دیکھو تو ایسا کچھ نہ کرنا

کون جانے میں کل تیرے پاس ہوں۔ نہ ہوں۔ رہوں نہ رہوں کوئی آنے دے۔ نہ آنے دے۔

کل تیری شادی ہوگی۔ نئی زندگی ہوگی نیا ساتھ ہوگا اگر اپنے پاپا کی بیٹی ہو تو یاد رکھنا اپنے میاں کو بادشاہ جاننا۔ بادشاہ ہی کہنا' بادشاہ کہو گی تو سلطنت دل کی مالک بنو گی ملکہ کہلاؤ گی۔ اور جو تو نے اس رشتے کی ناقدری کی۔ اپنے آپ کو بڑا جانا۔ باپ کے روپے پیسے اور گھر کو اور چیزوں کو اہم جانا۔ اپنے میاں کو چھوٹا اور دولت کو بڑا مانا۔ تو اسے نوکر سمجھو گی۔ بس یہ سوچ لینا اسے نوکر سمجھو گی تو نوکرانی کہلاؤ گی۔ کبھی خیر نہ پاؤ گی۔ خالی ہاتھ رہ جاؤ گی۔ میرے مولا کو یہ سب بہت ناپسند ہے۔ وہ کہتا ہے سمندر میں انگلی ڈبو کر نکالو تو جتنا پانی انگلی کی پور پر لگے وہ دنیا ہے تو بھلا بھر قطرہ بھر پانی پہ کیا تکبر کرنا۔ اس پر کیا اترانا۔

میری قسمت دیکھیے کہ چھوٹی سی عمر میں اتنے بڑے سارے گھر کی آدھی مالکن بنی۔ ابو کے سارے بنک اکاؤنٹس میں حصہ دار ٹھہری۔ دوسرے گھر جس میں وہ اکیلے رہا کرتے وہ بھی میرے ہی نام تھا۔ اور میری ماں کہا کرتی تھی۔ بیٹی تو بہت قسمت والی ہے۔ تیرے ساتھ اتنی دولت جائیداد ہے جو اس گھر میں آئے گا۔ تیرا غلام کہلائے گا۔ میری عمر کی لڑکیاں کہانیاں پڑھتی ہیں۔ ریڈیو سنتی ہیں۔ نئے گیتوں کی دھنوں کو گنگناتی ہیں اور میں خالی وقت میں اس پل کو یاد کر کے روتی ہوں جب میرے پاپا میری گود میں سر رکھے سو رہے تھے۔ ان کی آنکھوں پر میرا ہاتھ گیا تو یوں لگا رو رہے ہیں۔ میں بے قرار ہو کر انہیں پیار کرنے کو جھکی تھی اور عین اس لمحے ان کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر یوں گرا جیسے کوئی چھت سے گرتا ہے۔ میں تو چیخ بھی نہ سکی۔ کوئی دلاسا دینے والا نہ ہو۔ چپ کروانے والا نہ ہو تو ساری چیخیں اندر ہی رہ جاتی ہیں۔ اور عمر بھر سلگاتی ہیں۔

یہ سلگن بھی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ٹھنڈی میٹھی کہ بس رلا دیتی ہے۔ ایک کڑوی کسیلی جو سلگا دیتی ہے۔ اندر سے دہکا دیتی ہے ایک سلگن ایسی بھی تو ہوتی ہے جو لمحوں میں جھلسا دیتی ہے آگ لگا دیتی ہے۔ مجھ غریب پہ تو یہ ساری مہربان ہیں۔ پل پل میرے ساتھ رہتی ہیں جھلساتی ہیں۔ آنسو چھلکاتی ہیں۔ اور اس عالم میں کہ انہیں پونچھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔

ماسی بشیراں ہر روز ناشتے میں املیٹ بناتے ہوئے انڈا پھینٹتی ہے اور انڈا کیا پھینٹتی ہے میرا ہی وجود پھینٹا جاتا ہے۔ غصہ زیادہ ہو یا بے بسی دونوں ہی صورتوں میں انسانی وجود اسی طرح پھینٹا جاتا ہے۔

سید نظر زیدی

(کوشش فرض ہے)

اس وقت ہماری دنیا کا نقشہ کچھ ایسا ہے کہ جو قومیں اللہ کو مانتی اور اس کے حکموں پر چلنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ یعنی دین اور مذہب کے مطابق زندگی گزار رہی ہیں ترقی میں بہت پیچھے ہیں۔ غربت ان کا مقدر بن گئی ہے۔ دوسروں کا کیا ذکر خود ہم مسلمانوں کا حال یہی ہے۔ ہم کافر قوتوں سے سودی قرض لے کر اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ تعلیم اور ہنرمندی میں ان سے پیچھے ہیں اور تو اور اخلاق اور عادتوں میں ہمارا حال اچھا نہیں۔ جھوٹ بولنا، دوسروں کو دھوکہ دینا، رشوت لینا، ملاوٹ کرنا اور ایسی ہی برائیاں ہمارے ہاں عام ہیں۔ اس حالت کو دیکھتے ہوئے بعض کم عقل تو یہ کہتے ہیں کہ مذہب ہماری ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ لیکن ان کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ خصوصاً ہم مسلمانوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ ہماری یہ بری حالت اپنے دین اسلام کے حکموں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ زندگی گزارنے کا سب سے اچھا طریقہ وہی ہے جو دین اسلام نے بتایا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مسلمان اپنے دین کے حکموں پر پوری طرح عمل کرتے تھے تو دنیا کی سب سے بڑی قوت تھے۔ سب سے بڑی سلطنت ہماری ہی تھی۔ اگر ہم انہی اچھے اصولوں کو اپنائے رکھتے تو یہ سلطنت نہ صرف باقی رہتی، بلکہ کچھ اور بڑی ہو جاتی، لیکن افسوس ہم نے ایسا نہ کیا۔ بری عادتیں اپنا لیں اور تباہ ہو گئے۔

دنیا کے کاموں کو بھی اچھی طرح انجام دینا اور ترقی کی کوشش کرنا کتنا ضروری ہے، اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اللہ نے قرآن پاک میں اور اس کے سچے رسول ﷺ نے اپنی حدیثوں میں اس کا حکم دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم غور کرو، پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید تم کو فلاح نصیب ہو۔" (سورۃ الجمعۃ۔ آیات نمبر ۸ تا ۱۰)

ان آیات کے علاوہ مقدس کتاب کی اور بہت سی آیات ہیں اچھے کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاقت ور ایماندار کمزور ایماندار سے بہتر اور اللہ کا زیادہ محبوب ہے، البتہ بھلائی دونوں میں ہے، فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اللہ سے مدد مانگو۔ کمزوری ظاہر نہ کرو۔ اگر کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو یوں نہ کہو اگر میں ایسا نہ کرتا تو ایسا ہو جاتا اور وہ ہو جاتا۔ یوں کہو کہ اللہ نے جو چاہا کیا۔ تقدیر میں یونہی تھا۔ اگر کا لفظ شیطان کے عمل کی طرف لے جاتا ہے۔" (مسلم)

> جنت تمہاری جوتی کے تسمے سے بھی نزدیک ہے اور دوزخ کی کیفیت بھی ایسے ہی ہے۔
>
> اللہ کا ارشاد ہے اے میرے بندو، میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام کر دیا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جنت تمہاری جوتی کے تسمے سے بھی نزدیک ہے اور دوزخ کی کیفیت بھی ایسے ہی ہے۔ (یعنی انسان جس طرح کی کوششوں میں لگا رہتا ہے نتیجہ اس کے مطابق حاصل ہوتا ہے) (بخاری)

۳۔ حضرت فراسؓ بیان کرتے ہیں۔ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وضو کراتا اور دوسرے کام کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا۔ کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں چاہتا ہوں جنت میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ فرمایا۔ کوئی اور خواہش؟ میں نے عرض کیا بس یہی خواہش ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کثرت سے نفلیں پڑھا کرو (یعنی عبادت میں اور کوشش کرو) (مسلم)

۴۔ حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا ارشاد ہے اے میرے بندو، میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو، مگر میں جس کو ہدایت عطا کروں، پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو، تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے جسے میں کھانا کھلا دوں۔ پس مجھ سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو، تم سب بے لباس ہو، سوائے اس کے جسے میں لباس پہنا دوں۔ پس تم مجھ سے لباس مانگو۔ میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو، تم سب رات دن غلطیاں کرتے ہو اور میں گناہ معاف کرنے پر قادر ہوں۔ پس مجھ سے مغفرت طلب کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔"

۵۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ آدمی ایک درجہ رکھتا ہے جسے اللہ نے لمبی عمر دی اور وہ بھلائی کے کام کرتا رہا۔ (ترمذی)

۶۔ حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم (فرض نمازوں کے علاوہ) کثرت سے نفلیں پڑھا کرو۔ اللہ ہر سجدے کے بدلے تمہارا درجہ بلند کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔" (مسلم)

۷۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مرنے کے بعد انسان کی میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ اس کے رشتہ دار، مال اور اعمال۔ ان میں سے رشتہ دار اور مال تو واپس آ جاتے ہیں، لیکن اعمال ساتھ رہتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

۸۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا ارشاد ہے جو بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں ایک ہاتھ (کی لمبائی کے برابر) اس کے قریب ہوتا ہوں۔ جو ایک ہاتھ میری طرف بڑھتا ہے، میں دو ہاتھ (پھیلا کر) اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ جو آہستہ چل کر میری طرف آتا ہے۔ میں دوڑ کر اس کے قریب ہوتا ہوں۔" (بخاری)

سوالات

۱۔ ہمارے دین اسلام کی خاص خوبی کیا ہے؟
۲۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے زندگی گزارنے کا کیا طریقہ بتایا ہے؟
۳۔ اللہ کے اپنے بندے سے قریب ہونے کا کیا مطلب ہے؟
۴۔ کونسی چیز کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے؟
۵۔ کوشش کامیاب ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

حدیث کوئز

آپکے جواب 10 تاریخ تک ہمیں ضرور مل جانے چاہئیں

(درست جواب پر انعامی کتب کا تحفہ آپ کا)

ملائشین پام آئل
پروموشن کونسل
کا فوڈ اینڈ ٹریول شو
MPO Tuck a Truck
جس میں آپ کریں گے ملک کے مشہور شہروں کی سیر
اور اپنے فیورٹ سٹارز کو دیکھیں گے
ان شہروں کی خاص ترین ڈشز بناتے ہوتے۔
اس کے علاوہ شعر آف دی ویک میں سُنیں اپنی پسند کا شعر
Sher of week
اور FMPO کے ذریعے آپ کو ملیں گی مفید معلومات۔
ملائشین پام آئل کے اس ذائقے کے سفر پر
ہمارے ساتھ چلیں ہر بُدھ کی شام 6:40
کو پی ٹی وی ورلڈ پر
MPO Tuck a Truck
بہترین بناسپتی گھی ملائشین پام آئل سے بنتا ہے۔